كتاب

الميزان

للإمام

عبد الوهاب الشعراني

تحقيق وتعليق

الدكتور عبد الرحمن عميرة

عالم الكتب

كتاب الميزان

للإمام
عبد الوهاب الشعراني

تحقيق وتعليق
الدكتور عبد الرحمن عميرة

الجزء الأول

عالم الكتب

فأولهم تبرياً من كل رأي يخالف ظاهر الشريعة الإمام الأعظم أبو حنيفة النعمان بن ثابت رضي الله عنه خلاف ما يضيفه إليه بعض المتعصبين ويا فضيحته يوم القيامة من الإمام اذا وقع الوجه في الوجه فإن من كان في قلبه نور لا يتجرأ أن يذكر أحدا من الأئمة بسوء وأين المقام من المقام إذ الأئمة كالنجوم في السماء وغيرهم كأهل الأرض الذين لا يعرفون من النجوم إلا خيالها على وجه الماء وقد روى الشيخ محيي الدين في الفتوحات المكية بسنده إلى الإمام أبي حنيفة رضي الله عنه أنه كان يقول إياكم والقول في دين الله تعالى بالرأي وعليكم باتباع السنة فمن خرج عنها ضل .

(فإن قيل) إن المجتهدين قد صرحوا بأحكام في أشياء لم تصرح الشريعة بتحريمها ولا بوجوبها فحرموها وأوجبوها (فالجواب) إنهم لولا علموا من قرائن الأدلة تحريمها أو وجوبها ما قالوا به والقرائن أصدق الأدلة وقد يعلمون ذلك بالكُشف أيضا فتتأيد به القرائن اهـ .

وكان الإمام أبو حنيفة يقول : القدرية [1] مجوس هذه الأمة . وشيعة الدجال [2] وكان يقول حرام على من لم يعرف دليلي ان يفتي بكلامي وكان إذا أفتى يقول هذا رأي أبي حنيفة وهو أحسن ما قدرنا عليه فمن جاء بأحسن منه فهو أولى بالصواب وكان يقول إياكم وآراء الرجال :

ودخل عليه مرة رجل من أهل الكوفة والحديث يقرأ عنده فقال الرجل دعونا من هذه الأحاديث فزجره الامام أشد الزجر وقال له لولا السنة ما فهم أحد منا القرآن ثم

---

(١) رواه الطبراني وأبو داود وغيرهما عن ابن عمر مرفوعاً والقدرية نسبة إلى القدر قال النووي في شرح مسلم يقال القدر والقدرة وحكاهما ابن قتيبة عن الكسائي وغيره قال الخطابي إنما جعلهم مجوس هذه الأمة لمضاهاة مذهبهم مذهب المجوس من قولهم بالأصلين النور والظلمة ويزعمون أن الخير من فعل النور والشر من فعل الظلمة فصاروا ثنوية ، وكذلك القدرية يضيفون الخير إلى الله عز وجل والشر إلى غيره خلقاً وايجاداً . انتهى .

(٢) الدجال : أعور العين اليمنى كأن عينه عنبه طافيه ، وقال الإمام مسلم الدجال ممسوح العين مكتوب بين عينيه كافر يقرؤه كل مسلم وهو أحد الكذابين وقال ابن عباس الدجال آدم هيجان ـ ابيض ـ أعور جعد الرأس وقال في الخبر أنه لا يخرج حتى يدع الخطباء ذكره على المنابر . كشف الخفا ج ١ ص ٤٨٢ .

قال للرجل ما تقول في لحم القرد وأين دليله من القرآن ؟ فأفحم الرجل فقال للإمام فما تقول أنت فيه فقال ليس هو من بهيمة الأنعام فانظر يا أخي الى مناضلة الإمام عن السنة وزجره من عرض له بترك النظر في أحاديثها فكيف ينبغي لأحد أن ينسب الإمام الى القول في دين الله بالرأي الذي لا يشهد له ظاهر كتاب ولا سنة وكان رضي الله عنه يقول عليكم بآثار من سلف وإياكم ورأي الرجال وان زخرفوه بالقول فإن الأمر يتجلى حين يتجلى وأنتم على صراط مستقيم وكان يقول : إياكم والبدع والتبدع والتنطع وعليكم بأمر الأول العتيق ودخل رجل الكوفة بكتاب دانيال فكاد أبو حنيفة أن يقتله أكتاب ثم غير القرآن والحديث وقيل له مرة ما تقول فيما أحدثه الناس من الكلام في العرض والجوهر والجسم فقال هذه مقالات الفلاسفة فعليكم بالآثار وطريقة السلف وإياكم وكل محدث فإنه بدعة وقيل له مرة قد ترك الناس العمل بالحديث واقبلوا على سماعه فقال رضي الله عنه نفس سماعهم للحديث عمل بها وكان يقول : لم تزل الناس في صلاح ما دام فيهم من يطلب الحديث فإذا طلبوا العلم بلا حديث فسدوا وكان رضي الله عنه يقول : قاتل الله عمرو بن عبيد [1] فإنه فتح للناس باب الخوض في الكلام فيما لا يعنيهم وكان يقول : لا ينبغي لأحد أن يقول قولا حتى يعلم أن شريعة رسول الله ﷺ تقبله وكان يجمع العلماء في كل مسألة لم يجدها صريحة في الكتاب والسنة ويعمل بما يتفقون عليه فيها وكذلك كان يفعل إذا استنبط حكما فلا يكتبه حتى يجمع عليه علماء عصره فإن رضوه قال لأبي يوسف اكتبه رضي الله عنه فمن كان على هذا القدم من أتباع السنة كيف يجوز نسبته الى الرأي ؟ معاذ الله أن يقع في مثل ذلك عاقل كما سيأتي بسطه في الأجوبة عنه إن شاء الله تعالى وقال صاحب الفتاوي السراجية : قد اتفق لأبي حنيفة من الأصحاب . ما لم يتفق لغيره وقد

---

(١) أبو عثمان عمرو بن عبيد : كان جده باب من سبي كابل من جبال السند وكان أبوه يخلف أصحاب الشرط بالبصرة ، فكان الناس إذا رأوا عمراً مع أبيه قالوا : هذا خير الناس ابن شر الناس ، كانت ولادته في سنة ثمانين للهجرة ، وتوفي سنة أربع وأربعين ومائة ، من مؤلفاته « كتاب التفسير عن الحسن البصري » وكتاب الرد على القدرية ، وكلام كثير في العدل والتوحيد .

مکمل بہشتی زیور

حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا

اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ

توصیف پبلی کیشنز

بہشتی زیور مکمل

تالیف

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ

توصیف پبلی کیشنز
اردو بازار لاہور

نام کتاب	:	بہشتی زیور مکمل
مصنف	:	حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ
باہتمام	:	محمد اسلم تنولی
ناشر	:	توصیف پبلی کیشنز
مطبع	:	لعل سٹار پرنٹرز
قیمت	:	
پروف ریڈنگ	:	ابو یحییٰ محمد طاہر عفی عنہ فاضل دارالقراء پشاور۔ فاضل وفاق المدارس ملتان

توصیف پبلی کیشنز اُردو بازار لاہور 0333-4230838

ملنے کا پتہ

۞ ممتاز اکیڈمی، فضل الٰہی مارکیٹ، چوک اُردو بازار، لاہور۔ ۞ علمی کتاب گھر اُردو بازار، لاہور۔

۞ اسلامی کتب خانہ، عمر ٹاور، حق سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔ ۞ غنی سنز چوک عیدگاہ کراچی۔

۞ شمع بک ایجنسی یوسف مارکیٹ اُردو بازار، لاہور۔ ۞ بیت القرآن اُردو بازار، لاہور۔

۞ کتب خانہ رشیدیہ مدینہ کلاتھ مارکیٹ راولپنڈی۔ ۞ مکتبہ دارالقرآن اُردو بازار، لاہور۔

۞ اسلامی کتاب گھر، خیابان سرسید راولپنڈی۔ ۞ بیت القرآن شاہی بازار حیدر آباد۔

۞ احمد بک کارپوریشن اقبال روڈ راولپنڈی۔ ۞ حاجی امداد اللہ اکیڈمی نزد ٹاور مارکیٹ حیدر آباد۔

نعمت تھوڑی ہو یا بہت اس پر شکر بجالائے اور فقر وفاقہ سے تنگ دل نہ ہو۔(۲۹) جو اسکی حکومت میں ہیں ان کے خطا وقصور سے درگزر کرے۔(۳۰) کسی کا عیب معلوم ہو جائے تو اس کو چھپائے البتہ اگر کوئی کسی کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے اور تم کو معلوم ہو جائے تو اس شخص سے کہہ دو۔(۳۱) مہمانوں اور مسافروں اور غریبوں اور عالموں اور درویشوں کی خدمت کرے۔(۳۲) نیک صحبت اختیار کرے۔(۳۳) ہر وقت خدائے تعالیٰ سے ڈرا کرے۔(۳۴) موت کو یاد رکھے۔(۳۵) کسی وقت بیٹھ کر روز کے روز اپنے دن بھر کے کاموں کو سوچا کرے جو نیکی یاد آئے اس پر شکر کرے گناہ پر توبہ کرے۔(۳۶) جھوٹ ہرگز نہ بولے۔(۳۷) جو محفل خلاف شرع ہو وہاں ہرگز نہ جائے۔(۳۸) شرم وحیا اور بردباری سے رہے۔(۳۹) ان باتوں پر مغرور نہ ہو کہ میرے اندر ایسی ایسی خوبیاں ہیں۔(۴۰) اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرے کہ نیک راہ پر قائم رکھیں۔

رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں سے بعض نیک کاموں کے ثواب کا اور بری باتوں کے عذاب کا بیان تاکہ نیکیوں کی رغبت ہو اور برائیوں سے نفرت ہو

نیت خالص رکھنا: (۱) ایک شخص نے پکار کر پوچھا یا رسول اللہ ﷺ ایمان کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ نیت کو خالص رکھنا۔ف۔ مطلب یہ ہے کہ کام کرے خدا کے واسطے کرے۔(۲) فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ سارے کام نیت کے ساتھ ہیں۔ف۔ مطلب یہ کہ اچھی نیت ہو تو نیک کام پر ثواب ملتا ہے ورنہ نہیں ملتا۔

سناوے اور دکھاوے کے واسطے کوئی کام کرنا: (۳) فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص سنانے کے واسطے کوئی کام کرے اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کے عیب سنوائیں گے اور جو شخص دکھلانے کے واسطے کوئی کام کرے اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کے عیب دکھلائیں گے۔(۴) اور فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ نے تھوڑا سا دکھلاوا بھی ایک طرح کا شرک ہے۔

قرآن وحدیث کے حکم پر چلنا: (۵) فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس وقت میری امت میں دین کا بگاڑ پڑ جائے اس وقت جو شخص میرے طریقے کو تھامے رہے اس کو سو شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں تم لوگوں میں ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم اس کو تھامے رہو گے تو کبھی نہ بھٹکو گے۔ ایک تو اللہ کی کتاب یعنی قرآن۔ دوسری نبی ﷺ کی سنت یعنی حدیث۔

نیک کام کی راہ نکالنا یا بری بات کی بنیاد ڈالنا: (۶) فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص نیک راہ نکالے پھر اور لوگ اس راہ پر چلیں تو اس شخص کو خود اس کا ثواب بھی ملے گا اور جتنوں نے اسکی پیروی کی ہے ان سب کے برابر بھی اس کو ثواب ملے گا اور ان کے ثواب میں بھی کمی نہ ہوگی اور جو شخص بری راہ نکالے پھر اور لوگ اس پر چلیں تو اس شخص کو خود اس کا بھی گناہ ہوگا اور جتنوں نے اسکی پیروی کی ہے ان سب کے برابر بھی اس کو گناہ ہوگا اور ان کے گناہ میں بھی کمی نہ ہوگی۔(ف) مثلاً کسی نے اپنی اولاد کی شادی میں رسمیں

فالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ
نیک بیبیاں فرماں بردار ہیں خیال رکھنے والی ہیں پیٹھ پیچھے اللہ تعالیٰ کی حفاظت سے

بہشتی زیور مکمّل

عکسی

مصنفہ: حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رح

اسلامک بک سروس

۳۹۔ ان باتوں پر مغرور نہ ہو کہ میرے اندر ایسی خوبیاں ہیں۔

۴۰۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا کیا کرے کہ نیک راہ پر قائم رکھیں۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں سے بعضے نیک کاموں کے ثواب کا اور بُری باتوں کے عذاب کا بیان تاکہ نیکیوں کی رغبت ہو اور برائیوں سے نفرت ہو،

نیّت خالص رکھنا

۱۔ ایک شخص نے پکار کر پُوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایمان کیا چیز ہے۔ آپ نے فرمایا نیّت کو خالص رکھنا

ف۔ مطلب یہ ہے کہ جو کام کرے خدا کے واسطے کرے۔

۲۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سارے کام نیّت کے ساتھ ہیں۔

ف۔ مطلب یہ کہ اچھی نیّت ہو تو نیک کام پر ثواب ملتا ہے ورنہ نہیں ملتا۔

سنانے اور دِکھلانے کے واسطے کام کرنا

۳۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص سنانے کے واسطے کوئی کام کرے اللہ تعالیٰ قیامت میں اسکے عیب سنوائیں گے۔ اور جو شخص دکھلانے کے واسطے کوئی کام کرے اللہ تعالیٰ قیامت میں اسکے عیب دکھلائینگے۔

۴۔ اور فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تھوڑا سا دکھلاوا بھی ایک طرح کا شرک ہے۔

قرآن اور حدیث کے حکم پر چلنا

۵۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت میری اُمت میں دین کا بگاڑ پڑجائے اُسوقت جو شخص میرے طریقے کو تھامے رہے اُس کو سو شہیدوں کے برابر ثواب ملیگا۔

۶۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں تم لوگوں میں ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم اسکو تھامے رہو گے تو کبھی نہ بھٹکو گے۔ ایک تو اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن۔ دُوسرے نبی کی سُنّت یعنی حدیث۔



بسم الله الرحمن الرحيم

النبراس

على شرح عقائد

مصنف

مولانا الحافظ محمد عبد العزیز الفرہاری

مكتبة رشيدية

سرکی روڈ ۔ کوئٹہ

فون: ٦٦٢٢٦٣

غيره والجواب انه اراد ارخاء العنان ولو قدم الجبائي على البحث ونهج بالاجوبة ويلزم الجواب عن كل ما يورد عليه فيكون انقطاعه عن الكلام بعد ما كان يتكلم اشد في الزامه وترك الاشعري مذهبه واشتغل هو ومن تبعه كابي الحسن الباهلي والقاضي وابي بكر الباقلاني وامام الحرمين والامام الرازي بابطال رأي المعتزلة واثبات ما ورد به السنة اي الحديث ومضى عليه الجماعة اي السلف والصحابي خاصة بقرينة امر والمآل واحد فسموا باهل السنة والجماعة اي اهل الحديث واتباع الصحابة ويسمون الاشعرية والاشاعرة واكثر المتكلمين من اهل السنة على مذهبهم كاهل العرب والشام والعراق وخراسان واكثر البلاد ونشأ في بلاد ما وراء النهر ائمة عظام لا يحصى عددهم على مذهب الامام الاعظم ابي حنيفة رح ومقتداهم في الكلام هو الامام علم الهدى ابو منصور الماتريدي وماتريد من قرى سمرقند وهم يسمون الماتريدية ويخالفون الاشعرية في بعض المسائل منها التكوين قال الاشعرية راجع الى القدرة وقال الماتريدية صفة اخرى ومنها تكفير اهل القبلة قال الاشعري يحترز عنه بخلاف الماتريدية ومنها ايمان المقلد صحيح عند الماتريدية خلافا لبعض الاشعرية ومنها الاستثناء جوزه الاشعرية وقال الماتريدية كفر ومنها القبح والحسن في الافعال قال الاشعرية لا يدركان الا بالشرع وقال الماتريدية يدركهما العقل ومنها ان الاشعرية قالت لا يقبح من الله شيء وقال الماتريدية لا يجوز من الله ما يستقبحه العقل جدا ومنها ان الاشعرية قالوا افعال الله لا يعلل بغرض وقال الماتريدية قد يراعي الله سبحانه المصلحة تفضلا ومنها الوجوب على الله وما فيه حكمة ومصلحة عن الله تعالى اعترف به الماتريدية كما في ارسال الرسل ونفاه الاشعرية اذ لا يقبح من الله شيء واصطلح المتأخرون على تسمية الفريقين بالاشاعرة تغليبا ثم لما نقلت الفلسفة من اليونانية او السريانية الى العربية واول من نقلها خالد بن يزيد بن معاوية وكان عارفا بالطب والكيميا ثم كان اكثر نقلها في زمن المامون العباسي ومن اعظم الناقلين حنين بن اسحق بن حنين واليونان بفتح الياء اسم بلاد من الروم منسوبة الى يونان بن يافث بن نوح عليه السلام وخاض فيها الاسلاميون الخوض الشروع والدخول في الشيء وحاولوا طلبوا الرد على الفلاسفة فيما خالفوا فيه الشريعة كقدم العالم وايجاب الصانع ونفي حشر الاجساد ونفي علم الله سبحانه بالجزئيات ومما يجب ان يعلم ان قدماء الفلاسفة المؤسسين للحكمة كانوا تلامذة الانبياء ومن خواص المؤمنين كما يظهر للناظر في تواريخهم واما الذي يوجد في كتبهم مما يخالف الشرع فاما من غلط الناقلين واما من قصور الناقلين واما من قصورنا في فهمهم عن درك مرموزهم فانهم كانوا يتكلمون بالاشارات كالصوفية

دارالعلوم دیوبند کا ترجمان

ماہنامہ



شمارہ: ۸	شعبان - رمضان ۱۴۳۱ھ مطابق اگست ۲۰۱۰ء	جلد: ۹۴

مدیر | نگراں

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند	حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

ترسیل زر کا پتہ: دفتر ماہنامہ دارالعلوم دیوبند - ۲۴۷۵۵۴ یوپی

ہندوستان سے فی شمارہ -/۱۵ روپئے، سالانہ -/۱۵۰ روپئے

سعودی عرب، افریقہ، برطانیہ، امریکہ، کناڈا وغیرہ سے سالانہ -/۱۰۰۰ روپئے

بنگلہ دیش سے سالانہ -/۵۰۰ روپئے، پاکستان سے ہندوستانی رقم -/۵۰۰ روپئے

Tel. : 01336-222429 Fax : 01336-222768
Mob. : 09411649303 *(Manager)*
Web : http://www.darululoom-deoband.com
www.darululoom-deoband.com/urdu/magazine
E-mail: info@darululoom-deoband.com

R. N. I. No. 2133/57

DARUL ULOOM Monthly (Urdu) Printed, Published by Maulana Marghubur Rahman, Owned by Darul Uloom Grush. Published From Deoband, Saharanpur, U.P.
Printed at Darul Uloom Printing Press Deoband, Saharanpur
Editor : Maulana Habibur Rahman Azmi

فہرست مضامین

نمبرشمار	نگارش	نگارش نگار	صفحہ
۱	حرفِ آغاز	حبیب الرحمٰن اعظمی	۳
۲	دینی علوم کی عظمت اور فضیلت ...	مولانا حافظ محمد صدیق المیمنی	۶
۳	حجیت حدیث وسنت	حبیب الرحمٰن اعظمی	۱۴
۴	بیس رکعات تراویح اہل سنت والجماعت کی علامت ہے	مولانا محمد شفیع قاسمی، بھٹکلی	۲۸
۵	بچوں کی تربیت کیسے کریں	مولانا میر زاہد مکھیالوی	۳۱
۶	مذہبی آزادی - بقائے باہم کا ایک درخشاں اصول	ریحان اختر	۳۴
۷	علماء کا معاشرے میں کردار	یریداحمد نعمانی	۴۴
۸	تحریک آزادی ہند اور تحریک آزادی فلسطین دونوں میں امتیاز کیوں؟	ڈاکٹر اجمل فاروقی	۴۷
۹	میرے قابل احترام اساتذۂ کرام	مولانا مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی	۵۰

ختم خریداری کی اطلاع

○ یہاں پر اگر سرخ نشان ہے تو اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہوگئی ہے۔

- ہندوستانی خریدار منی آرڈر سے اپنا چندہ دفتر کو روانہ کریں۔
- چونکہ رجسٹری فیس میں اضافہ ہوگیا ہے۔ اس لیے وی پی میں صرفہ زائد ہوگا۔
- پاکستانی حضرات جناب مولانا شیر محمد صاحب ناظم جامعہ مدنیہ، کریم پارک، راوی روڈ، لاہور کو اپنا چندہ روانہ کریں۔
- ہندوستان و پاکستان کے تمام خریداروں کو خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

حجیت حدیث وسنت

از: حبیب الرحمٰن اعظمی

کتاب وسنت یعنی قرآن وحدیث ہمارے دین ومذہب کی اولین اساس وبنیاد ہیں، پھر ان میں کتاب الٰہی اصل اصول ہے اور احادیث رسول اس کی تبیان وتفسیر ہیں۔ خدائے علیم وخبیر کا ارشاد ہے ”وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ“ (الآیة) اورہم نے اتارا آپ کی طرف قرآن؛ تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اسے خوب واضح کردیں۔

فرمان الٰہی سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا مقصد عظیم قرآن محکم کے معانی ومراد کا بیان اور وضاحت ہے، آپ ﷺ نے اس فرض کو اپنے قول وفعل وغیرہ سے کس طور پر پورا فرمایا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اسے ایک مختصر مگر انتہائی بلیغ جملہ میں یوں بیان کیا ہے ”کان خلقه القرآن“ یعنی آپ کی برگزیدہ ہستی مجسم قرآن تھی، لہٰذا اگر قرآن حجت ہے (اور بلا ریب وشک حجت ہے) تو پھر اس میں بھی کوئی تردد وشبہ نہیں ہے کہ اس کا بیان بھی حجت ہوگا، آپ نے جو بھی کہا ہے، جو بھی کیا ہے، وہ حق ہے، دین ہے، ہدایت ہے، اور نیکی ہی نیکی ہے، اس لئے آپ کی زندگی جو مکمل تفسیر کلام ربانی ہے آنکھ بند کرکے قابل اتباع ہے ”لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِی رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ“ خدا کا رسول تمہارے لئے بہترین نمونہٴ عمل ہے، علاوہ ازیں آپ ﷺ کو خدائے علی وعزیز کی بارگاہ بے نہایت سے رفعت وبلندی کا وہ مقام بلند نصیب ہے کہ ساری رفعتیں اس کے آگے سرنگوں ہیں حتی کہ آپ کے چشم وابرو کے اشارے پر بغیر کسی تردد وتوقف کے اپنی مرضی سے دستبردار ہوجانا معیار ایمان واسلام ٹھہرایا گیا ہے۔ وَمَا کَانَ لمؤمنٍ وَلَا مُؤمِنَةٍ اذا قضی اللّٰہُ ورَسُولُه اَمرًا ان یکون لھم الخِیَرَة من امرھم کسی مومن مرد وعورت کو گنجائش نہیں ہے جب اللہ اور اس کا رسول کوئی حکم دے تو پھر ان کے لئے اس کام میں کوئی اختیار باقی رہے۔ ربّ علیم وعزیز کی ان واضح ہدایات کے بعد بھی کیا کسی کو یہ حق پہنچ سکتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال میں اپنی جانب سے تقسیم وتفریق کرے کہ یہ ہمارے لئے حجت ہے، اور یہ حجت نہیں ہے۔

نیز رسولِ خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

الا انی اُوتیت الکتاب ومثله معهٗ الا یوشِکُ رجلٌ شَبعَانُ علی اریکته یقول: علیکم بهذا القرآن، فما وجدتم فیه من حلال فاحلّوه، وما وجدتم فیه من حرام فحرّموه، الا لا یحلّ لکم الحمار الاهلی، ولا ذی ناب من السبع، ولا کل ذی مِخلب من الطیر" الحدیث (رواه ابوداؤد في السنن في كتاب السنة والاطعمة)(۱)

بغور سنو! مجھے اللہ تعالیٰ کی جانب سے قرآن دیا گیا ہے، اور قرآن کے ساتھ قرآن ہی جیسی (یعنی حدیث وسنت بھی) دی گئی ہے، خبردار رہو! قریب ہے کہ کوئی آسودہ حال شخص اپنی آراستہ سیج پر بیٹھا کہے گا، اسی قرآن کو لازم پکڑو پس جو چیز اس میں ازقبیل حلال پاؤ اسے حلال جانو، اور جو اس میں ازقبیل حرام پاؤ اسے حرام جانو، خبردار تمہارے لئے گھریلو گدھا حلال نہیں ہے اور نہ ہی شکاری درندہ اور نہ ہی شکاری پرندہ حلال ہے (حالانکہ صراحت سے ان جانوروں کے حرام ہونے کا ذکر قرآن میں نہیں ہے)

اس حدیث سے درج ذیل امور معلوم ہوئے:

(الف) قرآن ہی کی طرح احادیث بھی منجانب اللہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی گئی ہیں، (ب) قرآن کی طرح احادیث بھی احکام میں حجت ہیں، (ج) اور قرآن ہی کی طرح ان کی اتباع اور ان پر عمل لازم ہے۔

قرآن وحدیث کی ان تصریحات کے مطابق حضرات صحابہ، تابعین، محدثین، فقہائے مجتہدین اور تمام علماء اہل سنت والجماعت حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حجیت اور اس کی تشریعی حیثیت پر بصیرت کے ساتھ یقین رکھتے ہیں، اہل اسلام کے کسی گروہ، یا فرد نے جب کبھی بھی حدیث پاک کی اس شرعی حیثیت پر ردوقدح کی ہے تو اسے یکسر مسترد کردیا گیا ہے۔

غرضیکہ علماء حق کا یہی جادۂ متوارثہ ہے۔ اپنے تمام اساتذہ کو بھی اسی موقف پر پایا، اور اب تک اس موضوع پر جن کتابوں کے مطالعہ کی توفیق ملی وہ تقریباً ایک درجن سے زائد ہیں ان میں صرف فرقہ قرآنیہ کے بعض مصنّفین کی دو ایک کتابوں کے علاوہ سب میں قابل قبول قوی دلائل

---

(۱) یہ حدیث بہت سی کتب حدیث میں بایں الفاظ مروی ہے:

عن المقدام بن معدی کرب الکندی، اَنّ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم حرّم اشیاء یوم خیبر: الحمارَ وغیره ثم قال: یوشك الرجل متکئاً علی اریکته یُحدَّث بحدیثی فیقول بیننا وبینکم کتاب اللّٰه ما وجدنا فیه من حلال استحللناه وما وجدنا فیه من حرام حرمناه، الا وان ما حرّم رسول اللّٰه فهو مثل ما حرّم اللّٰه (سنن الدارمی باب السنة قاضیة علی کتاب اللّٰه ج:۱، ص:۱۵۲)

کے ساتھ حجیت حدیث کے مذہب منصور کا اثبات اور تائید وتوثیق کی گئی ہے۔ بایں ہمہ ایک ہم عصر مشہور فاضل نے جو اپنی وسیع علمی خدمات کی بنا پر اوساط علمیہ میں اعتبار واستحسان کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اپنی ایک تحریر میں اس بارے میں میرے علم کے مطابق سب سے الگ ایک جدید نقطۂ نظر پیش کیا ہے جو انھیں کے الفاظ میں یہ ہے کہ ''حدیث اور سنت میں فرق (ہے) اور حجت سنت ہے حدیث نہیں'' زیر نظر تحریر میں اسی نقطۂ نظر کا اپنے علم وفہم کے مطابق جائزہ لیا گیا ہے۔ واللّٰہ هو الملهم الصواب والسداد، وعليه التكلان والاعتماد.

(الف) سنت کا لغوی معنی

۱- امام لغت مطرزی متوفی ۶۱۰ھ ''لفظ سنن'' کے تحت لکھتے ہیں:

"السنة" الطريقه ومنها الحديث في مجوس هَجَر "سنّوا بهم سنّة اهل الكتاب" اى اسلكوا بهم طريقهم يعنى عاملوهم معاملة هٰؤلاء في اعطاء الامان باخذ الجزية منهم. (المغرب، ج:۱،ص:۴۱۷)

''سنت'' طریقہ کے معنی میں ہے اسی معنی میں مجوسِ ہجر کے بارے میں حدیث ہے "سنّوا بهم سنة اهل الكتاب" ان مجوسیوں کے ساتھ اہل کتاب جیسا طریقہ اختیار کرو یعنی جزیہ لے کر امن دینے کا جو معاملہ اہل کتاب کے ساتھ کرتے ہو یہی معاملہ ان مجوسیوں کے ساتھ کرو۔

۲- امام محی الدین ابوزکریا نووی متوفی ۶۷۶ھ لفظ ''السنۃ'' کے تحت رقمطراز ہیں:

"سنة النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أصلها الطريقه، وتطلق سنته صلى اللّٰه عليه على الأحاديث المروية عنه صلى اللّٰه عليه وسلم، وتطلق السنة على المندوب، قال جماعة من أصحابنا في أصول الفقه: السنة، والمندوب، والتطوع، والنفل، والمرغب، والمستحب كلها بمعنى واحد وهو ما كان فعله راجحاً على تركه ولا إثم على تركه" (تہذیب الاسماء واللغات، ج:۳،ص:۱۵۶)

سنت کا اصل معنی طریقہ ہے اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ اصطلاحاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی احادیث پر بولا جاتا ہے نیز سنت کا اطلاق امر مستحب پر بھی ہوتا ہے ہمارے شوافع فقہائے اصول کی ایک جماعت کا قول ہے کہ سنت، مندوب، تطوع، نفل، مرغّب، اور مستحب یہ سب الفاظ ایک معنی میں ہیں یعنی وہ فعل جس کا کرنا نہ کرنے پر راجح ہے اور اسے چھوڑ دینے پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

۳- ماہر لغت ابن المنظور متوفی ۷۱۱ھ اپنی گرانقدر تصنیف ''لسان العرب'' میں لکھتے ہیں:

وقد تكرر في الحديث ذكر السنة وما تصرّف منها، والأصل فيه الطريقة، والسيرة، واذا اطلقت في الشرع فإنما يراد بها ما أمر به النبي صلى اللّٰه عليه وسلم ونهى عنه وندب إليه قولاً وفعلاً مما لم ينطق به الكتاب العزيز ولهذا يقال في أدلة الشرع الكتاب والسنة أي القرآن والحديث (فصل السین حرف النون، ج:۱۷، ص:۸۹)

سنت اور اس کے مشتقات کا ذکر حدیث میں بار بار آیا ہے، اس کا اصل معنی طریقہ اور چال چلن کے ہے، اور شرع میں جب یہ لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد وہ کام لیا جاتا ہے جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، یا جس سے منع کیا، یا جس کی اپنے قول وفعل کے ذریعہ دعوت دی جن کے بارے میں کتاب عزیز نے (صراحت) سے کچھ نہیں کہا ہے، اسی بناء پر دلائل شرعیہ (کے بیان) میں کہا جاتا ہے ''الكتاب والسنة'' یعنی ''قرآن وحدیث''۔

علامہ ابن المنظور کے کلام میں ''ما أمر به النبي صلى اللّٰه عليه وسلم ونهى عنه'' عام ہے جس میں امر وجوبی، وغیر وجوبی اور نہی تحریمی وغیر تحریمی سب داخل ہوں گی۔

۴- المعجم الوسیط مادہ سنن میں ہے:

السَّنَن' الطريقة والمثال يقال بنوا بيوتهم على سنن واحد... والسنة الطريقة والسيرة حميدة كانت او ذميمة، وسنة اللّٰه حكمه في خليقته، وسنة النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: ما ينسب إليه من قول او فعل او تقرير، ''وفي الشرع'' العمل المحمود في الدين مما ليس فرضاً ولا واجباً'' (ص:۴۵۶)

سنن طریقہ اور مثال کے معنی میں ہے اسی معنی میں بولا جاتا ہے ''بنوا بيوتهم على سنن واحد'' یعنی اپنے گھروں کو ایک طریقہ اور ایک نمونہ پر بنایا...اور سنت بمعنی طریقہ اور طرز زندگی ہے یہ طریقہ خواہ محمود ہو یا مذموم، اور ''سنت اللہ'' کا معنی اللہ کا اپنی مخلوق کے متعلق فیصلہ کے ہیں، اور سنت رسول سے مراد وہ قول وفعل اور تقریر ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب ہیں، اور فقہ میں یہ لفظ دین میں اس پسندیدہ عمل پر بولا جاتا ہے جو فرض واجب نہیں ہیں۔

(ب) حدیث کا لغوی معنی

۱- لسان العرب میں ہے:

الحديث نقيض القديم... والحديث كون الشيء لم يكن، ... والحديث

الجديد من الاشياء، والحديث الخبر يأتي على القليل والكثير والجمع أحاديث (ج:۲،ص:۴۳۶ و۴۳۸فصل الحا،حرف الثاء)

حدیث قدیم کا نقیض (یعنی مقابل مخالف) ہے، حدیث شئ کا ہوجانا جو پہلے نہیں تھی، بمعنی جدید اور نئی، بمعنی خبر خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر، اور جمع احادیث ہے۔

۲-ابن سیدہ متوفی ۴۵۸ھ المخصص میں لکھتے ہیں:

الحديث الخبر، وقال سيبويه: والجمع أحاديث. (ج:۳،ص:۳۲۳)

حدیث کے معنی خبر کے ہیں اور سیبویہ نے کہا ہے کہ اس کی جمع احادیث ہے۔

۳-علامہ قاضی محمد اعلیٰ تھانوی متوفی ۱۱۹۱ھ کشاف اصطلاحات الفنون میں لکھتے ہیں:

الحديث لغة ضد القديم ويستعمل في قليل الكلام و كثيره (۲۷۹)

حدیث قدیم کا ضد ہے، اور کلام قلیل وکثیر میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

۴-علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۳ھ لکھتے ہیں:

كل كلام يبلغ الإنسانَ من جهة السمع او الوحي في يقظته أو منامه يقال له حديث. قال عزّ وجلّ: "وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حديثًا (التحریم:۳،مفردات الفاظ القرآن،ص:۱۲۴)

ہر وہ کلام جو انسان تک پہنچتا ہے کان کی جانب سے یا وحی کی جانب سے بیداری یا خواب کی حالت میں اسے حدیث کہا جاتا ہے۔ اللہ عزّ وجلّ کا ارشاد ہے: واذ اَسرّ النبیّ" الآية اور جب کہ کہی نبی نے اپنی بعض بیوی سے ایک بات۔

علمائے لغت کی مندرجہ بالا عبارتوں سے معلوم ہوا کہ ''حدیث'' از روئے لغت، جدید، غیر موجود کا وجود میں آجانا، خبر اور کلام یعنی بات کے معنی میں بولا جاتا ہے۔

سنت وحدیث کی اس لغوی معنوی تحقیق کے بعد ان ہر دو کی اصطلاحی تعریف ملاحظہ کیجئے، جس کے تحت علمائے حدیث، علمائے اصول فقہ، اور فقہ حنفی کی الگ الگ تعریفات نقل کی جارہی ہیں؛ تاکہ مسئلہ زیر بحث میں ہر جماعت وطبقہ کی اصطلاحات سامنے رہیں اور خلط مبحث سے بچا جاسکے۔ سب سے پہلے حدیث کی تعریف محدثین کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے۔

حدیث محدثین کی اصطلاح میں

شیخ ابوالفیض محمد بن محمد فارسی حنفی المعروف بہ فصیح ہروی متوفی ۸۳۷ھ اپنی مفید تصنیف

جواہر الاصول میں حدیث کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

۱- ”الحديث، وهو في اللغة ضد القديم، ويستعمل في قليل الكلام و كثيره، وفي اصطلاحهم: قول رسول الله صلى الله عليه وسلم وحكاية فعله وتقريره والسنة ترادفه عندهم“ (ص:۱۰)

لغت میں حدیث قدیم کا ضد ہے، اور تھوڑی وزیادہ بات پر بھی حدیث کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، اور محدثین کی اصطلاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اور آپ ﷺ کے فعل وتقریر کی حکایت وبیان حدیث ہے، ان حضرات کے نزدیک سنت، حدیث کے مرادف ہے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ صحیح بخاری کے باب الحرص علی الحدیث کے تحت لکھتے ہیں:

۲ - ”المراد بالحديث في عرف الشرع ما يضاف إلى النبي صلى الله عليه وسلم و كأنّه أريد به مقابلة القرآن لأنه قديم“ (فتح الباری، ج:۱، ص:۲۵۷)

حدیث سے مراد شرعی ودینی عرف واصطلاح میں وہ امور ہیں، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب ہیں، ”ما يضاف إلى النبیؐ“ میں حافظ عسقلانیؒ نے جس عموم کی جانب اشارہ کیا تھا، ان کے تلمیذ رشید حافظ سخاوی نے اپنی ذکر کردہ تعریف میں اسی کی تشریح وتوضیح کی ہے۔ ”واللہ اعلم“

۳- حافظ سخاوی متوفی ۹۰۲ھ ”حدیث“ کی تعریف ان الفاظ سے کرتے ہیں:

”الحديث“ لغة ضد القديم، واصطلاحاً: ما أضيف إلى النبي صلى الله عليه وسلم قولاً له أو فعلاً، أو تقريرًا أو صفةً حتى الحركات والسكنات في اليقظة والمنام، فهو أعمّ من السنة... وكثيراً ما يقع في كلام أهل الحديث - ومنهم الناظم - ما يدل لترادفهما“ (فتح المغیث، ج:۱، ص:۹)

حدیث لغت میں حادث ونوپید کے معنی میں ہے اور اصطلاح محدثین میں حدیث وہ سب چیزیں ہیں جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب منسوب ہیں (یعنی) آپ ﷺ کا قول، یا فعل، یا آپ کا کسی امر کو ثابت اور برقرار رکھنا، یا آپ کی صفات؛ حتی کہ بیداری اور نید میں آپ کی حرکت وسکون (یہ سب حدیث ہیں لہٰذا اس تعریف کی رو سے یہ سنت سے عام ہے، (جبکہ) علمائے حدیث (جن میں ناظم یعنی الفیۃ الحدیث کے مصنف حافظ عراقی متوفی ۸۰۶ھ بھی ہیں) کا کلام کثرت سے یوں واقع ہوا ہے، جو حدیث وسنت کے ترادف اور ایک ہونے کو بتا رہا ہے۔

نادرۂ روزگار علامہ عبدالحئیؒ فرنگی محلیؒ متوفی ۱۳۰۴ھ حدیث کی تعریف پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۴ – واختلف عباراتهم في تفسير الحديث، فقال بعضهم: ما أضيف إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم قولاً أو فعلاً أو تقريرًا، أو إلى الصحابي، أو إلى التابعي، وحينئذ فهو مرادف السنة، وكثيرا ما يقع في كلام الحفاظ ما يدل على الترادف. وزاد بعضهم أو صفة، وقيل رُوياء أيضاً بل الحركات والسكنات النبوية في المنام واليقظة أيضاً، وعلى هذا فهو أعم من السنة (ظفر الامانی مع تعلیق علامہ شیخ ابوغدہ، ص:۲۴)

حدیث کی تفسیر وتعریف میں حضرات محدثین کی عبارتیں مختلف ہیں، بعض محدثین یوں تعریف کرتے ہیں وہ قول یا فعل یا تقریر جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب ہیں یا صحابی یا تابعی کی طرف ان کی نسبت ہے (وہ حدیث ہے) اس تعریف کی رو سے حدیث، سنت کے مرادف ہوگی اور حفاظ حدیث کے بکثرت کلام وتصرفات دونوں کے مرادف ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

اور بعض محدثین نے حدیث کی تعریف میں آنحضرت ﷺ کی صفات، اور خوابوں کا بھی؛ بلکہ بحالت نوم یا بیداری آپ کے حرکات وسکنات کا اضافہ کیا ہے؛ لہٰذا ان کی تعریف کے لحاظ سے حدیث میں سنت کے اعتبار سے وسعت وعمومیت ہوگی۔

سنت محدثین کی اصطلاح میں

حافظ الدنیا ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

۱ – والمراد "بالكتاب" القرآن المتعبد بتلاوته، و"بالسنة" ما جاء عن النبي ﷺ من أقواله وأفعاله وتقريره وما هَمَّ بفعله، والسنة في أهل اللغة الطريقة وفي اصطلاح الأصوليين والمحدثين ما تقدم. (کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ج:۱۳، ص:۳۰۶)

''الکتاب'' سے مراد قرآن ہے جس کی تلاوت کو عبادت گذاری ٹھہرایا گیا ہے، اور ''السنۃ'' سے مراد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقوال، افعال، تقریر اور وہ چیزیں ہیں جن کے کرنے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصد وارادہ فرمایا، اور سنت اصل لغت میں طریقہ کے معنی میں ہے اور علمائے اصول اور علمائے حدیث کی اصطلاح میں یہی ہے جس کا اوپر بیان ہوا۔

حافظ عسقلانیؒ کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ حضرات محدثین اور اصولیین سنت کے

اصطلاحی معنی میں متفق ہیں۔

۲- علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی بعینہٖ انہی الفاظ میں سنت کی تعریف ذکر کی ہے (دیکھئے عمدۃ القاری، ج:۲۵، ص:۲۳ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ کی ابتدائی سطور)

۳- حافظ السخاوی متوفی ۹۰۲ھ نے اپنی نہایت مفید و محققانہ تصنیف "فتح المغيث بشرح ألفية الحديث للعراقي" میں سنت کی تعریف یہ کی ہے "السنن المضافة للنبي صلى الله عليه وسلم قولاً له أو فعلاً أو تقريرًا، وكذا وصفًا وأيامًا" (ج:۱،ص:۱۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب قول، فعل، تقریر، نیز آپ کی صفات وایام سنت ہیں۔ حافظ سخاویؒ جنھوں نے سنت کی تعریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اور آپ سے متعلق تاریخ وواقعات کو بھی شامل کیا ہے، الفاظ کے تھوڑے سے فرق کے ساتھ انھوں نے یہی تعریف حدیث کی بھی کی ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ حدیث وسنت ان کے نزدیک ایک ہی ہیں۔

حدیث وسنت کو ایک معنی میں استعمال کی چند مثالیں

حافظ سخاویؒ اور علامہ فرنگی محلیؒ دونوں حضرات نے صراحت کی ہے کہ ائمہ حدیث کے کلام اور تصرفات سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث وسنت ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں، یعنی ان میں باہم نسبت تساوی کی ہے، تباین یا عام، خاص کی نسبت نہیں، ذیل میں اس کی چند مثالیں پیش کی جارہی ہیں:

۱- امام ابوداؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ اہلِ مکہ کے نام اپنے مشہور رسالہ ومکتوب میں اپنی سنن کے بارے میں لکھتے ہیں:

"فإن ذُكر لك عن النبي صلى الله عليه وسلم سُنّة ليس مما خرّجته فاعلم أنه حديث واهٍ" (رسالۃ الامام ابوداؤد السجستانی الی اہل مکۃ فی وصف سننہ مع تعلیق شیخ عبدالفتاح ابوغدہ، ص:۳۴)

"اگر تم سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کوئی سنت ذکر کی جائے، جس کی تخریج میں نے (اس کتاب میں) نہیں کی ہے تو جان لو کہ یہ حدیث ضعیف ہے"

امام ابوداؤد کی اس عبارت میں سنت وحدیث کا مرادف وہم معنی ہونا بالکل ظاہر ہے۔

۲- امام حافظ ابوبکر محمد بن موسیٰ حازمی متوفی ۵۸۴ھ ناسخ ومنسوخ کے موضوع پر اپنی نہایت مفید کتاب "الاعتبار في الناسخ والمنسوخ من الآثار" میں کتاب کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

فهذا كتاب أذكر فيها ما انتهيت إلى معرفته من ناسخ حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم ومنسوخه (خطبۃ الکتاب،ص:۳)اس کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان ناسخ ومنسوخ حدیثوں کا ذکر کروں گا، جن کی معرفت تک میں پہنچ سکا ہوں، اسی خطبۂ کتاب میں آگے چل کر لکھتے ہیں:

وإنما أوردنا نبذة منها ليعلم شدة اعتناء الصحابة بمعرفة الناسخ والمنسوخ في كتاب الله وسنة نبيه صلى الله عليه اذ شأنهما واحدة"(ص:۵)

میں نے یہ چند روایتیں پیش کی ہیں تاکہ معلوم ہوجائے کہ قرآن وسنت میں ناسخ ومنسوخ کی معرفت کا صحابۂ کرام کو کس درجہ اہتمام تھا کیونکہ دونوں کی صفت (وجوب عمل میں) ایک ہے۔ پہلی عبارت میں حدیث ناسخ ومنسوخ کا اور دوسری عبارت میں ناسخ ومنسوخ سنت کا لفظ استعمال کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ امام حازمی حدیث وسنت کو ایک معنی میں لیتے ہیں۔

۳-سنت کی لغوی تحقیق میں امام نوویؒ کی یہ عبارت تہذیب الأسماء والصفات کے حوالہ سے اوپر ذکر کی جاچکی ہے۔

وتطلق سنته ﷺ على الأحاديث المروية عنه صلى الله عليه وسلم.

اور سنت رسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اطلاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی احادیث پر ہوتا ہے۔امام نوویؒ کی اس عبارت سے سنت وحدیث کا ایک ہونا بالکل ظاہر ہے۔

۴-شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ حدیث وخبر کے درمیان فرق کے قول کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومن ثم قيل لمن يشتغل بالتواريخ وما شاكلها الأخباري، ولمن يشتغل بالسنة النبوية المحدث، وقيل بينهما عموم وخصوص مطلقاً فكل حديث خبر من غير عكس (نزہۃ النظر مع نور القمر،ص:۲۷)

اسی فرق کی بناء پر جو شخص تاریخ یا تاریخ جیسے امور میں اشتغال رکھتا ہے اسے اخباری (مورخ) کہا جاتا ہے اور جو سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں مشغول رہتا ہے اسے محدث کہا جاتا ہے، اور کہا گیا ہے کہ خبر وحدیث میں عموم وخصوص کی نسبت ہے۔لہٰذا ہر حدیث خبر ہے اور ہر خبر حدیث نہیں ہے۔ اس عبارت میں ایک جگہ سنت اور دوسری جگہ حدیث کا لفظ استعمال کیا ہے۔جس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک دونوں ایک ہیں۔

بغرض اختصار صرف چار مثالوں پر اکتفاء کیا گیا ورنہ علمائے حدیث کے کلام سے دونوں

کے مترادف ہونے کی بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

عام طور پر متأخرین محدثین حدیث وسنت کی اوپر مذکور یہی تعریف کرتے ہیں، اور اپنے کلام میں عام طور پر دونوں کو ایک ہی معنی میں استعمال کرتے ہیں جیسا کہ اوپر کی بیان کردہ تفصیلات سے معلوم ہو چکا ہے۔

ایک قدیم اصطلاح: علامہ محمد بن جعفر کتّانی متوفی ۱۳۴۵ھ اپنی مشہور اور نہایت مفید تصنیف "الرسالة المستطرفة لبيان مشهور كتب السنة المشرفة" میں کتب سنن کے تعارف میں لکھتے ہیں:

"ومنها كتب تعرف بالسنن وهى في اصطلاحهم الكتب المرتبة على الأبواب الفقهية من الإيمان والطهارة والزكاة إلى آخرها وليس فيها شيء من الموقوف لأن الموقوف لا يسمّٰى في اصطلاحهم سنة ويسمى حديثًا" (ص:۲۹)

اوران کتب حدیث میں بعض وہ ہیں جو سنن سے معروف ہیں اور سنن ان کی اصطلاح میں ابواب فقہیہ پر مرتب کتابیں ہیں یعنی ایمان، طہارت، صلاۃ، زکوٰۃ الی آخرہ یعنی اسی ترتیب پر پوری کتاب مرتب ہوتی ہے۔ اور سنن کی کتابوں میں موقوف روایتیں نہیں ہیں؛ کیونکہ ان کی اصطلاح میں موقوف کو سنت نہیں کہا جاتا ہے، بلکہ حدیث کہا جاتا ہے۔

سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ نے بھی اس اصطلاح کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

السلف أطلقوا الحديث على أقوال الصحابة والتابعين لهم بإحسان وآثارهم وفتاواهم (خلاصہ،ص:۳۰ ملا علی کی شرح شرح نخبۃ الفکر کے صفحہ ۱۵۳ پر ''خبر، حدیث اور اثر'' کے بیان میں کتاب کے محقق نے خلاصہ کی یہ عبارت اپنی تعلیق میں نقل کی ہے)

ائمہ سلف نے ''حدیث'' کا اطلاق صحابہ اور تابعین کے اقوال، آثار اور ان کے فتاویٰ پر کیا ہے۔

غالبًا اسی اصطلاح کے مطابق امام عبدالرحمٰن بن مہدیؒ نے امام سفیان ثوریؒ کی علوم میں جامعیت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

الناس على وجوه، فمنهم من هو إمام في السنة وإمام في الحديث، ومنهم من هو إمام في السنة وليس بإمام في الحديث، ومنهم من هو إمام في الحديث ليس بإمام في السنة، فأما من هو إمام في السنة وإمام في الحديث فسفيان الثوري (تقدمۃ الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم، ص:۱۱۸)

علماء متعدد صفات کے حامل ہیں، ان میں بعض وہ ہیں جو سنت میں امام ہیں اور حدیث میں بھی امام ہیں، اوران میں بعض وہ ہیں جو سنت میں امام ہیں اور حدیث میں امام نہیں ہیں، اوران میں بعض وہ ہیں جو حدیث میں امام ہیں سنت میں امام نہیں ہیں تو جو سنت اور حدیث دونوں میں امام ہیں وہ سفیان ثوریؒ ہیں۔ یعنی سفیان ثوریؒ احادیث مرفوعہ اور صحابہ وتابعین سے منقول آثار اور فتاویٰ سب میں امام وپیشوا تھے۔

متقدمین ائمہ حدیث کی سنت وحدیث کے بارے میں فرق کی یہ ایک اصطلاح تھی؛ لیکن متأخرین کے یہاں اس اصطلاح کا استعمال نہیں ہے۔ متقدمین ائمہ حدیث اگرچہ سنت وحدیث کے درمیان اصطلاحی طور پر یہ فرق کرتے ہیں؛ لیکن عام طور پر وہ شریعت میں صحابہ کے قول کو بھی حجت مانتے ہیں؛ اس لئے اس اصطلاحی فرق سے ان کی حجیت میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔

ایک اور اصطلاح: بہت سے اصولیین اور بعض محدثین بھی سنت وحدیث میں اصطلاحی طور پر یہ فرق کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل، تقریر اور طریق صحابہ سب پر سنت کا لفظ بولتے ہیں، اور حدیث وخبر کا اطلاق صرف آپ ﷺ کے فعل پر کرتے ہیں۔ مولانا عبدالحئ فرنگی محلی لکھتے ہیں:

ذكر ابن مَلَك في "شرح منار الأصول" انّ سنة تطلق على قول رسول الله صلى الله عليه وسلم وفعله، وسكوته وطريقة الصحابة، والحديث والخبر مختصان بالأول.

سنت کا اطلاق رسول خدا ﷺ کے قول، فعل، سکوت، اور طریقۂ صحابہ پر کیا جاتا ہے اور حدیث وخبر پہلے (یعنی قول رسول اللہ ﷺ) کے ساتھ خاص ہیں۔ (ظفر الامانی، ص:۲۴-۲۵)

محقق علاء الدین عبدالعزیز بخاری متوفی ۷۳۰ھ اصول بزدوی کی عبارت "تمسكاً بالسنة والحديث" کے تحت لکھتے ہیں:

السنة أعم من الحديث لانها تتناول الفعل والقول، والحديث مختص بالقول" الخ (کشف الاسرار، ج:۱، ص:۵۹)

''سنت''، ''حدیث'' سے عام ہے کیونکہ سنت فعل وقول (سب کو) شامل ہے اور حدیث قول کے ساتھ خاص ہے۔ یہی تفصیل تلویح اور عضدی میں بھی ہے۔

لفظ سنت وحدیث کے درمیان استعمال کا یہ فرق بھی بس اصطلاح ہی کی حد تک ہے، جس سے ان کی حجیت قطعاً متاثر نہیں ہوگی؛ کیونکہ جو حضرات سنت کو عام معنی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کے قول وفعل کے معنی میں لیتے ہیں وہ تو اسے حجت مانتے ہی ہیں اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو حدیث سے تعبیر کرتے ہیں اور سنت کا اطلاق اس پر نہیں کرتے ہیں وہ بھی اس حدیث قولی کو حجت قرار دیتے ہیں۔

سنت علمائے اصول کی اصطلاح میں

علمائے اصول جن کا موضوع احکام شرعی کے اصول و مآخذ کا بیان، اور کتاب وسنت کے نصوص سے اخذ معانی وغیرہ کے قواعد وضوابط کی تنقیح وتدوین ہے، جب وہ اپنے موضوع کے مطابق فقہی احکام کے دوسرے مصدر و مآخذ کی حیثیت سے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں تو اپنے فن کے تحت سنت کی تعریف بھی بیان کرتے ہیں بطور نمونہ اصول فقہ کی مستند و معروف چند کتابوں سے یہ تعریف نقل کی جارہی ہے۔

۱- قاضی بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ "منهاج الوصول إلى علم الأصول" میں لکھتے ہیں:

الكتاب الثاني في السنة: وهو قول الرسول صلى الله عليه وسلم او فعله الخ.

کتاب ثانی سنت کے بیان میں اور سنت رسول اللہ ﷺ کا قول یا فعل ہے۔

شیخ جمال الدین اسنوی متوفی ۷۷۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

أقول: السنة لغة هي العادة والطريقة قال الله تعالى: "قد خَلَتُ مِنُ قَبُلِكُم سُنَنٌ فَسِيُرُوُا في الاَرضِ" اى طرق، وفي الاصطلاح تطلق على ما يقابل الفرض من العبادات، وعلى ما صدر من النبي صلى الله عليه وسلم من الأفعال أو الأقوال ليست للإعجاز وهذا هو المراد ههنا، ولما كان التقرير عبارة من الكف عن الإنكار والكف فعل كما تقدم استغنى المصنف عنه به أى عن التقرير بالفعل" (نهاية السول في شرح منهاج الوصول إلى علم الأصول على الهامش التقرير والحبير، ج:۲، ص:۵۲)

میں کہتا ہوں کہ سنت لغت میں عادت اور طریقہ کے معنی میں ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قد خلت الخ یعنی تحقیق کہ تم سے پہلے طریقے گذر چکے ہیں، لہٰذا زمین میں گھوم پھر (کر انہیں دیکھ لو) (آیت میں مذکور لفظ سُنَن بمعنی) طریقے ہے، اور اصطلاح میں (۱) ان عبادتوں پر سنت کا اطلاق ہوتا ہے جو فرض کے مقابل ہیں، (۲) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ان افعال واقوال پر ہوتا ہے جو (صراحتاً) قرآن میں نہیں ہیں، اور اس جگہ یہی دوسرا اصطلاحی معنی مراد ہے، اور جب انکار سے رکنے کو تقریر سے تعبیر کیا جاتا ہے تو "کف" یعنی رکنا (ایک) فعل ہے اس لئے

قول کے ساتھ فعل کے ذکر کے بعد تقریر کے ذکر کی مصنف نے ضرورت نہیں سمجھی۔

۲-امام ابواسحاق الشاطبی متوفی ۷۹۰ھ لکھتے ہیں:

ويطلق لفظ السنة على ما جاء منقولا عن النبي صلى الله عليه وسلم على الخصوص بما لم ينص عليه في الكتاب العزيز بل إنما نص عليه من جهته عليه الصلوٰة والسلام كان بياناً لما في الكتاب؛ أولاً، ويطلق أيضاً في مقابلة البدعة، فيقال: "فلان على سنة إذا عمل على وفق ما عمل عليه النبي صلى الله عليه وسلم، كان ذلك مما نص عليه في الكتاب أولاً، ويقال: فلان على بدعة "إذا عمل على خلاف ذلك، وكأن هذا الإطلاق إنما اعتبر فيه عمل صاحب الشريعة فأطلق عليه لفظ السنة من تلك الجهة، وإن كان العمل بمقتضى الكتاب.

ويطلق أيضا لفظ السنة على ما عمل عليه الصحابة وجد ذلك في الكتاب أو السنة أو لم يوجد لكونه اتباعاً لسنة ثبتت عندهم لم تنقل إلينا، أو اجتهادًا مجتمعاً عليه منهم أو من خلفائهم... وإذا جمع ما تقدم تحصل منه في الإطلاق أربعة أوجه، قوله عليه الصلاة والسلام، وفعله، وإقراره- وكل ذلك إما متلقى بالوحى أو بالاجتهاد، وهذه ثلاثة، والرابع ما جاء عن الصحابة أوالخلفاء. (الموافقات، ج:٤، ص:٣ تا ٦)

اورلفظ سنت ان امور پر بولا جاتا ہے جو نبی ﷺ سے منقول ہوکر آئے ہیں بالخصوص وہ امور جوقرآن مجید میں منصوص نہیں ہیں؛ بلکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی جانب سے مذکور ہیں، پھر وہ امورقرآن کی مراد کا بیان وتفسیر ہوں، یا ایسے نہ ہوں۔

اورسنت کا لفظ بدعت کے مقابلہ میں بھی بولا جاتا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے فلاں سنت پر ہے؛ جبکہ اس کا عمل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے موافق ہو، خواہ یہ عمل ان اعمال میں سے ہو جن کی قرآن میں صراحت کی گئی ہے، یا ایسا نہ ہو، اور کہا جاتا ہے فلاں بدعت پر ہے؛ جبکہ اس کا وہ عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے موافق نہ ہو، گویا اس اطلاق میں صاحب شریعت (ﷺ) کے عمل کا اعتبار کیا گیا ہے، اور اسی لحاظ سے اس پر سنت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اگرچہ وہ عمل بتقاضائے کتاب الٰہی ہو۔

نیز لفظ سنت کا اطلاق صحابہ کرامؓ کے عمل پر بھی ہوتا ہے قرآن وحدیث میں اس کے وجود سے ہم واقف ہوں یا نہ ہوں؛ کیونکہ صحابہؓ کا یہ عمل یا تو سنت کی اتباع میں ہوگا جو ان کے نزدیک

ثابت تھی اور ہم تک نہیں پہنچی یا ان کے اجماعی اجتہاد یا خلفاء کے اجتہاد کی بناء پر ہوگا...ان مذکورہ صورتوں کو جمع کیا جائے تو سنت کے اطلاق کی چار صورتیں نکلیں گی: (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول، (۲) آپ کا فعل، (۳) آپ کا اقرار واثبات اور یہ سب یا تو وحی سے حاصل شدہ ہوں گی یا اجتہاد سے یہ تین قسمیں ہوئیں، (۴) اور چوتھی قسم صحابہؓ یا خلفاءؓ سے ثابت شدہ امور ہیں۔

محقق ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ نے اصول فقہ میں اپنی مشہور وکثیر الفائدہ تصنیف ''التحریر'' میں سنت کی تعریف یہ کی ہے: ”وفي الاصول قوله عليه السلام وفعله و تقريره وفي فقه الحنفية: ما واظب على فعله مع ترك بلا عذر ليلزم كونه بلا وجوب، وما لم يواظبه مندوب ومستحب“ (التقریر والتحبیر شرح التحریر، ج:۲،ص:۲۲۳)

سنت اصول فقہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر کو کہتے ہیں، اور فقہ حنفی میں جس فعل پر آپ نے مواظبت فرمائی ہے بغیر عذر کے کبھی کبھار ترک کے ساتھ (ترک بلا عذر کی قید اس لئے ہے) تاکہ لازم ہو جائے کہ اس فعل پر ہمیشگی بطور وجوب کے نہیں تھی (کیونکہ بلا عذر ترکِ فعل کی واجب میں رخصت واجازت نہیں)

اس تعریف کا صاف مطلب یہ ہے کہ فقہائے اصول جب فقہ کے ادلۂ اربعہ کے ضمن میں سنت کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی تعریف آنحضرت ﷺ کے قول وفعل سے کرتے ہیں تو یہی سنت ان کے نزدیک مسائل کے لئے دلیل وحجت ہوتی ہے اور عبادات کے مراتب کی تعیین کے وقت بالخصوص فقہائے احناف فرض وواجب کے بعد اور نفل سے پہلے جب لفظ سنت کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی تعریف ما واظب على فعله الخ یا الطريقة المسلوكه في الدين سے کرتے ہیں تو اس سنت کا ان کے نزدیک احکام شرعی کی حجت ودلیل ہونے سے کوئی تعلق نہیں ہے؛ بلکہ یہ تو اس حکم شرعی کا عرفی نام ہے جو آنحضرت ﷺ کے عمل مع المواظبة بترك ما سے ثابت ہوا ہے۔

سنت کی اصولی وفقہی یہی تعریفیں قدیم وجدید سب مصنّفین اپنی اصول فقہ کی کتابوں میں بیان کرتے ہیں، ان سب کے ذکر میں تکرار محض اور طوالت ہے؛ اس لئے بطور نمونہ تین ماہر فن علماء کی تحریروں پر اکتفا کیا جارہا ہے، جن میں پہلے شافعی دوسرے مالکی اور تیسرے حنفی ہیں۔

❀ ❀ ❀

انکارِ حدیث کے نتائج

مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ



سلسلہ مطبوعات - ۲۵۷

انکارِ حدیث کے نتائج

مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ علیہ

المیزان ناشران و تاجران کتب
الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور پاکستان فون: ۷۲۱۲۷۶۲، ۷۱۲۲۹۸۱-۰۴۲

کے ساتھ تمسخر کرنے والوں کے متعلق اعلان کیا گیا کہ ان کے قلوب پر خدائی مہر لگ چکی ہے، جس کی وجہ سے وہ ایمان ویقین اور رشد وہدایات کی استعداد گم کر چکے ہیں اور ان لوگوں کی ساری تگ ودو خواہش نفس کی پیروی تک محدود ہے۔

وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ حَتّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ آنِفًا . أُولٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ . (محمد:١٦)

(ترجمہ) اور بعض آدمی ایسے ہیں کہ وہ آپ ﷺ کی طرف کان لگاتے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ لوگ آپ ﷺ کے پاس سے اٹھ کر باہر جاتے ہیں تو دوسرے اہل علم سے (آپ ﷺ کے ارشادات کی تحقیر کے طور پر، کہتے ہیں کہ حضرت نے ابھی کیا بات فرمائی تھی؟ یہ وہ لوگ ہیں کہ حق تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی، اور وہ اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ بتصرف یسیر)

۱۸- اسلامی دستور کا دوسرا ماخذ احادیث نبوی ہیں

قرآن کریم نے صاف صاف یہ اعلان بھی کر دیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو صرف اسی مقصد کے لئے بھیجا جاتا ہے کہ ان کی اطاعت کی جائے۔ پس آنحضرت ﷺ کی اطاعت سے انکار اور آپ کے ارشادات سے سرتابی کرنا گویا انکار رسالت کے ہم معنی ہے۔ اس طرح آپ کی اطاعت کے منکرین انکار رسالت کے مرتکب ہیں۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ . (النساء:٦٤)

(ترجمہ) اور ہم نے تمام پیغمبروں کو خاص اسی واسطے مبعوث فرمایا ہے کہ بحکم خداوندی ان کی اطاعت کی جائے۔

قرآن کریم کی وہ آیات جن میں آنحضرت ﷺ کی اطاعت کو اہل ایمان کے لئے لازم قرار دیا گیا ہے، بے شمار ہیں۔ ان میں سے یہ چند آیات آپ کے سامنے ہیں۔ کتاب اللہ کے ان واضح اعلانات کی روشنی میں یہ فیصلہ بالکل آسان ہے، کہ اسلام میں ذات اقدس رسالت مآب ﷺ کے ارشادات کا مرتبہ کیا ہے؟ جب نبی کریم ﷺ کے اقوال وافعال کی اطاعت اور پیروی کا حکم خود قرآن ہی میں موجود ہے اور جب قرآن کریم ہی آپ ﷺ کی اطاعت کو عین اطاعت خداوندی قرار دیتا ہے، اور آپ ﷺ کے اقوال کو جب قرآن ہی وحی خداوندی بتلاتا ہے (وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوىٰ، اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوحىٰ) اور آپ ﷺ کے کلمات طیبات کو جب قرآن ہی ''گفتہ او

گفتۂ اللہ بود" کا مرتبہ دیتا ہے تو بتلایا جائے کہ حدیث نبوی کے حجت دینیہ ہونے میں کیا کسی شک وشبہ کی گنجائش رہ جاتی ہے؟ اور کیا حدیث نبوی کا انکار کرنے سے کیا خود قرآن کو بدل ڈالنا نہیں ہوں گے۔ اور اس پر بھی غور کرنا چاہئے کہ قرآن کریم بھی تو امت نے آنحضرت ﷺ ہی کی زبان مبارک سے سنا، اور سن کر اس پر ایمان لائے۔ آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا کہ "یہ قرآن ہے" یہ ارشاد بھی تو حدیث نبوی ہے۔ اگر حدیث نبوی حجت نہیں تو قرآن کریم کا قرآن ہونا کس طرح ثابت ہوگا۔ آخر یہ کونسی عقل و دانش کی بات ہے کہ اس مقدس و معصوم زبان سے صادر ہونے والی ایک بات تو واجب التسلیم ہو اور دوسری نہ ہو؟

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے ایک موقع پر فرمایا تھا۔

"یہ تو میرے میاں (ﷺ) کا کمال تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اور یہ میرا کلام ہے، ورنہ ہم نے تو دونوں کو ایک ہی زبان سے صادر ہوتے ہوئے سنا تھا۔"

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن تو حجت ہے مگر حدیث حجت نہیں ہے ان ظالموں کو کون بتلائے کہ جس طرح ایمان کے معاملہ میں خدا اور رسول کے درمیان تفریق نہیں ہوسکتی کہ ایک کو مانا جائے اور دوسرے کو نہ مانا جائے۔ ٹھیک اسی طرح کلام اللہ اور کلام رسول کے درمیان بھی اس تفریق کی گنجائش نہیں۔ کہ ایک کو واجب الاطاعت مانا جائے اور دوسرے کو نہ مانا جائے۔ ایک کو تسلیم کر لیجئے تو دوسرے کو بہر صورت تسلیم کرنا ہوگا اور ان میں سے ایک کا انکار کر دینے سے دوسرے کا انکار آپ سے آپ ہو جائے گا۔ خدائی غیرت گوارا نہیں کرتی کہ اس کے کلام کو تسلیم کرنے کا دعویٰ کیا جائے، اور اس کے نبی ﷺ کے کلام کو ٹھکرایا جائے۔ وہ ایسے ظالموں کے خلاف صاف اعلان کرتا ہے۔

فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ.

ترجمہ: "پس اے نبیؐ! یہ لوگ آپ کے کلام کو نہیں ٹھکراتے بلکہ یہ ظالم اللہ کی آیتوں کے منکر ہیں۔"

لہٰذا جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے اور کلام اللہ کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں انہیں لامحالہ رسول اور کلام رسول ﷺ پر بھی ایمان لانا ہوگا۔ ورنہ ان کا دعویٰ ایمان حرف باطل ہے۔

۲۔ مرتبہ حدیث خود صاحب حدیث کی نظر میں

"حدیث نبوی... حجت ہے یا نہیں؟" اس نزاع کا جو فیصلہ قرآن کریم نے فرمایا ہے وہ

حدیثِ رسول کا قرآنی معیار

صلی اللہ علیہ وسلم

علم حدیث کی اہمیت عظمت اور اقسام کا قرآن کریم سے محققانہ ثبوت

حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ

مہتمم دارالعلوم دیوبند

ناشر

ادارہ اسلامیات

۱۹۰- انارکلی ۰ لاہور

حدیثِ رسولؐ

کا

قرآنی معیار

علم حدیث کی اہمیت وعظمت اور اقسام کا قرآنِ کریم سے محققانہ ثبوت

رشحۂ قلم

حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند

ناشر

ادارۂ اسلامیات ۱۹۰، انارکلی لاہور

ہوگا اس لئے اس کا بھی اطمینان دلایا گیا کہ امت کی خیریت کسی خاص دور کے طبقہ کے ساتھ مخصوص نہیں خواہ وہ اول کا ہو یا آخر کا، بلکہ دین کی خوبی و خولصورتی وہی اگلی کیفیت و حقیقت اور وہی اصلی خیر و برکت ہر دور میں قائم رہے گی۔

چنانچہ بشارت دی گئی کہ۔

ابشروا و ابشروا انما مثل امتی مثل الغیث لایدری اخرہ خیر ام اولہ، الخ	بشارت حاصل کرو اور خوشخبری لو کہ میری امت کی مثال بارش کی سی ہے نہیں جانا جاسکتا کہ اس کا اول قطرہ زمین کے لئے زیادہ نافع تھا یا آخر کا۔

(یعنی خیریت اور نافعیت امت کے تمام قرون میں پھیلی ہوئی ہے درجات و مراتب کا فرق ضرور ہوگا مگر اصل خیر ہر مرحلہ پر بدستور قائم رہے گی،

بہرحال ہر صدی کے سرے پر، صدی کے اندر، اور ہر صدی کی ہر ہر ساعت میں ایسی شخصیتوں کے وجود و بقاء کی خبریں اور وعدے لسان نبوت پر دیئے گئے ہیں جو دین کی حفاظت و صیانت کے لئے جارحۂ حق اور وسائط الٰہی ثابت ہوں گی جس سے دین اپنی اصلی صورت و حقیقت اور کیفیت و کمیت کے ساتھ تاقیام قیامت باقی اور محفوظ رہے گا اور کوئی وقت بھی امت پر انقطاع حق کا نہیں گزرے گا۔

دین کی دو اصلیں

مگر یہ ظاہر ہے کہ دین کی یہ حفاظت بیرونی اور خارجی وسائل سے متعلق ہے، ذاتی حفاظت یہ ہے کہ خود دین اپنی ساخت پرداخت اور وضع کے لحاظ سے اٹل اور بذات خود محفوظ رہنے کی اسپرٹ اپنے اندر رکھتا ہو اسلامی شریعت اپنے اصول و مبانی اور دلائل و براہین کے لحاظ سے بذات خود بھی من جانب اللہ محفوظ و اٹل ہے جس میں کسی رخنہ اندازی کی گنجائش نہیں۔ یعنی حفاظت دین کی دوسری صورت بھی اختیار کی گئی کہ خود اس کی ذاتی حجۃ کو اٹل بنایا گیا اور اس طرح کہ اس دین کی دو ہی اصلیں ہیں جو مصدر شریعۃ اور دین کا سرچشمہ ہیں۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ۔ یوں اس دین کی دو اصلیں اور بھی ہیں جن کا نام اجماع اور قیاس ہے جو بلاشبہ واجب الاطاعۃ ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم نے امت پر تین ہی اطاعتیں فرض بھی فرمائی ہیں۔ اطاعت خدا۔ اطاعتِ رسول۔ اور اطاعت اولی الامر یعنی راسخین فی العلم کے اجتہادی نظائر کی اطاعت، یا اس قسم کے ہم قرن اہل رسوخ کی اجماع کردہ شئے کی اطاعت جو یقیناً حجت شرعی ہے یہ قیاس اور اجماع کی دونوں اصلیں باوجود حجت شرعیہ ہونے کے تشریعی نہیں بلکہ تفریعی ہیں جو مستقل بالحجۃ نہیں۔ جب تک کہ ان کا رجوع کتاب و سنت کی طرف نہ ہو کیوں کہ ما یجمع علیہ جس پر اجماع کیا جائے، وہی معتبر ہوسکتا ہے جس پر پہلے سے کوئی دلیل کتاب و سنت سے قائم ہو ورنہ مجرد میل اور محض ہوئی سے کسی چیز پر جمع ہوجانا اجماع نہیں درحالیکہ

امت میں ایسا اجماع جو گمراہی پر ہو، ہو بھی نہیں سکتا۔ اسی طرح قیاس کی تعقیس (یعنی قیاسی تجزیہ) وہی معتبر ہو سکتا ہے جس کا مقیس علیہ (جس پر قیاس کیا جائے)، کتاب و سنت میں موجود ہو اور اس مقیس اور مقیس علیہ میں کوئی رشتۂ جامعیت بھی ہو جو منصوص کے حکم کو غیر منصوص میں منتقل کر دے پس ان کی تشریعی حیثیت خود اصل نہیں بلکہ کتاب و سنت کے تابع ہے۔ اس لئے دین کی مستقل حجت اور تشریعی اصلیں دو ہی رہ جاتی ہیں ایک کتاب اللہ دوسرے سنت رسول اللہ۔ گو، بعض علماء نے ایک تیسری چیز اجتہاد نبوت کو بھی مستقل حجت اور مصدر احکام کہا ہے لیکن وہ بھی مستقل بالحجیۃ نہیں۔ کیوں کہ جب کوئی حکم منصوص نازل نہ ہوتا اور بعد انتظار آپ اجتہاد فرماتے تو در صورت صواب بذریعہ وحی یا سکوت رضا آپ کو اس پر مستقر کر دیا جاتا جو حکم میں سنت کے ہو جاتا ورنہ علی الفور تنبیہ کر کے اس سے ہٹا دیا جاتا تھا۔ اس لئے اس کا مرجع بھی بالآخر وحی ہی نکلی متلو ہو یا غیر متلو یعنی کتاب اللہ یا سنت نبوی اس لئے مستقل حجتیں وہی دو رہتی ہیں۔ کتاب اور سنت اور جب کہ یہی دو اصلیں تشریعی تھیں جو آخر کی دو تفریعی اصلوں سے بالاتر بلکہ ان کی اساس تھیں تو قرآن کریم نے جس طرح چاروں اصلوں کو وجوب اطاعت میں جمع فرما دیا تھا (جس طرف ابھی اشارہ گزرا)، اسی طرح اکثر مواقع پر صرف ان دو اصلوں کو وجوب اتباع میں جمع فرمایا ہے گویا نفس حجیت میں قرآن و حدیث کو مساوی اور متوازی شمار کیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ۔

اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے عمل کو باطل مت کرو۔

اور کہیں فرمایا۔

وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا۔

اور اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ڈرتے رہو۔

کہیں ارشاد ہوا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ۔

اے ایمان والو اجابت کرو اللہ کے حکم کی اور رسول کے حکم کی جب کہ وہ تمہیں بلائیں۔

کہیں فرمایا۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ۔

اور کسی مومن اور مومنہ کے لئے اختیار، نہیں رہتا کہ مانیں یا نہ مانیں جب اللہ و رسول کی طرف سے کسی امر میں حکم آجائے۔

ان آیات سے کلام خدا، اور کلام رسول کا مستقلاً حجت شرعیہ ہونا واضح ہے کہ حجت قرآن کے ساتھ حجیت حدیث کی بھی روشن دلیل ہے لیکن پھر ان

دونوں اصلوں میں باوجود دونوں کے حجت مستقلہ ہونے کے باہم ایک فرق بھی ہے
اور وہ یہ کہ کتاب حجۃ قاطع ہے اور حدیث سوائے متواتر کے حجت ظنی ہے کیوں کہ
حدیث غیر متواتر کا ثبوت اس درجہ کا نہیں جس درجہ کا قرآن حکیم ہے اس لئے جو
درجہ ان کے ثبوت کا ہے وہی درجہ ان کی حجت کا بھی ہے ۔

رسُول نورِ مطلق اور ظلمتِ محض میں واسطۂ وصُول ہے

نیز قرآن حکیم اصل کلی ہے اور حدیث اس کا بیان ہے جس کے بغیر قرآن حکیم کے
مضمرات اور مرادات کا انکشاف دشوار بلکہ عادۃً ناممکن ہے کیونکہ قرآن کریم اسلام
کا صرف بنیادی قانون اور دستور اساسی ہی نہیں بلکہ معجزہ بھی ہے جو اپنے لفظ و معنی
اور تعبیر و مفہوم دونوں ہی کے لحاظ سے اعجازی شان رکھتا ہے نہ الفاظ کی ترکیب
اور جوڑ بند اور انداز بیان ہی میں اس کا مثل لایا جانا مخلوق سے ممکن ہے اور نہ ہدایت
واحکام کی جامعیت علوم و معارف کی گہرائی اور مضامین کی ہمہ گیری ہی میں اس کی
نظیر بنا لیا جانا ممکن ہے ۔

چنانچہ اس کی تعبیر نے دنیا کو تھکا دیا کہ وہ اس کے چیلنجوں کے باوجود اس کا مثل نہ
لا سکی ، ایسے ہی اس کی معنوی وسعتوں اور ہمہ گیر گہرائیوں نے بھی دنیا کو عاجز کر دیا کہ وہ
اس جیسی جامع علوم و معارف اور حاویٔ احکام و اصول کتاب یا اس کے کسی جزو جیسا
کوئی جزو لا سکے کہ جس کی ایک ایک تہ اور شکن میں صدہا علوم کے دریا چھپے پڑے

ہیں جو تیرہ صدیوں سے مسلسل نکلتے چلے آ رہے ہیں اور ہنوز ان کی تھاہ کا پتہ نہیں ۔

حرف حرفش راست اندر معنیٰ
معنیٰ در معنیٰ در معنیٰ

ظاہر ہے کہ اتنے بے شمار اور لفظ لفظ میں سموئے ہوئے علوم و معارف کا
اس سے نکال لانا بھی عامۂ خلائق کے فہم سے بالاتر تھا ورنہ اگر بشریت کا دماغ ،
اور فہم اتنا جامع ، اتنا ہمہ گیر ، اور اتنا وسیع و عمیق ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ ان سے
ایسے کلام کے بنا لینے یا کسی نہ کسی حد تک اس کے مثل لے آنے کی توقع نہ کی جا سکتی اور
یہ بالکل ہی ناممکن ہوتا ۔ آخر قرآن کریم جیسا کلام جن و انس مل کر اس لئے تو نہیں لا
سکتے کہ ان کے ذہن و ذکا ، و فہم و عقل اور علم و ادراک میں وہ لاتحدیدی اور ہمہ
گیری نہیں جو ایسے اعجازی کلام کے لئے درکار ہے ۔ اس لئے اس تنگیٔ فہم اس محدودیت
ذہن اور قلیل و علیل علم میں یہ سکت نہیں کہ وہ قرآن جیسا وسیع و عمیق اور معجزانہ کلام
صادر کر سکے سو وہی تنگیٔ فہم اور محدودیت ذہن و فکر یہاں بھی موجود ہے جو اس معجز
کلام کے تمام مشمولات کے سمجھنے میں اپنے عجز و درماندگی کو نہیں چھپا سکتی اور اس
میں یہ گنجائش نہیں نکل سکتی کہ وہ قرآن کے معجزانہ اصولی اور کلی جملوں سے نکلتے
ہوئے دقائق و حقائق کا ادراک اور کئی کئی معانی اور وجوہ میں سے مراد اور غیر مراد کا
تعین محض اپنے فہم کے بل بوتہ پر بلا کسی رہنمائی کے از خود کر سکے ۔ اس لئے حق تعالیٰ نے
اپنے مطالب و مرادات کے بیان کی ذمہ داری خود لے کر اس بارہ میں اپنے رسول

حدیثِ رسول کا قرآنی معیار

صلی اللہ علیہ وسلم

علمِ حدیث کی اہمیت عظمت و اقسام کا قرآنِ کریم سے محققانہ ثبوت

حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ

مہتمم دارالعلوم دیوبند

ناشر

اِدارۂ اسلامیات

۱۹۰- انار کلی ○ لاہور

حدیثِ رسولؐ

کا

قرآنی معیار

علم حدیث کی اہمیت و عظمت اور اقسام کا قرآنِ کریم سے محققانہ ثبوت

رشحۂ قلم

حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند

ناشر

ادارۂ اسلامیات ۱۹۰، انارکلی لاہور

ہے تو بیان تعیین کیا جائے گا اگر آیت کا پیش کردہ حکم مقدار کے لحاظ سے
مبہم ہے جسے حدیث نے مشخص کیا ہے تو بیان تقریر کہا جائے گا۔ اگر آیت
کے کسی اجمال کو حدیث نے کھولا اور پھیلایا ہے تو بیان تفصیل ہوگا اگر آیت
کے کسی چھوڑے ہوئے مضمون مثلاً کسی قصہ کے ٹکڑے کو یا دلیل کے کسی مقدمہ
کو حدیث نے اس کے ساتھ ملا دیا تو بیان الحاق کہا جائے گا، اگر آیت کے
حکم کی وجہ حدیث نے ظاہر کی ہے تو بیان توجیہ کہا جائے گا، اگر آیت کے
کسی کلیہ کا کوئی جزیہ حدیث نے ذکر کر دیا ہے تو بیان تمثیل ہوگا، اگر حکم آیت
کی علت حدیث نے واضح کی ہے تو بیان تعلیل کہا جائے گا، اگر کسی قرآنی
حکم کے خواص و آثار حدیث نے کھولے ہیں تو بیان تاثیر کہا جائے گا، اگر کسی
حکم آیت کی حدود حدیث نے واضح کی ہوں تو بیان تحدید کہا جائے گا، اگر
کسی عام کا کوئی فرد مشخص کر دیا ہو تو بیان تخصیص کہا جائے گا، اگر آیت کے
کسی جزیہ کے مشابہ کوئی جزیہ کسی مشترک علت کی بنا پر حدیث نے پیش کیا ہو
تو بیان قیاس کہا جائے گا، اگر آیت کے کسی اصول کلی سے حدیث نے
کوئی جزیہ مستنبط کر کے پیش کیا ہے تو بیان تفریع کہا جائے گا، اور اگر قرآن
کے کسی جزیہ سے حدیث نے کوئی کلیہ اخذ کر کے نمایاں کیا ہو تو بیان استخراج کہا
جائے گا وغیرہ وغیرہ جن کی مثالیں طول کے خیال سے نقل نہیں کی گئیں، غرض
حدیث نبوی قرآن کا بیان ہے اور بیان کی مختلف انواع ہیں جو نوعیت مضامین

کے لحاظ سے مشخص ہوتی ہیں اور انہی کی مناسبت سے اس بیان کا نام اور عنوان
مشخص ہوتا ہے۔

کتاب و سنت کا مابینی ربط اور اس کا فہم

اب یہ کام مجتہد یا راسخ فی العلم کا ہے کہ سنت کے ان بیانات کی نوعیت
کا پتہ چلا کر اسی کے مناسب اس بیان کو کتاب اللہ کی طرف رجوع کر دے
اور اس بیان کو اس سے ماخوذ ثابت کر دے مگر اس میں نہ ہر کس و ناکس کا فہم
معتبر ہے نہ ہر ایک کو یہ علمی قوت حاصل ہے کہ وہ کتاب و سنت کے مابینی
علاقہ اور رابطہ کا پتہ چلا کر اس پر حکم لگائے یہ کام ارباب استنباط اور اصحاب
تفقہ و اجتہاد کا ہے کہ وہ اس غامض علم پر بتوفیق خداوندی مطلع ہوں اور عوام
علماء کو مطلع کریں۔

حدیث بحیثیت حجت مستقل

بہر حال جس قدر بھی حدیثی احکام ہیں وہ در حقیقت قرآن ہی سے ماخوذ اور اسی کا بیان ہیں البتہ
ان کی خاص نوعیت کی وجہ سے ان میں دو جہتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ایک جہت
تابع قرآن ہونے کی ہے سو اس جہت سے اس کا نام بیان قرآن ہوگا گو اس
بیان اور قرآن کا درمیانی واسطہ دقیق ہو اور بغیر عمیق علم کے ہر ایک پر نہ کھلے
دوسری جہت اس کی تشریع احکام کی ہے اس کی رو سے حدیث ایک مستقل
مصدر تشریع اور شریعت کی حجت مستقلہ ثابت ہوگی اس لئے جن نصوص سے حدیث

کا بیان ہونا واضح ہوتا ہے ان سے تو حدیث کی تابعیت اور فرعیت کی شان نمایاں کی گئی ہے اور جن نصوص سے حدیث مصدر تشریع ثابت ہوتی ہے ان سے اس کے احکام کو مثل احکام قرآن بتلا کر حدیث کا قرآن کے مماثل حجت شرعیہ ہونا واضح کیا گیا ہے جیسے حدیث نبوی میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

الا انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ	خبردار رہو کہ مجھے قرآن کے ساتھ اس کا مثل بھی دیا گیا ہے۔ (ابوداؤد)

اور فرمایا گیا۔

وانما حرم رسول اللہ کما حرم اللہ۔	اور تحقیق رسول اللہ نے بعض چیزیں حرام کی ہیں جیسے اللہ نے حرام کیں۔

اس سے تشریعی طور پر حدیث کی استقلالی شان واضح کی گئی ہے رہا یہ پہلو کہ بعض وہ احکام جو احادیث میں ہیں اور قرآن میں نہیں جیسے مقدام بن معدی کرب کی حدیث میں آپ نے حجیت حدیث اور اس کی مستقل تشریعی شان کو نمایاں کرتے ہوئے فرمایا کہ حمار اہلی کی حرمت قرآن میں نہیں اسے رسول اللہؐ نے حرام کیا ہے یا درندوں کے گوشت کی حرمت کلام اللہ میں نہیں کلام رسول میں ہے وغیرہ وغیرہ جن سے حدیث کی نہ صرف مستقل شان تشریع ہی قرآن سے الگ ہو کر ثابت ہوتی ہے بلکہ بظاہر بعض احکام کا قرآن سے علاقہ بھی ثابت نہیں ہوتا جو بظاہر حدیث کے بیانِ قرآن ہونے کے منافی اور سابقہ دعویٰ کے خلاف

ہے جس میں تمام احادیث کے بیان قرآن ہونے کا ادعیٰ کیا گیا تو جواب یہ ہے کہ یہ روایت اور یہ احکام حدیث بھی بیان قرآن ہونے سے نہیں نکل سکتے کیونکہ اس قسم کی روایات کے احکام گو جزوی طور پر کسی خاص آیت پر نظر نہ پڑیں مگر وہ کلی طور پر آیت کے ذیل کے بیان ثابت ہوں گے جسے قرآن نے ایک مستقل اصول کی حیثیت سے بیان فرما دیا ہے۔

ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا۔	جو رسول لا کر دیں اس کو لے لو اور جس سے روک دیں اس سے رک جاؤ۔

پس اس قسم کے تمام احکام جن کو اللہ کے رسول نے مشروع فرمایا ہے درحقیقت اس مذکورہ آیت کا بیان واقع ہو رہے ہیں جس میں رسول کو خود احکام دینے کی ہدایت دی گئی ہے اور تشریع رسول کو تشریع الٰہی کے متوازی قرار دیا گیا ہے گویا اوپر کی دو ذکر کردہ حدیثیں درحقیقت اس آیت کا بیان واقع ہو رہی ہیں اور اس طرح حدیث نبوی کے دیئے ہوئے مستقل احکام سب اسی آیت کے نیچے آ کر بیان قرآن ثابت ہو جائیں گے۔ چنانچہ سلف صالحینؒ اور صحابہ کرامؓ ایسے مستقل حدیثی احکام کو اسی آیت کی رو سے قرآنی احکام اور بیان قرآن کہتے تھے سیدنا حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک بڑھیا نے کہا کہ آپؓ گودھنے والی عورت پر لعنت کرتے ہیں حالانکہ قرآن میں گودھنے کی ممانعت کہیں بھی نہیں ہے۔ فرمایا کاش تو قرآن پڑھی ہوتی، کیا قرآن میں یہ آیت نہیں ہے

کہ جو رسول لا کر دیں اسے لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ۔ کہا ہاں
یہ تو ہے، فرمایا کہ بس اسی کی رو سے رسول نے داشمہ، گودھنے والی، پر لعنت کی
اور اس فعل قبیح سے روکا، تو یہ حکم رسول اس آیت کا بیان ہو کر قرآنی حکم ہو گیا
یا جیسے امام شافعیؒ نے ایک بار حرم مکہ میں بیٹھ کر علمی جوش میں فرمایا کہ آج میں
ہر سوال کا جواب قرآن سے دوں گا، تو کسی نے حرم میں قتل زنبور، تتیا مارنے، کا
حکم پوچھا کہ قرآن میں کہاں ہے؟ جو امام شافعیؒ کا مذہب ہے، فرمایا آیت،
ما آتاکم الرسول سے۔ تو حکم رسول کا ماننا واجب نکلا اور حدیث اقتدوا
بالذین من بعدی ابی بکر و عمر، میرے بعد ابو بکر و عمر کی اقتدا کرو، سے
سیدنا حضرت ابو بکر و سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حکم کا ماننا واجب نکلا، اور
سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یقتل الزنبور فی الحرم، حرم میں
تتیا، بھڑ، ماری جا سکتی ہے، اس لئے یہ قتل زنبور کا حکم بیک واسطہ آیت،
ما آتاکم الرسول، کا بیان ثابت ہو کر قرآنی حکم ثابت ہوا۔

بہر حال حدیث کی دو جہتیں ثابت ہوتی ہیں، ایک بیان قرآن ہونے کی جو
اس کے تفریعی ہونے کی دلیل ہے، اور ایک اس کے مستقل حجت ہونے کی جو مخفی
رشتہ سے گو بیان قرآن بھی ہو مگر جلی طور پر وہ حکم رسول اور حکم حدیث ہے جو حجیت
میں اس کے مماثل قرآن ہونے کی جہت ہے۔ اس لئے حدیث میں ان دو پہلوؤں
کے لحاظ سے دو شانیں پیدا ہو جاتی ہیں، ایک اصل ہونے کی اور ایک فروع

ہونے کی، سو وہ قرآن کے لحاظ سے تو فرع مانی جاوے گی کہ وہ اس کا بیان ہے
اور تابع اصل ہوتا ہے اور اجتہادی فقہوں کے لحاظ سے اصل مانی جاوے گی۔
کہ احکام اس سے ماخوذ بھی ہیں اور اس سے شرح شدہ بھی ہیں۔ اس طرح،
حدیث ایک برزخ کبریٰ ثابت ہوئی جو قرآن سے علم لیتی ہے اور فقہ کو دیتی
ہے۔ اگر حدیث درمیان میں نہ ہو تو فقہ کا کوئی جوڑ براہِ راست قرآن سے نہیں
لگ سکتا، اور مفہوم بھی نہیں ہو سکتا۔

قرآن اور فقہ کیساتھ حدیث کا ربط

اسی بنا پر امت میں حدیثِ نبویؐ کی جو اہمیت تسلیم کی گئی ہے وہ کسی
علم کی نہیں کیوں کہ وہ قرآن کی تو تفسیر ہے اور فقہ کا متن ہے اس لئے حدیث
کے بغیر نہ قرآن حل ہو سکتا ہے نہ فقہ بن سکتا ہے اس لئے املاء حدیث کی،
مجلسیں اور حدیث سنانے کی محفلیں جس دھوم دھام سے اسلامی حلقوں میں
منعقد ہوئیں دنیا کی کسی قوم میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی کہ اپنے رسول کے،
کلام کو اس تحفظ اور تیقظ کے ساتھ کسی قوم نے محفوظ کر دکھایا ہو، اور اس سے
نوع بنوع مسائل اور شرائع اور علوم کا استنباط کیا ہو۔ حدیث کے بارے
میں یہ دھوم دھام درحقیقت قرآن فہمی کی دھوم دھام تھی اور ساتھ ہی ساتھ
فقہ سازی کی دھوم دھام بھی تھی جو فقہ، قرآن و حدیث کے اجمالات کی،
تفصیل اور کتاب و سنت کے تخم سے نکلا ہوا ایک شجرۂ طیبہ ہے جس کی جڑ

باسمہٖ سبحانہٗ

قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لا یحب الکافرین

سورۃ آل عمران

فتنۂ انکارِ حدیث

اور

اُس کا پسِ منظر

از

مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ

ادارہ اسلامیات
پبلشرز بک سیلرز ایکسپورٹرز

باسمہ سبحانہ

قل أطيعوا الله والرسول فإن تولوا فإن الله لا يحب الكافرين

سورۃ آل عمران

فتنۂ انکارِ حدیث

اور

اُس کا پس منظر

از

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنی

ناشر

ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انار کلی لاہور ۲

(۶) منکرینِ حدیث اٹکل پچو بہت سی جاہلانہ باتیں کرتے ہیں۔ ان باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ فلانی بات قرآن میں نہیں ہے لہٰذا دین میں نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو اپنے دین میں شامل فرمانا ہوتا تو اس کا حکم بھی نازل فرما دیتا۔ کیا اللہ کو یہ حکم نازل کرنے کی قدرت نہیں تھی؟ اس کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی کیوں دلوایا؟

ان جاہلوں کو اپنے خیال میں قرآن سے عقیدت ہے لیکن قرآن کے نازل فرمانے والے کو اپنے اعتراضات کا نشانہ بنانے میں ذرا بھی باک محسوس نہیں کرتے وہ خالق و مالک ہے، اسے سب کچھ اختیار ہے۔ اگر اس نے کتاب نازل فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ اس کی تشریح و تفسیر عائد فرمادی اور بہت سے احکام آپ کی زبانی بیان کروا دیئے تو اس سے ناگواری کیوں ہے؟ خدائے تعالیٰ پر اعتراض کرنا کفر ہے۔ قرآن ماننے کے دعویدار بھی ہو اور کفریہ باتیں بھی کرتے ہو۔ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ

(۷) ۔ قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت بتاتے ہوئے یہ بھی فرمایا ہے کہ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ [۱] (یعنی رسول نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نیکیوں کا حکم دیتے ہیں، اور برائیوں سے روکتے ہیں۔ اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لیے حلال قرار دیتے ہیں۔ اور گندی چیزوں کو ان پر حرام قرار دیتے ہیں)

---

[۱] سورۂ اعراف ع ۱۹ ۔

باسمہ سبحانہ

قل أطيعوا الله والرسول فإن تولوا فإن الله لا يحب الكافرين

سورہ آل عمران

فتنۂ انکارِ حدیث

اور

اُس کا پس منظر

از

مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمتہ اللہ علیہ

ادارہ اسلامیات
پبلشرز، بک سیلرز، ایکسپورٹرز

باسمہ سبحانہ

قل أطيعوا الله والرسول فإن تولوا فإن الله لا يحب الكافرين

سورۃ آل عمران

فتنۂ انکارِ حدیث

اور

اُس کا پس منظر

از

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلندشہری مہاجر مدنی

ناشر

ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور ۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیاں

احادیث شریفہ میں اعتقادیات اور عبادات کی تفصیلات کے ساتھ دیگر جامع تعلیمات بھی ہیں، مکارم اخلاق، اجتماعیات کے اصول، محاسن اعمال کے سلسلہ میں جو ارشادات کتب حدیث میں پائے جاتے ہیں ایک ہوشمند اور عقلمند آدمی ان کو دیکھ کر اس امر کے ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ارشادات ہیں۔ ان کی جامعیت اور نورانیت اور فصاحت و بلاغت سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ یہ کلام نبی ہی کا کلام ہے، کسی دوسرے کا کلام نہیں، اس بات کے سمجھنے کے لیے قلب سلیم اور چشم بینا چاہیے۔ جس سے منکرین و معترضین خالی ہیں۔

ایک اہم بات اور قابل ذکر ہے۔ اور وہ یہ کہ کتب حدیث میں بکثرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیاں مروی ہیں۔ جو اپنے موقعہ پہ صادق ہوتی رہی ہیں۔ اور ان میں سے کثیر تعداد میں وہ ہیں جو اَب ہو بہو سچ ثابت ہو رہی ہیں۔ اگر یہ حدیثیں مولویوں نے گھڑ لی ہیں (العیاذ باللہ) جیسا کہ منکرین حدیث کہتے ہیں تو یہ پیش گوئیاں کیوں صحیح ثابت ہو رہی ہیں، ان پیشین گوئیوں کا صحیح ثابت ہونا ہی احادیث شریفہ کے محفوظ ہونے کی مضبوط دلیل ہے، جو دشمنانِ دین کے شکوک و شبہات ختم کرنے کے لیے کافی ہیں۔ اب ایک پیشین گوئی خود منکرین حدیث کے بارے میں سنیئے۔

عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِیْکَرِبَ | حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ،

الکِنْدِیِّ رَضِیَ اللّٰہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وَسَلَّمَ قَالَ یُوْشِکُ الرَّجُلُ مُتَّکِئًا عَلٰی اَرِیْکَتِہٖ یُحَدِّثُ بِحَدِیْثٍ مِّنْ حَدِیْثِیْ فَیَقُوْلُ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ کِتَابُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ فَمَا وَجَدْنَا فِیْہِ مِنْ حَلَالٍ اِسْتَحْلَلْنَاہُ وَمَا وَجَدْنَا مِنْ حَرَامٍ حَرَّمْنَاہُ اَلَا وَاِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِثْلُ مَا حَرَّمَ اللّٰہ لہ

سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب ایسا ہوگا کہ ایک شخص اپنی مسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہوگا اس سے میری حدیث بیان کی جائے گی تو کہے گا۔ کہ ہمارے تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اس میں جو ہم حلال پائیں گے اسے حلال مانیں گے اور اس میں جو حرام بتایا گیا ہے اسے ہم حرام سمجھیں گے (یہ فرما کر آنحضرت سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے اس بات کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ) خبردار جس چیز کو اللہ کے رسول ﷺ نے حرام فرمایا ہے وہ انہیں چیزوں کی طرح حرام ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے۔

اس حدیث مبارک میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کی ایک پیشین گوئی کا ذکر ہے۔ جس میں جامع اور مختصر کلمات میں منکرین حدیث کے نمود کی خبر دی ہے۔

لہ رواہ ابن ماجہ (باب تعظیم حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ص و التغلیظ علی من عارضہ)

اور اُن کا حال بھی بتایا ہے کہ یہ لوگ تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے تکبر کے انداز میں انکار حدیث کریں گے۔ درحقیقت منکرین حدیث اگر انصاف پسند ہوتے تو صرف اسی ایک حدیث کو دیکھ کر انکارِ حدیث سے توبہ کر لیتے"

مذکورہ بالا حدیث میں جہاں یہ خبر دی کہ منکرین حدیث پیدا ہوں گے وہاں یہ بھی بتایا کہ وجہ انکار دولت یا حکومت کا نشہ ہوگا ہمسند پر متکبرانہ انداز میں تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے اور حدیث کا انکار کریں گے۔

ایک حدیث میں علی اریکتہ کے ساتھ لفظ شبعان [ع۵] بھی مروی ہے یعنی پیٹ بھرا آدمی تکیہ لگائے بیٹھا ہوگا اور حدیث کے ماننے سے انکاری ہوگا۔ قربان جائیے صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کے، جنہوں نے انکارِ حدیث کا سبب بھی ساتھ ہی ساتھ بتا دیا۔ یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ جو لوگ حدیث کے منکر ہیں وہی لوگ ہیں جو پیٹ بھرے ہیں۔ اور آرام دہ کرسیوں پہ بیٹھ کر احادیث شریفہ کا مذاق اڑاتے ہیں بیچارے تنگدست، سادہ لوح، مخلص بندوں کو نہ کفریہ باتیں سننے کی فرصت ہے، اور نہ ان کے پاس منکرین حدیث کا لٹریچر خریدنے کے پیسے ہیں۔ ان کے دلوں کی گہرائیوں میں الحمد للہ ایمان بیٹھ چکا ہے کسی فریبی کا جال انہیں زندیقیت میں نہیں پھانس سکتا"

منکرین حدیث نے جو لفظ "اہل قرآن" کا خوشنما لیبل لگا رکھا ہے۔ اس کا ذکر بھی سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی میں موجود ہے، کہ

ع۵ سنن ابوداود صہ ۲۷۶ ج ۲

من تراث كتب أصول الفقه (١)

تأسيس النظر

تأليف

الإمام أبي زيد عبيد الله عمر

ابن عيسى الدبوسي الحنفي

تحقيق وتصحيح

مصطفى محمد القباني الدمشقي

مكتبة الكليات الأزهرية

القاهرة

دار ابن زيدون

بيروت

من تراث كتب أصول الفقه

(١)

تأسيس النظر

تأليف

الإمام أبي زيد عبيد الله عمر
ابن عيسى الدبوسي الحنفي

ويليه

رسالة الإمام أبي الحسن الكرخي في الأصول

تحقيق وتصحيح

مصطفى محمد القباني الدمشقي

مكتبة الكليات الأزهرية
القاهرة

دار ابن زيدون
بيروت

تصحيحها، إذ لو قضينا بفسادها لم يكن دفعاً للضرر بل يكون تحقيقاً للضرر فيعود النظر ضرراً.

الأصل إن كل آية تخالف قول أصحابنا فإنها تحمل على النسخ أو على الترجيح والأولى أن تحمل على التأويل من جهة التوفيق قال: من مسائله أن من تحرى عند الاشتباه واستدبر الكعبة جاز عندنا لأن تأويل قوله تعالى ﴿ فولوا وجوهكم شطره ﴾ إذا علمتم به وإلى حيث وقع تحريكم عند الاشتباه أو يحمل على النسخ كقوله تعالى ﴿ ولرسوله ولذي القربى ﴾ في الآية ثبوت سهم ذوي القربى في الغنيمة ونحن نقول انتسخ ذلك بإجماع الصحابة رضي الله عنهم أو على الترجيح كقوله تعالى ﴿ والذين يتوفون منكم ويذرون أزواجاً ﴾ ظاهره يقتضي أن الحامل المتوفي عنها زوجها تنقضي عدتها بوضع الحمل قبل مضي أربعة أشهر وعشرة أيام لأن الآية عامة في كل متوفي عنها زوجها حاملاً أو غيرها وقوله تعالى ﴿ وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن ﴾ يقتضي انقضاء العدة بوضع الحمل قبل مضي الأشهر لأنها عامة في المتوفي عنها زوجها وغيرها لكنا رجحنا هذه الآية بقول ابن عباس رضي الله عنهما أنها نزلت بعد نزول تلك الآية فنسختها وعلي رضي الله عنه جمع بين الأجلين احتياطاً لاشتباه التاريخ.

الأصل إن كل خبر يجيء بخلاف قول أصحابنا فإنه يحمل

على النسخ أو على أنه معارض بمثله ثم صار إلى دليل آخر أو ترجيح فيه بما يحتج به أصحابنا من وجوه الترجيح أو يحمل على التوفيق وإنما يفعل ذلك على حسب قيام الدليل فإن قامت دلالة النسخ يحمل عليه وإن قامت الدلالة على غيره صرنا إليه

قال: من ذلك أن الشافعي يقول بجواز أداء سنة الفجر بعد أداء فرض الفجر قبل طلوع الشمس لما روى عن عيسى رآني رسول الله ﷺ أصلي ركعتين بعد الفجر فقال ما هما فقلت ركعتا الفجر كنت لم أركعهما فسكت قلت هذا منسوخ بما روى عن النبي ﷺ أنه قال لا صلاة بعد الفجر حتى تطلع الشمس، ولا بعد العصر حتى تغرب الشمس، وأما المعارضة فكحديث أنس رضي الله عنه أنه كان يقنت في الفجر حتى فارق الدنيا فهو معارض برواية عن أنس رضي الله عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قنت شهراً ثم تركه فإذا تعارضا روايتاه تساقطا فبقي لنا حديث ابن مسعود وغيره، رضي الله عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قنت شهرين يدعو على أحياء من العرب ثم تركه، وأما التأويل فهو ما روي عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان إذا رفع رأسه من الركوع قال سمع الله لمن حمده ربنا لك الحمد وهذا دلالة الجمع بين الذكرين من الإمام وغيره، ثم روى عن النبي ﷺ أنه قال إذا قال الإمام سمع الله لمن حمده قولوا ربنا لك الحمد قسم والقسمة

تقطع الشركة فيوفق بينهما فنقول الجمع للمنفرد والإفراد للإمام والمقتدي وعن أبي حنيفة أنه يقول الجمع للمتنفل والأفراد للمفترض.

الأصل إن الحديث إذا ورد عن الصحابي مخالفاً لقول أصحابنا فإن كان لا يصح في الأصل كفينا مؤنه وجوابه وإن كان صحيحاً في مورده فقد سبق ذكر أقسامه إلا أن أحسن الوجوه وأبعدها عن الشبه أنه إذا ورد حديث الصحابي في غير موضع الإجماع أن يحمل على التأويل أو المعارضة بينه وبين صحابي مثله. قال: نجم الدين عمر النسفي معنى قوله لا يصح في الأصل أن لا يكون رواية عدل فهذا غريب ثابت فليس لأحد أن يتمسك به فلا يفتقر إلى التقصي عنه فأما إذا أسنده عدل فقد ثبت واحتيج إلى التقصي فنعارض بقول صحابي آخر فهو كاختلاف الصحابي في الجد والأخوة وفي هدم الزوج الثاني الطلقة والطلقتين وفي مسئلة تكبيرات أيام التشريق.

الأصل أنه إذا مضى بالاجتهاد لا يفسخ باجتهاد مثله ويفسخ بالنص قال: ويقع ذلك في التحري والقضاء في الدعاوي.

الأصل إن النص يحتاج إلى التعليل بحكم غيره لا بحكم نفسه قال: وذلك أن الحرمة في الأشياء الستة التي في قول

كتاب
تأسيس النظر

تأليف

الإمام الأجل أبي زيد عبيد الله بن عمر
ابن عيسى الدبوسي الحنفي
عليه سحائب الرحمة والرضوان

ويليه

(رسالة) الإمام الأجل القدوة أبي الحسن الكرخي
في الأصول التي عليها مدار فروع الحنفية
مع شواهدها ونظائرها للإمام الأجل
أبي حفص عمر النسفي
رحمهما الله تعالى

الناشر مكتبة الخانجي بالقاهرة

او قال ذلك في الاجازة والهبة ونحو ذلك لم يصح ولم يقع الملك عند وجود الشرط ولو قال لامرأته اذا دخلت الدار فانت طالق او قال لعبده اذا دخلت فانت حر صح وعند وجود الشرط يقع الطلاق والعتاق ويزول ملك النكاح وملك اليمين

﴿الاصل﴾ ان الشيء يعتبر ما لم يعد على موضوعه بالنقض والابطال — قال — من مسائله ان العبد المحجور اذا آجر نفسه مدة معلومة للعمل لم تصح دفعاً للضرر عن المولى ولو قضينا بفسادها بعد مضي المدة وتمام العمل كان اضراراً للمولى بتعطيل منافع عبده بغير بدل فكان دفع الضرر هنا في تصحيحها اذ لو قضينا بفسادها لم يكن دفعاً للضرر بل يكون تحقيقاً للضرر فيعود النظر ضرراً

﴿الاصل﴾ ان كل آية تخالف قول اصحابنا فانها تحمل على النسخ او على الترجيح والاولى ان تحمل على التأويل من جهة التوفيق — قال — من مسائله ان من تحرى عند الاشتباه واستدبر الكعبة جاز عندنا لان تأويل قوله تعالى (فولوا وجوهكم شطره) اذا علمتم به والى حيث وقع تحريكم عند الاشتباه او يحمل على النسخ كقوله تعالى (ولرسوله ولذي القربى) في الآية ثبوت سهم ذوي القربى في الغنيمة ونحن نقول انتسخ ذلك باجماع الصحابة رضي الله عنهم او على الترجيح كقوله تعالى (والذين يتوفون منكم و يذرون ازواجاً) ظاهره يقتضي ان الحامل المتوفي عنها زوجها لا تنقضي عدتها بوضع الحمل قبل مضي اربعة اشهر وعشرة ايام لان الآية عامة في كل متوفي عنها زوجها حاملاً او غيرها وقوله تعالى (واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن) يقتضي انقضاء العدة بوضع الحمل قبل مضي الاشهر لانها عامة في المتوفي عنها زوجها وغيرها لكنا رجحنا هذه الآية بقول ابن عباس رضي الله عنهما انها نزلت بعد نزول تلك الاية فنسختها وعلي رضي الله عنه جمع بين الاجلين احتياطاً لاشتباه التاريخ

﴿الاصل﴾ ان كل خبر يجيء بخلاف قول اصحابنا فانه يحمل على النسخ او على انه معارض بمثله ثم صار الى دليل آخر او ترجيح فيه بما يحتج به اصحابنا من وجوه الترجيح او يحمل على التوفيق وانما يفعل ذلك على حسب قيام الدليل فان قامت دلالة النسخ يحمل عليه وان قامت الدلالة على غيره صرنا اليه — قال — من ذلك ان الشافعي يقول بجواز اداء سنة الفجر بعد اداء فرض الفجر قبل طلوع الشمس لما روى عن عيسى رآني رسول الله صلى الله عليه وسلم اصلي ركعتين بعد الفجر فقال ما هما فقلت ركعتا الفجر كنت لم اركعهما فسكت قلت هذا منسوخ بما روى عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال لا صلاة

بعد الفجر حتى تطلع الشمس ولا بعد العصر حتى تغرب الشمس واما المعارضة فكحديث انس رضى الله عنه انه كان يقنت في الفجر حتى فارق الدنيا فهو معارض برواية عن انس رضى الله عنه ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قنت شهراً ثم تركه فاذا تعارضا روايتاه تساقطا فبقي لنا حديث ابن مسعود وغيره رضى الله عنه ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قنت شهرين يدعو على احياء من العرب ثم تركه واما التأويل فهو ما روى عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم انه كان اذا رفع رأسه من الركوع قال سمع الله لمن حمده ربنا لك الحمد وهذا دلالة الجمع بين الذكرين من الامام وغيره ثم روى عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال اذا قال الامام سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا لك الحمد قسم والقسمة تقطع الشركة فيوفق بينهما فنقول الجمع للمنفرد والافراد للامام والمقتدى وعن ابي حنيفة انه يقول الجمع للمتنفل والافراد للمفترض

﴿ الاصل ﴾ ان الحديث اذا ورد عن الصحابي مخالفاً لقول اصحابنا فان كان لا يصح في الاصل كفينا مؤنة جوابه وان كان صحيحاً في مورده فقد سبق ذكر اقسامه الا ان احسن الوجوه وابعدها عن الشبه انه اذا ورد حديث الصحابي في غير موضع الاجماع ان يحمل على التأويل او المعارضة بينه وبين صحابي مثله — قال — نجم الدين عمر النسفي معنى قوله لا يصح في الاصل ان لا يكون رواية عدل فهذا غريب ثابت فليس لاحد ان يتمسك به فلا يفتقر الى التفصي عنه فاما اذا اسنده عدل فقد ثبت واحتيج الى التفصي فنعارض بقول صحابي اخر فهو كاختلاف الصحابي في الجد والاخوة وفي هدم الزوج الثاني الطلقة والطلقتين وفي مسئلة تكبيرات ايام التشريق

﴿ الاصل ﴾ انه اذا مضى بالاجتهاد لا يفسخ باجتهاد مثله و يفسخ بالنص — قال — و يقع ذلك في التحري والقضاء في الدعاوي

﴿ الاصل ﴾ ان النص يحتاج الى التعليل بحكم غيره لا بحكم نفسه — قال — وذلك ان الحرمة في الاشياء الستة التي في قول النبي صلى الله عليه وسلم الحنطة بالحنطة الى اخره ثابتة بعين النص لا بالمعنى وفي سائر المكيلات والموزونات بالمعنى وهو القدر مع الجنس و كذا نظائره

﴿ الاصل ﴾ انه يفرق بين علة الحكم وحكمته فان علته موجبة وحكمته غير موجبة — قال — من مسائله ان السفر علة القصر وحكمته المشقة ثم السفر يثبت القصر وان لم يلحقه مشقة وعدم الحكمة لا يوجب عدم الحكم ووجود العلة اوجب وجود الحكم وعلة وجوب الاستبراء استحداث ملك الوطىء بملك اليمين وحكمته صيانة النسب والتحرز عن اختلاط

اصول البزدوی

[كنز الوصول الى معرفة الاصول]

تاليف

الامام فخر الاسلام على بن محمد البزدوى الحنفى المتوفى سنة ٤٨٢ھ

"وهو كتاب عظيم الشان جليل البرهان محتو على لطائف الاعتبارات باوجز العبارات تأبى على الطلبة مرامه واستعصى على العلماء زمامه"
(كشف الظنون، حاجى خليفه)

وبهامشه

تخريج احاديث اصول البزدوى

للحافظ قاسم ابن قطلوبغا الحنفى المتوفى سنة ٨٧٩ھ

ويليه

اصول الكرخى

مع ذكر امثلتها ونظائرها وشواهدها

من الامام نجم الدين ابى حفص عمر بن احمد النسفى

مير محمد كتب خانه مركز علم وادب آرام باغ كراچى

بتعطیل منافع عبدہ بغیر بدل فکان دفع الضرر ھنا فی تصحیحہا اذ لو قضینا بفسادھا لم یکن دفعاً للضرر بل یکون تحقیقاً للضرر فیعود النظر ضرراً۔

الاصل ان کل اٰیۃ تخالف قول اصحابنا فانھا تحمل علی النسخ او علی الترجیح و الاولی ان تحمل علی التأویل من جھۃ التوفیق۔

قال من مسائلہ ان من تحری عند الاشتباہ واستدبر الکعبۃ جاز عندنا لان تأویل قولہ تعالیٰ فَوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ شَطْرَہٗ اذا علمتم بہ ولی حیث وقع تحریکم عند الاشتباہ او یحمل علی النسخ کقولہ تعالیٰ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِذِی الْقُرْبٰی فی الاٰیۃ ثبوت سھم ذوی القربٰی فی الغنیمۃ ونحن نقول انتسخ ذلک باجماع الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم او علی الترجیح کقولہ تعالیٰ وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ظاھرہ یقتضی ان الحامل المتوفی عنھا زوجھا م غیرھا وقولہ تعالیٰ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُھُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَھُنَّ یقتضی انقضاء العدۃ بوضع الحمل قبل مضی الاشھر لانھا عامۃ فی المتوفی عنھا زوجھا وغیرھا لکنا رجحنا ھذہ الاٰیۃ بقول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما انھا نزلت بعد نزول تلک الاٰیۃ فنسختھا وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمع بین الاجلین ا احتیاطاً لاشتباہ التاریخ۔

الاصل ان کل خبر یجیئ بخلاف قول اصحابنا فانہ یحمل علی النسخ او علی انہ معارض بمثلہ ثم صار الی دلیل اٰخر او ترجیح فیہ بما یحتج بہ اصحابنا من وجوہ الترجیح او یحمل علی التوفیق وانما یفعل ذلک علی حسب قیام الدلیل فان قامت دلالۃ النسخ یحمل علیہ وان قامت الدلالۃ علی غیرہ صرنا الیہ۔

قال من ذلک ان الشافعیؒ یقول بجواز اداء سنۃ الفجر بعد اداء فرض الفجر قبل طلوع الشمس لما روی عن عیسیٰ رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصلی رکعتین بعد الفجر فقال ماھما فقلت رکعتا الفجر کنت لم ارکعھما فسکت قلت ھذا منسوخ بما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لاصلوٰۃ بعد الفجر حتی تطلع الشمس ولا بعد العصر حتی تغرب الشمس واما المعارضۃ فکحدیث

م لا تنقضی عدتھا او وضع الحمل قبل مضی اربعۃ اشھر وعشرۃ ایام الا ان الاٰیۃ عامۃ فی کل متوفی عنھا زوجھا حاملا او

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان یقنت فی الفجر حتی فارق الدنیا فھو معارض بروایۃ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قنت شھراً ثم ترکہ فاذا تعارضا روایتاہ تساقطا فبقی لنا حدیث ابن مسعود وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قنت شھرین یدعو علی احیاء من العرب ثم ترکہ واما التأویل فھو ما روی عن النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ کان اذا رفع رأسہ من الرکوع قال سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد وھذا دلالۃ الجمع بین الذکرین من الامام وغیرہ ثم روی عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم انہ قال اذا قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ قولوا ربنا لک الحمد والقسمۃ تقطع الشرکۃ فیوفق بینھما فنقول الجمع للمنفرد والافراد للامام والمقتدی وعن ابی حنیفۃ رح انہ یقول الجمع للمتنفل والافراد للمفترض۔

الاصل ان الحدیث اذا ورد عن الصحابی مخالفاً لقول اصحابنا فان کان لا یصح فی الاصل کفینا مؤنۃ جوابہ وان کان صحیحاً فی موردہ فقد سبق ذکر اقسامہ الا ان احسن الوجوہ وابعدھا عن الشبہ انہ اذا ورد حدیث الصحابی فی غیر موضع الاجماع ان یحمل علی التأویل او المعارضۃ بینہ وبین صحابی مثلہ۔

قال نجم الدین عمر النسفی معنی قولہ لا یصح فی الاصل ان لا یکون روایۃ عدل فھذا غریب ثابت فلیس لاحد ان یتمسک بہ فلا یفتقر الی التفصی عنہ فاما اذا اسندہ عدل فقد ثبت واحتیج الی التفصی فنعارض بقول صحابی اٰخر فھو کاختلاف الصحابی فی الجد والاخوۃ وفی ھدم الزوج الثانی الطلقۃ والطلقتین وفی مسئلۃ تکبیرات ایام التشریق۔

الاصل انہ اذا مضی بالاجتھاد لا یفسخ باجتھاد مثلہ ویفسخ بالنص۔

قال ویقع ذلک فی التحری والقضاء فی الدعاوی۔

الاصل ان النص یحتاج الی التعلیل بحکم غیرہ لا بحکم نفسہ۔

قال وذلک ان الحرمۃ فی الاشیاء الستۃ التی فی قول النبی صلے اللہ علیہ وسلم الحنطۃ بالحنطۃ الی اٰخرہ ثابتۃ بعین النص لا بالمعنی وفی سائر المکیلات و

الاتباع

للعلامة القاضي ابن أبي العز الحنفي

حققه وعلق عليه

فضيلة الشيخ محمد عطا الله حنيف

الدكتور عاصم بن عبدالله القريوتي

عالم الكتب

الاتباع





بيروت - المزرعة بناية الايمان - الطابق الاول - ص.ب. ٨٧٢٣
تلفون : ٣٠٦١٦٦ - ٣١٥١٤٢ - ٣١٣٨٥٩ - برقياً : نابعلبكي - تلكس : ٢٣٣٩٠

الاتباع

للعلامة القاضي ابن أبي العز الحنفي
المتوفى سنة ٧٩٢ هجرية

حققه وعلق عليه
فضيلة الشيخ محمد عطا الله حنيف
الدكتور عاصم بن عبد الله القريوتي

عالم الكتب

فلا يجوز أن يقال عن ابي حنيفة ولا عمن دونه من أهل العلم فيما يوجد من أقواله مخالفاً للنص أنه خالف الرسول قصدا، بل إما أن يقال إن النص لم يبلغه أو لم يظهر له دليل على ذلك الحكم أو عارضه عنده دليل آخر أو غير ذلك من الأعذار*، رحمهم الله ورضي عنهم أجمعين.

وقد إنحرف في شأن أبي حنيفة رحمه الله طائفتان: فطائفة قد غلت في تقليده فلم تترك له قولاً وأنزلوه منزلة الرسول ﷺ. وإن أورد عليهم نص مخالف قوله تأولوه على غير تأويله ليدفعوه عنهم. ولم يكن أصحابه معه كذلك بل رجعوا عن كثير مما كانوا قلدوه فيه لمّا ظهر لهم فيه الدليل على خلاف قوله(٢٥) وطائفة تنقصته و [ادعت]** انه أخذ بالرأي وترك النص هو وأصحابه وسموهم أصحاب*** الرأي. وهم ما بين مستقل في ذلك من الطرفين ومستكثر فتراهم ما بين قادح تارة بحق وتارة بباطل. والله يغفر لنا ولهم!.

وأما المعنى الفاسد الذي قوبل به هذا القول الباطل. فهو دعوى أن أبا حنيفة أقدم المجتهدين فإنه إن أراد أقدم المجتهدين من هذه الأمة فهذا باطل قطعاً. فكم قبله من مجتهدي الصحابـة والتابعـين وإن أراد أقدم الأئمة الاربعة المشهورين. وهذا هو مراده فالإمام مالك كان معاصراً له فإن مولد أبي حنيفة رحمه الله سنة ثمانين من الهجرة ووفاته سنة خمسين

---

* من رام الاطلاع عليها فليرجع الى «رفع الملام عن الأئمة الاعلام» لشيخ الاسلام ابن تيمية رحمه الله والمبحث السابع من «حجة الله البالغة» للشاه ولي الله الدهلوي رحمه الله.

(٢٥) انظر تعليقنا الماضي رقم (٨).

** في الاصل «ادعته».

*** قال الشاه ولي الله الدهلوي في «حجة الله البالغة» (١ / ١٦١): «المراد من أهل الرأي قوم توجهوا بعد المسائل المجمع عليها بين المسلمين أو بين جمهورهم الى التخريج على اصل رجل عن المتقدمين فكان اكثر امرهم حمل النظير على النظير والرد على اصل من الاصول دون تتبع الاحاديث والآثار» إنتهى.

ومائة ومولد مالك رحمه الله، سنة ثلاث وتسعين ووفاته سنة تسع وسبعين ومائة. فتعاصرا سبعاً وخمسين سنة. ولم يثبت أن أحدهما تأهل للإجتهاد قبل صاحبه. وعلى تقدير ثبوته لا يلزم منه جواز التقليد لواحد منهما دون الآخر، فضلاً عن الوجوب بل الواجب في مسائل النزاع الرد إلى الله والرسول قال الله سبحانه وتعالى ﴿فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ﴾ [النساء: ٥٩]. والرد إلى الله الرد إلى كتابه والرد إلى الرسول: الرد إليه في حياته وإلى سنته بعد وفاته.

وأهل التقليد لا يفعلون ذلك بل يأخذ أحدهم بما يجد في كتب أصحاب ذلك الإمام الذي قَلَّده ولا يلتفت الى قول من خالفه، كائناً من كان، ونصُّ ذلك الإمام والكتب عنده بمنزلة نَصِّ الشارع. وكثيراً ما يكون ذلك النص من كلام بعض الأصحاب في الفتاوى ولم يكن لذلك الإمام في تلك المسألة قول منقول.

ويلزم القائل بترجيح المجتهد الأقدم أن يُرَجِّح قول زيد[٢٦] (رض) وعُمَر[٢٧] (رض) وغيرهما من الصحابة او قول سعيد بن المُسَيَّب[٢٨] والقاسم بن محمد [٢٩] أو غيرهما من التابعين على قول

---

(٢٦) زيد بن ثابت صحابي مشهور؛ كنيته ابو سعيد وابو خارجة كتب الوحي قال مسروق: كان من الراسخين في العلم مات سنة ٤٥ أو ٤٨ وقيل بعد ٥٠هـ. تقريب التهذيب.

(٢٧) عمر بن الخطاب القرشي العدوي أمير المؤمنين مشهور جم المناقب استشهد سنة ٢٣ تقريب.

(٢٨) سعيد بن المسيب احد العلماء الاثبات الفقهاء الكبار اتفقوا على أن مرسلاته أصح المراسيل. وقال ابن المديني: «لا أعلم أحداً في التابعين اوسع علماً منه مات بعد (٩٠هـ)». تقريب.

(٢٩) القاسم بن محمد بن ابي بكر الصديق ثقة احد الفقهاء بالمدينة. قال ايوب: ما رأيت أفضل منه مات سنة (١٠٦هـ) على الصحيح. تقريب.

الاتباع

مبارک

للعلامة القاضي ابن ابي العز الحنفي

المتوفى عام «٧٩٢» هجري

حققه وعلق عليه

فضيلة الشيخ محمد عطاالله حنيف

و

الدكتور عاصم بن عبدالله القريوتي

المكتبة السلفية

- لاهور -

فلا يجوز أن يقال عن ابي حنيفة ولا عمن دونه من أهل العلم فيما يوجد من أقواله مخالفاً للنص أنه خالف الرسول قصدا، بل إما أن يقال إن النص لم يبلغه أو لم يظهر له دليل على ذلك الحكم أو عارضه عنده دليل آخر أو غير ذلك من الأعذار*، رحمهم الله ورضي عنهم أجمعين.

وقد إنحرف في شأن أبي حنيفة رحمه الله طائفتان: فطائفة قد غلت في تقليده فلم تترك له قولاً وأنزلوه منزلة الرسول ﷺ. وإن أورد عليهم نص مخالف قوله تأولوه على غير تأويله ليدفعوه عنهم. ولم يكن أصحابه معه كذلك بل رجعوا عن كثير مما كانوا قلدوه فيه لمَّا ظهر لهم فيه الدليل على خلاف قوله(٢٥) وطائفة تنقصته و [ادعت]** انه أخذ بالرأي وترك النص هو وأصحابه وسموهم أصحاب*** الرأي. وهم ما بين مستقل في ذلك من الطرفين ومستكثر فتراهم ما بين قادح تارة بحق وتارة بباطل. والله يغفر لنا ولهم!.

وأما المعنى الفاسد الذي قوبل به هذا القول الباطل. فهو دعوى أن أبا حنيفة أقدم المجتهدين فإنه إن أراد أقدم المجتهدين من هذه الأمة فهذا باطل قطعاً. فكم قبله من مجتهدي الصحابة والتابعين وإن أراد أقدم الأئمة الاربعة المشهورين. وهذا هو مراده فالإمام مالك كان معاصراً له فإن مولد أبي حنيفة رحمه الله سنة ثمانين من الهجرة ووفاته سنة خمسين

* من رام الاطلاع عليها فليرجع الى «رفع الملام عن الأئمة الاعلام» لشيخ الاسلام ابن تيمية رحمه الله والمبحث السابع من «حجة الله البالغة» للشاه ولي الله الدهلوي رحمه الله.

(٢٥) انظر تعليقنا الماضي رقم (٨).

** في الاصل «ادعته».

*** قال الشاه ولي الله الدهلوي في «حجة الله البالغة» (١ / ١٦١): «المراد من أهل الرأي قوم توجهوا بعد المسائل المجمع عليها بين المسلمين أو بين جمهورهم الى التخريج على اصل رجل عن المتقدمين فكان اكثر امرهم حمل النظير على النظير والرد على اصل من الاصول دون تتبع الاحاديث والآثار» إنتهى.

ومائة ومولد مالك رحمه الله، سنة ثلاث وتسعين ووفاته سنة تسع وسبعين ومائة. فتعاصرا سبعاً وخمسين سنة. ولم يثبت أن أحدهما تأهل للإجتهاد قبل صاحبه. وعلى تقدير ثبوته لا يلزم منه جواز التقليد لواحد منهما دون الآخر، فضلاً عن الوجوب بل الواجب في مسائل النزاع الرد إلى الله والرسول قال الله سبحانه وتعالى ﴿ فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ ﴾ [النساء: ٥٩]. والرد إلى الله الرد إلى كتابه والرد إلى الرسول: الرد إليه في حياته وإلى سنته بعد وفاته.

وأهل التقليد لا يفعلون ذلك بل يأخذ أحدهم بما يجد في كتب أصحاب ذلك الإمام الذي قَلَّده ولا يلتفت الى قول من خالفه، كائناً من كان، ونصُّ ذلك الإمام والكتب عنده بمنزلة نَصِّ الشارع. وكثيراً ما يكون ذلك النص من كلام بعض الأصحاب في الفتاوى ولم يكن لذلك الإمام في تلك المسألة قول منقول.

ويلزم القائل بترجيح المجتهد الأقدم أن يُرَجِّح قول زيد[٢٦] (رض) وعُمَر[٢٧] (رض) وغيرهما من الصحابة او قول سعيد بن الـمُسَيَّب[٢٨] والقاسم بن محمد [٢٩] أو غيرهما من التابعين على قول

---

(٢٦) زيد بن ثابت صحابي مشهور؛ كنيته ابو سعيد وابو خارجة كتب الوحي قال مسروق: كان من الراسخين في العلم مات سنة ٤٥ أو ٤٨ وقيل بعد ٥٠هـ. تقريب التهذيب.

(٢٧) عمر بن الخطاب القرشي العدوي أمير المؤمنين مشهور جم المناقب استشهد سنة ٢٣ تقريب.

(٢٨) سعيد بن المسيب احد العلماء الاثبات الفقهاء الكبار اتفقوا على أن مرسلاته أصح المراسيل. وقال ابن المديني: «لا أعلم أحداً في التابعين اوسع علماً منه مات بعد (٩٠هـ)». تقريب.

(٢٩) القاسم بن محمد بن ابي بكر الصديق ثقة احد الفقهاء بالمدينة. قال ايوب: ما رأيت أفضل منه مات سنة (١٠٦هـ) على الصحيح. تقريب.

باسمه تعالیٰ

جامع الترمذي

وهو الجامع المختصر من السنن عن رسول الله صلى الله عليه وسلم
ومعرفة الصحيح والمعلول وما عليه العمل"

للامام الحافظ الحجة ابو عيسى محمد بن عيسى بن سورة بن موسى الترمذي رحمه الله م ٢٧٩ھ

الجزء الاول



المحشّٰى
بالحواشي المفيدة القديمة لمولانا المحدث احمد على السهارنبوري رحمه الله
ومعه

العرف الشذي

لمولانا المحدث محمد انور شاه الكشميري رحمه الله المتوفى ١٣٥٢ھ

وفي اوّله
التقرير للترمذي

لشيخ الهند مولانا محمود حسن رحمه الله

وفي آخره
شمائل الترمذي

وقد أضفنا بآخر الصفحة تعليقاً لتقابل نسخ الترمذي وتحقيقها واعتمدنا فيه على تحقيق الدكتور بشار عواد معروف



اعتنى بها
الطاف اينڈ سنز، كراتشي باكستان
للنشر و التوزيع

Fax : (92) 21 - 32512774
E-mail : altaf123@hotmail.com

التوجيه موجودة في الأحاديث، منها قصة كعب: أنه ارتفع صوته في مسجده ﷺ حين طلب دينه من مديونه، فسمع ﷺ صوته فخرج، فقال: «يا كعب ضع دينك»، و قال لمديونه: «أعط ما بقي»، فكل واحد يسلم أن هذا الحكم كان بجهة التبرع والإحسان، و ليس فيه أن القاضي يحكم في مثل هذه المقدمة بهذا الحكم، و يتلف حقوق الناس.

و كذلك في قصة شراج حرة أن الأنصاري و ابن عمته عليه السلام، يعني الزبير، اختصما عنده ﷺ في ماء الشراج، فقال عليه السلام تبرعا على الأنصاري للزبير: «إذا استقيت أرضك فاترك الماء له» فلم يفهم الأنصاري تبرع النبي ﷺ به، و غضب، فقال للنبي عليه السلام: إن كان ابن عمتك، فغضب عليه السلام عليه، و قال للزبير: «عليك أن توفي حقك ثم اترك له»، فكل واحد يسلم أن أول حكمه ﷺ كان تبرعا لا قضاء. والثاني: كان قضاء، فكذا فيما نحن فيه، لو يحمل الإجازة في خيار المجلس على التبرع والإحسان فليس ببعيد، فعلى هذا الطرز لا يرد الاعتراض على الشوافع بحديث أبي برزة الأسلمي، لأن معنى قول أبي برزة: إني لا أراكما افترقتما، يعني ينبغي للبائع أن يأخذ فرسه و يعطي أثمان المشتري له، لأنه لم يفترق بعد افتراقا بعيدا، و لم ينتفع بالأثمان، ولم يتصرف فيها، و نادم ببيعه، و قد قال ﷺ: «من أقال نادما بيعه أقال الله عثراته يوم القيامة»، و كذا قال: «للمسلم حق على أخيه المسلم»، و حينئذ لا يرد الاعتراض على ابن عمر بقوله عليه السلام، لأن الأمر كما قلنا كان للتبرع، والمتبرع أمير نفسه، إن شاء تبرع، و إلا فلا، ما على المحسنين من سبيل، و أيضا لهذا التوجيه قرينة أنه جاء في رواية الترمذي، وأبي داود، و النسائي قوله: «ما لم يتفرقا أو يختارا» ثلاثا، و زاد البخاري: ثلاث مرار، فلو لم يحمل الروايات على المعنى الذي ذكرنا لم يستقم معنى هذه الرواية على مذهب الشافعي، لأن الخيار فيه ثلاث مرات، و لا يقوله أحد، و لا يسلمه الشافعي، بل يكفي عنده القول مرة واحدة، فعلم أن هذا تأكيد على جهة التبرع والإحسان.

قال شيخنا: هذا المعنى الذي ذكرناه لم أجد في كتاب، وإن لم يقدح في حسنه إلا أن ابن حجر نقله في فتح الباري بعد رد دلائل الحنفية ، و قال: هذا الاحتمال بعيد، و العجب مثل هذا المتبحر أنه كيف يقول ببعد هذا الاحتمال الذي هو موافق للروايةو الدراية، والله أعلم بما في صدور العباد، والشافعي ارتكب في كثير من المواضع الاحتمال الأبعد من هذا الاحتمال، ولم يقدح عليه ابن حجر، وللناس فيما يعشقون مذاهب.

أو يقال: إن الخيار كلي مشكك، فبعض أفراده أقوى، وهو بعد قيام المتعاقدين عن مجلس الخيار. و قوته، لأنه لا خيار لأحد المتعاقدين حينئذ، وأضعفه وهو قبل الإيجاب و القبول، و ضعفه، لأن فيه الخيار لكل واحد من المتعاقدين على سبيل الاستقلال، و بين و بين، وهو بعد انعقاد القعد قبل تفرق الأبدان، فهو أقوى بالنسبة إلى الثاني، و أضعف بالنسبة إلى الأولى، ووجه ضعفه: أنه ليس كل واحد مستقلا على الفسخ. و لكن إن رضي الآخر فله أن يفسخ فحينئذ يسلم أبو حنيفه أيضا خيار المجلس، يعني إن أجاز الآخر لا مستقلا أو يقال: إن الخيارذو جهتين: جهة الانعقاد و جهة الفسخ، فلكل من العاقدين خيار انعقاد العقد، فإن اتفقا على انعقاد، فينفذ، وإن اتفقا على الانفساخ، فيفسخ، و إن اختلفا، فالشافعي يرجح جانب الفسخ، و نحن جانب الانعقاد، والحديث ليس بمصرح للترجيح ، بل المرجح القياس، فنحن لا نرتكب خلاف الحديث، بل نخالف قياس الشافعي، و قياسه ليس بحجة علينا.

فالحاصل أن مسئلة الخيار من مهمات المسائل، و خالف أبو حنيفة فيه الجمهور، و كثيرا من الناس من المتقدمين، والمتأخرين صنفوا رسائل في ترديد مذهبه في هذه المسئلة، و رجح مولانا الشاه ولي الله المحدث الدهلوي قدس سره في رسائل مذهب الشافعي من جهة الأحاديث والنصوص، و كذلك قال شيخنا مدظله، يترجح مذهبه، و قال: الحق والإنصاف أن الترجيح للشافعي في هذه المسئلة، و نحن مقلدون، يجب علينا تقليد إمامنا أبي حنيفة، والله أعلم .

قوله: «لا يتفرقن عن بيع إلاعن تراض»(حديث ١٢٤٨) لا يخالفنا كما قدمنا من تقرير مذهبه، يعني ينبغي أن لا يتفرق المتعاقدان إلا عن رضاء تمام، فإن لم يرض أحدهم فعلى الآخر أن يفسخ تبرعا و إحسانا، و إن كان بعد انعقاد العقد، و كذا قوله ﷺ:

ما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا

جامع الترمذي

وفي آخره

شمائل الترمذي

للإمام العلام أبي عيسى محمد بن عيسى بن سورة الترمذي

المحشي

بالحواشي المفيدة القديمة لمولانا المحدث أحمد علي السهارنفوري

مع

العرف الشذي

للعلامة المحدث الكبير مولانا محمد أنور شاه ابن معظم شاه الكشميري

وبهامشه

نفع قوت المغتذي

للعلامة السيد علي بن السيد سليمان الدمنتي البجمعوي المغربي الشاذلي المالكي

وفي أوله

التقرير للترمذي

للعلامة الشهير شيخ الهند مولانا محمود حسن بن مولانا ذو الفقار علي الديوبندي



مکتبہ رحمانیہ

اقرأ سنٹر۔ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

ما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا

جامع الترمذي

خليك

وفي آخره

شمائل الترمذي

للإمام العلام أبي عيسى محمد بن عيسى بن سورة الترمذي

المحشى

بالحواشي المفيدة القديمة لمولانا المحدث أحمد علي السهارنفوري

مع

العرف الشذي

للعلامة المحدث الكبير مولانا محمد أنور شاه ابن معظم شاه الكشميري

وبهامشه

نفع قوت المغتذي

للعلامة السيد علي بن السيد سليمان الدمنتي البجمعوي المغربي الشاذلي المالكي

وفي أوله

التقرير للترمذي

للعلامة الشهير شيخ الهند مولانا محمود حسن بن مولانا ذو الفقار علي الديوبندي

مكتبة رحمانيه

اقرأ سنٹر . غزنی سٹریٹ . اردو بازار لاهور

مذهب اصحاب الظواهر والمحدثین وهو انهٗ لا ینعقد العقد اصلا لقوله علیه السلام لا بیع بینهما ما لم یتفرقا قال شیخنا مدظله الاولی بالتحقیق ان یقال ان اباحنیفةؒ ایضاً یسلم خیار المجلس کما یسلم الشافعیؒ علی سبیل التبرع والاحسان لا علی سبیل الوجوب و الالزام والا لتعارض کثیر من الروایات فنقول ان ما ورد فی الروایات ما لم یتفرقا او یختار معناه انهٗ ینبغی للمؤمن ان یخیر اخاه المؤمن بعد انعقاد العقد حتی یتفکر فی نفعه ونقصانه فیختار البیع او یدعه کقوله علیه السلام من اقال اقاله الله تعالی یوم القیٰمة کذا قوله علیه السلام المؤمن اخو المؤمن لا یخذله وان کان لیس بلازم علیه وقرائن هذا التوجیه موجودة فی الاحادیث منها قصة کعبؓ انهٗ ارتفع صوته فی مسجده علیه السلام حین طلب دینه من مدیونه فسمع علیه السلام صوته فخرج فقال یا کعب ضع دینک وقال لمدیونه اعط ما بقی فکل واحد یسلم ان هذا الحکم کان بجهة التبرع والاحسان ولیس فیه ان القاضی یحکم فی مثل هذه المقدمة بهذا الحکم ویتلف حقوق الناس وکذلک فی قصة شراج حرة ان الانصاریؓ وابن عمته علیه السلام یعنی الزبیر اختصما عنده علیه السلام فی ماء الشراج فقال علیه السلام تبرعاً علی الانصاری للزبیرؓ اذا استقیت ارضک فاترک الماء له فلم یفهم الانصاری تبرع النبی علیه السلام به وغضب فقال للنبی علیه السلام ان کان ابن عمتک فغضب علیه السلام علیه وقال للزبیر علیک ان توفی حقک ثم اترک له فکل واحد یسلم ان اول حکمه علیه السلام کان تبرعاً لا قضاء والثانی کان قضاءً فکذا فیما نحن فیه لو یحمل الاجازة فی خیار المجلس علی التبرع والاحسان فلیس ببعید فعلی هذا الطرز لا یرد الاعتراض علی الشوافع بحدیث ابی برزة الاسلمیؓ لان معنی قول ابی برزة انی لا اراکما افترقتما یعنی ینبغی للبائع ان یاخذ فرسه ویعطی اثمان المشتری له لانهٗ لم یفترق بعد افتراقاً بعیداً ولم ینتفع بالاثمان ولم یتصرف فیها ونادم ببیعه وقد قال علیه السلام من اقال نادماً بیعه اقال الله عثراته یوم القیٰمة وکذا قال للمسلم حق علی اخیه المسلم وحینئذٍ لا یرد الاعتراض علی ابن عمرؓ بقوله علیه السلام لان الامر کما قلنا کان للتبرع والمتبرع امیر نفسه ان شاء تبرع و الا فلا ما علی المحسنین من سبیل وایضاً لهذا التوجیه قرینة انهٗ جاء فی روایة الترمذیؒ وابی داؤد والنسائی قوله ما لم یتفرقا او یختار ثلثا وزاد البخاریؒ ثلث مرار فلو لم یحمل الروایات علی المعنی الذی ذکرنا لم یستقم معنی هذه الروایة علی مذهب الشافعیؒ لان الخیار فیه ثلث مرات ولا یقوله احد ولا یسلمه الشافعیؒ بل یکفی عنده القول مرة واحدة فعلم ان هذا تاکید علی جهة التبرع والاحسان قال شیخنا هذا المعنی الذی ذکرناه لم اجد فی کتاب وان لم یقدح فی حسنه الا ان ابن حجرؒ نقله فی فتح الباری بعد رد دلائل الحنفیة وقال هذا الاحتمال بعید والعجب مثل هذا المتبحر انهٗ کیف یقول بعد هذا الاحتمال الذی هو موافق للروایة و الدرایة والله اعلم بما فی صدور العباد والشافعیؒ ارتکب فی کثیر من المواضع الاحتمال الابعد من هذا الاحتمال ولم یقدح علیه ابن حجر وللناس فیما یعشقون مذاهب اویقال ان الخیار کلی مشکک فبعض افراده اقوی وهو بعد قیام المتعاقدین عن مجلس الخیار وقوته لانهٗ لا خیار لاحد المتعاقدین حینئذٍ واضعفه وهو قبل الایجاب والقبول وضعفه لان فیه الخیار لکل واحد من المتعاقدین علی سبیل الاستقبال وبین وبین وهو بعد انعقاد العقد قبل تفرق الابدان فهو اقوی بالنسبة الی الثانی واضعف بالنسبة الی الاولی ووجه ضعفه انهٗ لیس کل واحد مستقلاً علی الفسخ ولکن ان رضی الاخر فله ان یفسخ فحینئذٍ یسلم ابوحنیفةؒ ایضاً خیار المجلس بعنوان اجازة الاخر لا مستقلاً او یقال ان الخیار ذوجهتین جهة الانفاذ وجهة الفسخ فلکل من العاقدین خیار انعقاد العقد فان اتفقا علی انعقاده فینفذ وان اتفقا علی الانفساخ فینفسخ وان اختلفا فالشافعیؒ یرجح جانب الفسخ ونحن جانب الانعقاد والحدیث لیس بمصرح للترجیح بل المرجح القیاس فنحن لا نرتکب خلاف الحدیث بل نخالف قیاس الشافعیؒ وقیاسه لیس بحجة علینا فالحاصل ان مسئلة الخیار من مهمات المسائل وخالف ابوحنیفةؒ فیه الجمهور وکثیراً من الناس من المتقدمین والمتاخرین صنفوا رسائل فی تردید مذهبه فی هذه المسئلة ورجح مولانا شاه ولی الله المحدث دهلویؒ قدس سره فی رسائل مذهب الشافعیؒ من جهة الاحادیث والنصوص وکذلک قال شیخنا مدظله یترجح مذهبه وقال الحق والانصاف ان الترجیح للشافعیؒ فی هذه المسئلة ونحن مقلدون یجب علینا تقلید امامنا ابی حنیفةؒ والله اعلم **قوله** لا یتفرقن عن بیع الا عن تراض لا یخالفنا کما قدمنا من تقریر مذهبه یعنی ینبغی ان لا یتفرق المتعاقدان الا عن رضاء تام فان لم یرض احدهما فعلی الاخر ان یفسخ تبرعاً واحساناً وان کان بعد انعقاد العقد وکذا قوله علیه السلام اعرابیا لا یضر اباحنیفةؒ لانهٗ علیه السلام اولی بالمؤمنین بالفضل کما جاء انا نستحق بمکارم الاخلاق **قوله** ولا خلابة ههنا مسئلتان الاولی هل العاقل البالغ الحر یحجر علیه ام لا فقلنا لا وقال الشافعیؒ بالحجر علی السفیه واستدل بحدیث الباب انهٗ علیه السلام منعه عن البیع والشراء وهذا الاستدلال لا یصح لان حجره علیه السلام علیه کان شفقة ومروة علیه وعلی ماله لما جاء اقاربه یشتکون الی النبی علیه السلام لا حکما وقضاء فلما قال لا اصبر یا رسول الله لما اجازه علیه السلام مع انهٗ مصرح انهٗ علیه السلام اجازه بعد عدم صبره وللقاضی ان یصون قضاءه مهما امکن لان یقضی ساعة وینقض تارة وشان القضاة اعلی وارفع منه فضلا عن قضاء النبی علیه السلام والثانیة انهٗ بل ثبت بحجة قوله لا خلابة الخیار فقال بعض اهل العلم یثبت ولا ضاع التقیید به ویلغو الکلام وقال الجمهور منهم الشافعیؒ وابوحنیفةؒ لا یثبت بحجة هذا القول و الحدیث بظاهره یخالفهم فاجاب الشراح بان ثبوت الخیار بهذا القول فقط من خصوصیات ذلک الرجل والاولی فی الجواب ان یقال انهٗ جاء فی روایة الحاکم لا خلابة ولی الخیار ثلثة ایام فثبت الخیار بهذا الکلام لا بمجرد القول ای بلا خلابة واما القول بانه

جامع الترمذی

وفی آخرہ

شمائل الترمذی

للامام العلام ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی

المحشّی

بالحواشی المفیدۃ القدیمۃ لمولانا المحدث احمد علی السہارنفوری

العرف الشذی

للعلامۃ المحدث الکبیر مولانا محمد انور شاہ ابن معظم شاہ الکشمیری

وبہامشہ

نفع قوت المغتذی

للعلامۃ السید علی بن السید سلیمان الدمنتی البجمعوی المغربی الشاذلی المالکی

الثواب الجلی من المسک الذکی

لمولانا محمد اشرف علی التھانوی

وفی اوّلہ **التقریر للترمذی** لشیخ الہند

قدیمی کتب خانہ
آرام باغ کراچی

بسم الله الرحمن الرحيم

جامع الترمذي

وفي اخره

شمائل الترمذي

للامام العلام ابي عيسى محمد بن عيسى بن سورة الترمذي

المحشى

بالحواشي المفيدة القديمة لمولانا المحدث احمد علي السهارنفوري

مع

العرف الشذي

للعلامة المحدث الكبير مولانا محمد انور شاه ابن معظم شاه الكشميري

وبهامشه

نفع قوت المغتذي

للعلامة السيد علي بن السيد سليمان الدمنتي البجمعوي المغربي الشاذلي المالكي

الثوب الحلي من المسلك الذكي

لمولانا محمد اشرف علي التهانوي

وفي اوله

التقرير للترمذي

للعلامة الشهير شيخ الهند مولانا محمود حسن بن مولانا ذو الفقار علي الديوبندي

قديمي كتب خانه آرام باغ كراچی

توجیہ هذه علی تلك **قوله** باب البیع بعد التابیر الثمرة عندنا تابعة للاشجار علی کل حال للبائع قبل التابیر وبعده وعند البعض بعد التابیر لایکون تابعًا کما هو مدلول الحدیث وقبل التابیر تکون تابعًا **قوله** باب البیعان بالخیار اعلم ان الاصل فی هذه المسئلة ان الشافعیؒ یثبت للبائع وللمشتری بعد انعقاد البیع خیار المجلس وابو حنیفةؒ لا یسلمه واکثر الروایات موافق للشافعیؒ فمعنی مالم یتفرق عنده التفرق بالابدان ومعنی او یختاران یقول کل واحد من البائع والمشتری بعد انعقاد العقد اخترت الثمن او المبیع فبعد هذا القول لایبقی لاحد الخیار والمراد بالخیار خیار الشرط یعنی لیس لهما الخیار بعد انعقاد العقد الا اذا اشترط فی العقد خیار الشرط فحینئذٍ لکل منهما خیار البتة والمعنی الاول یقرب الی الذهن بالنظر الی الروایات فتاویل الروایات المخالفة لنا ان المراد بالخیار خیار المجلس الا ان المراد بالتفرق التفرق بالاقوال ا ویقال ان المراد بالخیار خیار القبول فالمراد من التفرق التفرق بالاقوال وانما احتیج الی تاویل الروایات لئلا یلزم خلاف قاعدة الکلیة الشرعیة وهی ان مدار تمام انعقاد البیع علی اهلیة المتعاقدین ومحلیة المعقود علیه وعدم ما یفسد البیع او یبطله وصدور الایجاب من الاول والقبول من الثانی فبعد وجود هذه الامور لا یتوقف البیع علی امر اٰخر کما رأینا فی الاجارة والاعارة والنکاح وغیرها من العقود فکذا فیما نحن فیه لو نترك الروایات بلا تأویل یلزم خلاف هذه القاعدة واما قول الترمذیؒ بان ابن عمرؓ اعلم بمعانی الحدیث لانه روایة فمسلم بلا ریب فیه لکن لایلزم من هذا القدر مرجوحیة مذهبنا وراجحیة الشافعیؒ لانه مستدل واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال فاقول یمکن ان یکون لم یتعین عند ابن عمرؓ معنی من المعانی التی ذکرنا معنی خیار المجلس او خیار القبول والتفرق بالابدان او الاقوال لانه کان یقوم احتیاطًا وزهدًا واتقاء ونقول انه یمکن ان یکون مذهبه مثل مذهبنا من عدم اثبات خیار المجلس وانعقاد العقد بعد التفرق بالاقوال الا انه کان یقوم الزامًا للحجة علی خصمه لانه یمکن ان یکون خصمه ممن یری خیار المجلس فکان یقوم ابن عمرؓ لئلا یلزم علیه الحجة من جهة مذهبه وان کان مذهبنا عدم اختیار المجلس فمجرد قیام ابن عمرؓ لایفید الشافعیؒ لاحتمال ما ذکرناه واما الاستدلال بروایة ابی برزة الاسلمیؓ فلیس بصحیح لان روایته لا یستقیم معناه علی طرز الشافعیؒ فکیف یحتج بها علینا لانه روی هذه الروایة مفصلة بانه کان فی السفر مع الناس فابتاع الرجلان فی فرس والفرس کان مربوطًا علی حاله فی بیت البائع ثم بعد ساعة ذهب المشتری الی تسویجه فقال البائع لا اجیز البائع فذهبا الی ابی برزة الاسلمی فی السفینة فاختصما عنده فقال لا اراکما افترقتما فبعد هذه التفصیل لعلك علمت عدم صحة استدلال الشافعیؒ بحدیث ابی برزة الاسلمی بل هو مضر لمذهبه لانه یقول ان بعد الافتراق بالابدان لایبقی الخیار و فی قصة ذکرناها یأبی العقل السلیم والفهم المستقیم من ان یقول بعدم الافتراق فی یوم ولیلة وکیف یتخمص عن الحوائج الضروریة والصلوٰة والاکل وغیرها ومع قطع النظر عن جمیع هذه الضروریات الموجبات للافتراق ذهاب المشتری عن مجلس العقد وتسریجه الفرس مصرح بها فی الروایات فلا یمکن ان ینکره الشافعیؒ فبعد هذا الافتراق قال ابو برزة الاسلمیؓ لا اراکما افترقتما وهو لیس بمذهب الشافعیؒ فروایته مضر له لا مؤید له ثم بعد هذا قال الامام الطحاویؒ فی الاستدلال علی مذهبنا بقوله صلعم لایحل له ان یفارق خشیة ان یستقیله حاصله انه لایصلح ان یستدل الشافعیؒ بهذا القول علی مذهبه بل هو یؤید نالانه فیه نهی عن الافتراق خشیة الاقالة والاقالة رفع العقد بعد ان یتم فعلم ان العقد قد تم ولزم بمجرد قول البائع والمشتری والا لما صح اطلاق الاقالة ثم اعترض الطحاوی بهذا القول علی مذهب الشافعیؒ بانه لو کان معنی قیام ابن عمرؓ کما قال الشافعیؒ فیلزم الاعتراض علی ابن عمرؓ بهذا القول واما علی طرز ابی حنیفةؒ فلا ولم یرض باستدلاله فی مقابلة نصوص الشافعیؒ فالحاصل ان ههنا ثلث مذاهب الاول مذهبنا وهو انه یلزم العقد بمجرد الایجاب والقبول ولا یبقی خیار المجلس والثانی مذهب امام الشافعیؒ وهو انه ینعقد العقد ویبقی الخیار خیار المجلس الثالث مذهب اصحاب الظواهر والمحدثین وهو انه لا ینعقد العقد اصلا لقوله علیه السلام لا بیع بینهما مالم یتفرقا قال شیخنا مدظله الاولی بالتحقیق ان یقال ان ابا حنیفةؒ ایضًا یسلم خیار المجلس کما یسلم الشافعیؒ علی سبیل التبرع والاحسان لا علی سبیل الوجوب والالزام والا لتعارض کثیر من الروایات فنقول ان ما ورد فی الروایات مالم یتفرقا او یختارا معناه انه ینبغی للمؤمن ان یخیر اخاه المؤمن بعد انعقاد العقد حتی یتفکر فی نفعه ونقصانه فیختار المبیع او یدعه کقوله علیه السلام من اقال اقاله الله تعالی یوم القیٰمة کذا قوله علیه السلام المؤمن اخو المؤمن لا یخذله وان کان لیس بلازم علیه وقرائن هذا التوجیه موجودة فی الاحادیث منها قصة کعبؓ انه ارتفع صوته فی مسجده علیه السلام حین طلب دینه من مدیونه فسمع علیه السلام صوته فخرج فقال یا کعب ضع دینك وقال لمدیونه اعط ما بقی فکل واحد یسلم ان هذا الحکم کان بجهة التبرع والاحسان ولیس فیه ان القاضی یحکم فی مثل هذه المقدمة بهذا الحکم ویتلف حقوق الناس وکذلك فی قصة شراج حرة ان الانصاریؓ وابن عمته علیه السلام یعنی الزبیر اختصما عنده علیه السلام فی ماء الشراج فقال علیه السلام تبرعًا علی الانصاری للزبیرؓ اذا استقیت ارضك فاترك الماء له فلم یفهم الانصاری تبرع النبی علیه السلام به وغضب فقال للنبی علیه السلام ان کان ابن عمتك فغضب علیه السلام علیه وقال للزبیر علیك ان توفی حقك ثم اترك له فکل واحد یسلم ان اول حکمه علیه السلام کان تبرعًا لا قضاء والثانی کان قضاءً فکذا فیما نحن فیه لو یحمل الاجازة فی خیار المجلس علی التبرع والاحسان فلیس ببعید فعلی هذا الطرز لا یرد الاعتراض علی الشوافع بحدیث ابی برزة الاسلمیؓ لان معنی قول ابی برزة انی لا اراکما افترقتما یعنی ینبغی للبائع ان یاخذ فرسه ویعطی اثمان المشتری له لانه لم یفترق بعد افتراقًا بعیدًا ولم ینتفع بالاثمان ولم یتصرف فیها ونادم ببیعه وقد قال علیه السلام من اقال نادمًا بیعه اقال الله عثرته یوم القیٰمة وکذا قال للمسلم حق علی اخیه المسلم وحینئذٍ لا یرد الاعتراض علی ابن عمرؓ بقوله علیه السلام لان الامر کما قلنا کان للتبرع والمتبرع امیر نفسه ان شاء تبرع والا فلا ما علی المحسنین من سبیل وایضًا لهذا التوجیه قرینة انه جاء فی روایة الترمذیؒ وابی داؤد والنسائیؒ قوله مالم یتفرقا او یختارا ثلثًا وزاد البخاریؒ ثلث مرار فلو لم یحمل الروایات علی المعنی الذی ذکرنا لم یستقم معنی هذه الروایة علی مذهب الشافعیؒ لان الخیار فیه ثلث مرات ولا یقول له احد ولا یسلمه الشافعیؒ بل یکفی عنده القول مرة واحدة فعلم ان هذا تاکید علی جهة التبرع والاحسان قال شیخنا هذا المعنی الذی ذکرناه لم اجد فی کتاب وان لم یقدح فی حسنه الان ابن حجرؒ نقله فی فتح الباری بصدد دلائل الحنفیة وقال هذا الاحتمال بعید والعجب مثل هذا المتبحر انه کیف یقول ببعد هذا الاحتمال الذی هو موافق للروایة والدرایة والله اعلم بما فی صدور العباد والشافعیؒ ارتکب فی کثیر من المواضع الاحتمال الابعد من هذا الاحتمال ولم یقدح علیه ابن حجرؒ وللناس فیما یعشقون مذاهب او یقال ان الخیار کلی مشکك فبعض افراده اقوی وهو بعد قیام المتعاقدین عن مجلس الخیار وقوته لانه لا خیار لاحد المتعاقدین حینئذٍ واضعفه وهو قبل الایجاب القبول فضعفه لان فیه الخیار لکل واحد من المتعاقدین علی سبیل الاستقلال وبین بین وهو بعد انعقاد العقد قبل تفرق الابدان فهو اقوی بالنسبة الی الثانی واضعف بالنسبة الی الاولی ووجه ضعفه انه لیس کل واحد مستقلا علی الفسخ ولکن ان رضی الاخر فله ان یفسخ فحینئذٍ یسلم ابو حنیفةؒ ایضًا خیار المجلس یعنی ان اجازالاٰخر لا مستقلا ا ویقال ان الخیار ذو وجهتین جهة الانعقاد وجهة الفسخ فلکل من العاقدین خیار انعقاد العقد فان اتفقا علی انعقاد فینفذ وان اتفقا علی الانفساخ فینفسخ وان اختلفا فالشافعیؒ یرجح جانب الفسخ ونحن جانب الانعقاد والحدیث لیس بمصرح للترجیح بل المرجح القیاس فنحن لانرتکب خلاف الحدیث بل نخالف قیاس الشافعی وقیاسه لیس بحجة علینا فالحاصل ان مسئلة الخیار من مهمات المسائل

وخالف ابوحنیفة فیہ الجمہور وکثیرًا من الناس من المتقدمین والمتاخرین صنفوا رسائل فی تردید مذہبہ فی ہذہ المسئلة ورجح مولانا شاہ ولی اللہ المحدث دہلویؒ
قدس سرہ فی رسائل مذہب الشافعیؒ من جہة الاحادیث والنصوص وکذلک قال شیخنا مد ظلہ یترجح مذہبہ وقال الحق والانصاف ان الترجیح للشافعیؒ فی ہذہ المسئلة
ونحن مقلدون یجب علینا تقلید امامنا ابی حنیفة واللہ اعلم **قولہ** لا یتفرقن عن بیع الاعن تراض لا یخالفنا کما قدمنا من تقریر مذہبہ یعنی ینبغی ان لا یتفرق المتعاقدان
الاعن رضاء تمام فان لم یرض احدہما فعلی الاخران یفسخ تبرعا واحسانا وان کان بعد انعقاد العقد وکذا قولہ علیہ السلام اعرابیا لا یفترا بحنیفة لانہ علیہ السلام اولی بالمومنین بالفضل
کما جاء انا نستحق بمکارم الاخلاق **قولہ** ولاخلابة ہٰہنا مسئلتان الاولی ہل العاقل البالغ الحر یحجر علیہ ام لا فقلنا لا وقال الشافعیؒ بالحجر علی السفیہ واستدل بحدیث الباب انہ
علیہ السلام منعہ عن البیع والشراء وہذا الاستدلال لا یصح لان حجرہ علیہ السلام علیہ کان شفقة ومروة علیہ وعلی مالہ لما جاء اقاربہ یشتکون الی النبی علیہ السلام لاحکما وقضاء
فلما قال لا اصبر یارسول اللہ لما اجازہ علیہ السلام لہ مع انہ مصرح انہ علیہ السلام اجازہ بعد عدم صبرہ وللقاضی ان یصون قضائہ مہما امکن لان یقضی ساعة و ینقض تارة و
شان القضاة اعلی وارفع منہ فضلا عن قضاء النبی علیہ السلام والثانیة انہ ہل ثبت بمجرد قولہ لاخلابة الخیار فقال بعض اہل العلم یثبت والا لضاع التقیید بہ ویلغو الکلام وقال
الجمہور منہم الشافعیؒ وابوحنیفة لا یثبت بمجرد ہذا القول والحدیث بظاہرہ یخالفہم فاجاب الشراح بان ثبوت الخیار بہذا القول فقط من خصوصیات ذلک الرجل والاولی فی
الجواب ان یقال انہ جاء فی روایة الحاکم لاخلابة ولی الخیار ثلثة ایام فثبت الخیار بہذا الکلام لا بمجرد القول ای بلاخلابة واما القول بانہ لو لم یثبت الخیار بہذہ الالفاظ للزم الغاء
التقیید وتضییع الکلام فلا نسلمہ لان فوائد التقیید لیست بمنحصرة فیما قالوا حتی یلزم من نفیہا الغاء التقیید وتضییع الکلام بل للتقیید فوائد لا تعد ولا تحصی واعلی الفوائد
ہٰہنا انہ اذا کان المشتری مثلا من من لا یعرف فنون البیع و یقول وقت الشراء والبیع لخصمہ انی غیر واقف بفنون المعاملة ولا اعلم موجبات الخسران والمنافع واتکلت علی
دینک وفوضت امری فی تلک المعاملة الیک وانت تعلم بمنافعی ومضاری فاعمل بی معاملة الصدیقین الخائفین من اللہ تعالیٰ فلا محالة یتأثر البائع من ہذا الکلام ویعامل معہ معاملة
المخلصین الصدیقین یدفع عنہ مضارہ ویجلب الیہ منافعہ فلہذہ الفائدة قال علیہ السلام قل لاخلابة فلا یلزم الغاء الکلام وہذا الجواب مع قطع النظر عما روینا من روایة الحاکم
فانہ جواب اٰخر **قولہ** باب فی المصراة ذہب الامام الشافعیؒ الی ظاہر الحدیث وقلنا برجوع النقصان والحدیث بظاہرہ یخالفنا فاجیب عنہ بوجوہ الاول ما اجاب صاحب نور الانوار
بان راوی الحدیث ابوہریرةؓ وہو غیر مجتہد وروایة غیر المجتہد متروک فی مقابلة القیاس وقال شیخنا مد اللہ ظلہ ہذا الجواب من قبیل توجیہ الکلام بما لا یرضی بہ قائلہ فان من
داب الامام ابی حنیفةؒ انہ یترک القیاس فی مقابلة قول الصحابی فضلا عن ان یبین حدیث النبی علیہ السلام کما صرح بہ المحققون من علمائنا الثانی ما اجاب ابن عمرؓ بان
الحدیث منسوخ وناسخہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم البیعان بالخیار مالم یتفرقا فلما حکم علیہ السلام بانقطاع الخیار الامن استثناہ بقولہ الابیع الخیار فعلم انہ لاخیار لاحد
وردہ الامام الطحاویؒ ان بیع المصراة داخل فی ما استثناہ علیہ السلام بقولہ الابیع الخیار لان المصراة من جملة العیوب ورد المبیع بخیار العیب مشروع فی الشریعة
لا یقول احد بنسخہ الثالث ما اجاب عیسی بن ابان بان حکم حدیث المصراة فی وقت ما کانت العقوبات یوخذ بہا الاموال کما روی عن النبی علیہ السلام فی الزکوٰة من
ادی طائعا فلہ اجرہا والا اخذناہا منہ وشطر مالہ عزمة من عزمات ربنا عزوجل وکما قال فی سارق الثمرة التی لم تحرز انہ یضرب جلدات ویغرم مثلیہا ثم لما نسخ اللہ
الربوٰ ردت الاشیاء الی امثالہا ان کان مثلیا فمثل وان کان من ذوات القیم فقیمة فنسخ حکم المصراة ایضًا والعقوبة فیہ ہی ان یبقی اللبن عند المشتری ویرد الی البائع صاعاً
من طعام ولا ینظر الی ان صاعًا من طعام ہل یساوی اللبن ام لا فلو کان اللبن زائدًا من الطعام واضعافًا مضاعفة فیسلم الی المشتری عقوبة للبائع الفاعل ہذا الفعل
الشنیع ولم یرض ابوجعفر بہذا الجواب ایضا الرابع ما اجاب الطحاویؒ بان الحدیث منسوخ ووجہ النسخ انہ یخالف النصوص الصریحة من کلام اللہ تعالیٰ ورسولہ صلعم والقیاس بل
الاقیسة اما کلام اللہ تعالیٰ فلقولہ تعالیٰ فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدیٰ علیکم واما کلام النبی علیہ السلام فقولہ علیہ السلام ونہیہ عن بیع الدین بالدین وفی المصراة بیع الدین بالدین و وجہہ
ان المشتری اذا حلب اللبن یومین او ثلثة ایام واہلکہ ثم رد الشاة علی بائعہ ووجب الصاع من الطعام دینا فی ذمتہ بدل اللبن الذی ہلکہ فکان دینا علیہ فہذا بیع الدین بالدین وقد نہی عنہ
صلی اللہ علیہ وسلم وکذا یخالف قولہ صلعم الخراج بالضمان والغنم بالغرم فعلی مذہب الشافعیؒ یلزم خلاف ہذہ النصوص لان الشاة لو ہلکت مثلاً فی تلک الایام الثلثة لہلکت من
مال المشتری وہذا بالاتفاق بینہم فلما کان الضمان والغرم علی المشتری فیجب ان یکون الخراج والغنم لہ عملاً بالنصوص کما لو اشتری رجل عبدا واستخدمہ ثم ردہ علی بائعہ فغلتہ
للمشتری وکذا لو اشتری شاة واحلب لبنہا ایاما ثم ردت علی البائع بعیب اٰخر فاللبن للمشتری بلا شئی فکذا فیما نحن فیہ نقول اللبن للمشتری بلا شئی وکذا یخالف قاعدة الضمان لان الضمان
بالمثل اعم من ان یکون صوریا او معنویا فصاع الطعام لیس مثلا صوریا للبن وہذا ظاہر ولا معنویا لان المثل المعنوی عبارة عن قیمة الشئی وصاع الطعام لا یساوی قیمة اللبن
علی کل حال فانہ لم یفرق فی الحدیث ان الصاع عوض لبن یوم او یومین او عوض لبن شاة او لبقرة والمشتری قد تکون شاة وقد تکون بقرة وقد تکون ناقة والصاع لا یساوی قیمة
لبن کل شاة للتفاوت بین البانہا بالقلة والکثرة فضلا ان یساوی لبن ثلثة ایام او لبن الناقة والبقرة وایضًا الحدیث مخالف لمذہب الشافعیؒ .... لان مذہبہ ان یرد صاع التمر او
الشعیر فقط لا غیر وفی الحدیث امر مطلق سوی السمراء فی روایة ابی ہریرةؓ التی احتج بہا وایضًا الحدیث مخالف لقواعد خیار العیب یتحقق فیہا ثلثة صور الاولی ان یظہر عند المشتری
عیب کان عند البائع بدون ان یحدث عند المشتری عیب یتعین الرد الثانی ان یظہر عند المشتری عیب کان عند البائع وقد حدث عیب فی ید المشتری ایضًا ففی ہذہ الصورة لہما
خیار ان الرجوع بالنقصان او الرد الثالث ان یزید المشتری فی المبیع مثلا اشتری ثوبا فخاطہ او اصبغہ ففی ہذہ الصورة ان لم تراضیا علی الرد فلیس للبائع ان یاخذ لان امتناع الرد ہٰہنا لحق
بعد بل یتعین الرجوع بالنقصان فصورة الشاة صورة ثانیة لانہ حدث عیب عند المشتری وہو اخراج اللبن عن الضرع وکان معیبا بعیب کان عند البائع فحکمہا الرجوع بالنقصان
او الرد ان تراضیا الا الرد ورد صاع من التمرة والشعیر فبسبب ما ذکرناہ من الوجوہ ترکنا حدیث المصراة واللہ اعلم او یقال ان الحکم برد الشاة ورد تمر او صاع شعیر معہا لیس قضاء و
وجوبا بل تبرعًا ومصالحة یعنی لما ظہر عیب عند المشتری ورد المعیبة فعلیہ ان یرد معہا صاعًا من طعام بدل ما انتفع بلبنہا لئلا یضیع مال اخیہ المؤمن فلا یخالف بہذا المعنی
ابوحنیفة **قولہ** باب فی اشتراط ظہر الدابة عند البیع جوز احمدؒ واسحقؒ الاشتراط فی البیع نظرا الی ظاہر الحدیث وقال الامام مالکؒ ان کان المسافة یسیرا قلیلا فیجوز والا
فلا وقال الامام ابوحنیفة بعدم جواز الاشتراط مطلقا لانہ علیہ السلام نہی عن بیع وشرطین وجاء فی بعض الروایات نہیہ علیہ السلام عن بیع وشرط وکذا نہیہ علیہ السلام عن
صفقة فی صفقتین والروایة الواردة فی ہذا الباب متخالفة ومتعارضة ظاہرًا جمعہا البخاریؒ فی مصنفہ علم من بعضہا ان النبی علیہ السلام اباح ظہرہ بعد البیع وعلم من بعضہا
ان النبی علیہ السلام اجازہ علی طلب جابرؓ وعلم من بعضہا الاشتراط فعین ابوحنیفة واحدة منہا وتأول فی الباقیات بان جابرؓ لما اراد البیع اختلج فی صدرہ انی کیف اصل
المدینة فقال لہ علیہ السلام سابیح لک ظہرہا او یقال ان النبی علیہ السلام اعطاہ عاریة بعد البیع کما قال جابرؓ فی روایة افقرنی ظہرہا **قولہ** باب فی الانتفاع بالرہن

أصول الشاشي

نظام الدين أبي علي أحمد بن محمد بن إسحاق الشاشي

المتوفى سنة ٣٤٤هـ

وبهامشه

عمدة الحواشي

شرح أصول الشاشي

للمولى محمد فيض الحسن الكنكوهي

ضبطه وصححه

عبد الله محمد الخليلي

تنبيه:

وضعنا «أصول الشاشي» في أعلى الصفحات، ووضعنا شرحه «عمدة الحواشي» في أسفل الصفحات على شكل حواشٍ، وفصلنا بينهما بخط

منشورات
محمد علي بيضون
لنشر كتب السنة والجماعة
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

مسّته النار. فقال له ابن عباس أرأيت لو توضأت بماء سخين أكنت تتوضأ منه؟ فسكت.

وإنما ردّه بالقياس إذ لو كان عنده خبر لرواه.

وعلى[1] هذا ترك أصحابنا رواية أبي هريرة في مسألة[2] المصّراة[3] بالقياس وباعتبار اختلاف أحوال الرّواة.

= فإذا لم يكن الراوي مجتهداً لم يكن واقفاً على كل ما راده صح، كيف يعتمد على قوله ويترك به القياس.
فلهذه الضرورة يترك الحديث ويعمل بالقياس وهذا ليس ازدراء بأبي هريرة واستخفافاً به حاشا وكلا بل بياناً لنكتة في هذا المقام.

(١) قوله (على هذا) أي على أن الخبر يترك بالقياس إذا لم يكن الراوي معروفاً بالفقه والاجتهاد.

(٢) قوله (في مسألة المصراة) الخ... وهو ما روى ابن هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي ﷺ أنه قال: «لا تصروا الإبل والغنم فمن ابتاعها بعد ذلك فهو بخير النظرين بعد أن يحلبها إن رضيها أمسكها وإن سخطها ردها وصاعاً من تمر» أي مكان اللبن فهو مخالف للقياس من كل وجه.
لأنهم أجمعوا على أن ضمان العدوان فيما له مثل مقدر بالمثل صورة، وفيما لا مثل له مقدر بالمثل معنى وهو القيمة، وصاع من تمر ليس بمثل اللبن لا صورة ولا معنى، فلذا تركه أصحابنا رح.
ولكن هنا رقّة قوية وهي: أنَّ هذا الحديث جاء في البخاري برواية عبد الله بن مسعود (رض) أيضاً والحال أنه معروف بالفقه والاجتهاد.
ثم اعلم أن رواية غير الفقيه إنما لا يقبل عند مخالفة القياس إذا لم تلقه الأمة بالقبول، أما إذا تلقته يقبل.
ثم اعلم أن هذا مذهب عيسى بن أبان واختاره القاضي الإمام أبو زيد رحمه الله وتابعه أكثر المتأخرين.
وأما عند الشيخ أبي الحسن الكرخي رح ومن تابعه، فيس فقه الراوي شرطاً لتقديم الخبر على القياس، بل يقبل خبر كل عدل مطلقاً بشرط إن لم يكن مخالفاً للكتاب والسنة المشهورة، لأن التغيير من الرواي بعد ثبوت عدالته وضبطه موهوم والظاهر أنه يروى كما سمع.
ولو غيره لغيّر على وجه لا يتغير المعنى، هذا هو الظاهر من أحوال الحفاظ الرواة العدول خصوصاً من الصحابة رضي الله عنهم لمشاهدتهم أحوال النصوص وهم من أهل اللسان وهو الصحيح بحسب الظاهر. وليت شعري لم أختار المصنف هذا القول بل اختاره مذهب عيسى بن أبان.

(٣) قوله (المصراة) من التصرية وهو في اللغة: الجمع، يقال: صريت الماء إذا جمعت.
والمراد في الحديث جمع اللبن في الضرع بالشدّ وترك الحلب مرة تُبَاعَ ويغتر بها المشتري أنها غزيرة اللبن.

بحـــث شرط العمل بخبر الواحد

قلنا: شرط العمل بخبر[1] الواحد، أن لا يكون مخالفاً للكتاب والسنة[2] المشهورة، وأن لا يكون مخالفاً للظاهر قال[3] عليه السّلام (تكثر لكم الأحاديث بعدي فإذا روي لكم عني حديث فاعرضوه على كتاب الله فما وافق فاقبلوه وما خالف فردّوه).

وتحقيق[4] ذلك فيما روي عن عليّ بن أبي طالب إنه قال: كانت الرّواة على ثلاثة أقسام. مؤمن مخلص صحب رسول الله ﷺ، وعرف معنى كلامه.

وأعرابيّ جاء من قبيلة فسمع بعض ما سمع ولم يعرف حقيقة كلام رسول الله ﷺ، فرجع إلى قبيلته، فروى بغير لفظ رسول الله ﷺ فتغيّر المعنى، وهو يظنّ أنّ المعنى لا يتفاوت. ومنافق لم يعرف نفاقه، فروى مالم يسمع وافترى فسمع منه أناس فظنّوه مؤمناً مخلصاً فرووا ذلك واشتهر بين الناس.

فلهذا المعنى وجب[5] عرض الخبر على الكتاب والسنّة المشهورة.

ونظير[6] العرض على الكتاب في حديث مسّ الذكر فيما يروى عنه (من مسّ

---

(١) قوله (بخبر الواحد) إعلم أن قبول خبر الواحد ووجوب العمل به متعلق بشروط ثمانية على ما أشار إليه الشيخ في الكتاب. أربعة في نفس الخبر. وأربعة في المخبر.
فالأربعة الأولى أن لا يكون مخالفاً للكتاب، وأن لا يكون مخالفاً للسنة المشهورة، وأن لا يكون في حادثة تعم بها البلوى، وأن لا يكون متروك الاحتجاج به عند ظهور الاختلاف. وأما الأربعة في المخبر فالعقل، والعدالة، والضبط، والإسلام.

(٢) قوله (والسنة المشهورة) والمتواتر والإجماع، لأن هذه الأدلة قطعية، والخبر الواحد ظني ولا تعارض بين القطع والظني بوجه ما، الظني يسقط بمقابلته.

(٣) قوله (قال) الخ... دليل على المدعي المذكور على بعضه بالعبارة وعلى بعضه بالدلالة.

(٤) قوله (وتحقيق ذلك) أي اختلاف الرواة ولزوم العرض على كتاب الله تعالى.

(٥) قوله (وجب عرض الخبر على الكتاب) الخ... لاحتمال أن يكون راويه أعرابياً غير فقيه، أو منافقاً روى ما لم يسمع. فإن قلت: قد طعن فيه أهل الحديث وقالوا: روى هذا الحديث يزيد بن ربيعة، عن أبي الأشعث عن ثوبان، ويزيد بن ربيعة مجهول ولا يعرف له سماع عن أبي الأشعث فكان منقطعاً فلا يصح الاحتجاج به. والجواب عنه: أن الإمام محمد بن إسماعيل البخاري أورد هذا الحديث في كتابه وهو إمام أهل الحديث فكفى به دليلاً على صحته ولم يلتفت إلى غيره.

(٦) قوله (ونظير العرض على الكتاب) الخ... وهو قوله عليه السلام «من مس ذكره فليتوضأ» فإنه مخالف للكتاب لأن الله تعالى مدح المتطهرين بالاستنجاء والماء بقوله عز اسمه ﴿فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُواْ﴾ والاستنجاء بالماء لا يتصور إلا بمسّ الفرجين، وثبت بالنص إنه من التطهير ⁼

أُصُولُ الشَّاشِيِّ

للإمام نظام الدين الشاشي

طبعة جديدة ملونة مصححة
بإضافة عناوين البحوث في رؤوس الصفحات

على أساس حاشية
الشيخ الحافظ محمد بركت الله اللكنوي المسمّٰى به

"أَحْسَنُ الْحَوَاشِيِّ"

بإضافة نبذة من التعليقات الأخرى مع تخريج الأحاديث

مكتبة البشرى كراتشي باكستان

﴿وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى ٱلرَّسُولِ وَإِلَىٰٓ أُوْلِى ٱلْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ ٱلَّذِينَ يَسْتَنۢبِطُونَهُۥ مِنْهُمْ﴾ (النساء: ٨٣)

أصول الشاشي

للإمام نظام الدين الشاشي

المتوفى سنة ٣٢٥

على أساس حاشية الشيخ الحافظ محمد بركت الله اللكنوي

المسمى به

"أحسن الحواشي"

بإضافة نبذة من التعليقات الأخرى مع تخريج الأحاديث

مكتبة البشرى

كراتشي باكستان

وباعتبار اختلاف أَحْوَال الرُّواة قلنا: شرطُ العمل **بخبر الواحد.**

أي رواة اخبار الآحاد

١-أن لا يكون مخالفاً للكتاب **والسنة المشهورة.**

٢- وأن لا يكون مخالفا للظاهر قال عليه السلام: "**تكثر لكم الأحاديثُ** بعدي، فإذا رُوي لكم عني حديثٌ فاعرضوه على كتاب الله، فما وافَقَ فاقبَلُوْهُ، وما خالف فرُدُّوه".*

وتحقيقُ ذلك فيما روي عن علي بن أبي طالب أنه قال "كانت الرُّواة على ثلاثة أقسامٍ:

١ - مؤمنٌ مخلصٌ صَحِبَ رسول الله ﷺ وعَرَفَ معنى كلامه.

٢ - وأعــرابيٌّ جاء من قبيلةٍ فسمعَ بعض ما سمِعَ و لم يعــرف حقيقةَ كلام رسول الله ﷺ، فرجع إلى قبيلته فروى بغير لفظ رسول الله ﷺ فتغيّر المعنى وهو يظُنُّ أن المعنى لا يتفاوت.

= الرواة العدول خصوصاً من الصحابة رضي الله عنهم لمشاهدتهم أحوال النصوص وهم من أهل اللسان وهو الصحيح بحسب الظاهر، وليت شعري لم لا اختار المصنف هذا القول بل اختار مذهب عيسى بن أبان كذا في "المعدن" و شروح "المنار". والسنة المشهورة: والمتواتر والإجماع؛ لأن هذه الأدلة قطعية، والخبر الواحد ظني، ولا تعارض بين القطع والظني بوجه ما، الظني يسقط بمقابلته.[عمدة الحواشي: ص ١٧٦]

تكثر لكم الأحاديثُ إلخ: فهذه الأحاديث يدل بعبارته على اشتراط عدم مخالفة خبر الواحد الكتاب، وبدلالته على اشتراط عدم مخالفة السنة المشهورة، لاتحاد العلة على ما بيّنا. بخبر الواحد: اعلم أن قبول خبر الواحد ووجوب العمل به متعلق بشروط ثمانية على ما أشار إليه الشيخ في الكتاب أربعة في نفس الخبر وأربعة في المخبر، فالأربعة: الأولى أن لا يكون مخالفاً للكتاب، وأن لا يكون مخالفاً للسنة المشهورة، وأن لا يكون في حادثة يعم بها البلوى، وأن لا يكون متروك الاحتجاج به عند ظهور الاختلاف، وأما الأربعة في المخبر: فالعقل، والعدالة، والضبط، والإسلام.

* ذكره الفتني في "تذكرة الموضوعات" ص ٢٨، وقال عنه: أورده الأصوليون: وقــال الخطابي: يرفعه حديث: "إني أوتيت الكتاب وما يعدله". [الشافي: ص ٢٢٥]

٣ - ومنافقٌ لم يُعرف نفاقه فروى ما لم يسمَعْ وافترى، فسمِعَ منه أناسٌ، فظنُّوه مؤمناً مخلصاً فروَوْا ذلكَ واشتَهَر بين الناس".*

فلهذا المعنى **وجب عرضُ الخبر** على الكتابِ والسنة المشهورة.

ونظير العَرْض على الكتاب: في حديث مَسّ الذكَر فيما يُروى عنه ﷺ "من مَسَّ ذكره فليتوضأ"،** فعرضناه على الكتاب، **فخرج مخالفاً لقوله تعالى:** ﴿فيه رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا﴾، فإنهم كانوا يستنجون بالأحجار ثم يغسلون بالماء، ولو كان مسُّ الذكر حدثاً لكان هذا (أي أهل قباء) (الاستنجاء بالماء) **تنجيساً لا تطهيراً** على الإطلاق.

وجب عرضُ الخبر إلخ: لاحتمال أن يكون راويه أعرابياً غير فقيه أو منافقاً روى ما لم يسمع. ونظير العَرْض على إلخ: وهو قوله ﷺ: "من مس ذكره فليتوضا"، فإنه مخالف للكتاب؛ لأن الله تعالى مدح المتطهرين بالاستنجاء بالماء بقوله عز اسمه: ﴿فيه رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا﴾، والاستنجاء بالماء لا يتصور إلا بمس الفرجين، وثبت بالنص أنه من التطهير، والحديث يقتضي أن يكون مس الذكر حدثاً يوجب الوضوء؛ لأنه أمر بالتوضي بعد مس الذكر، فلو لم يكن حدثاً لا يوجب الوضوء لعدم الفائدة؛ لأن فعل النبي ﷺ وكذا حكمه لا يخلو عن الحكمة، فإذا تعارضا أي: الكتاب والحديث فلا يترك العمل بالكتاب بالحديث الذي هو أدنى من الكتاب باعتبار العمل لا باعتبار ذاته فافهم. فخرج مخالفاً لقوله تعالى إلخ: نزلت هذه الآية في أهل مسجد قباء وهم كانوا يستنجون بالماء بعد استعمال الأحجار، والاستنجاء بالماء لا يتصور إلا بمس الفرجين جميعاً، فلو كان مس الذكر حدثاً لا يكون الاستنجاء تطهيراً، وقد ثبت بالنص أنه تطهير، والحديث تقتضي أن يكون مس الذكر حدثاً يوجب الوضوء؛ لأنه أمر بالتوضي بعد مس الذكر، فلو لم يكن حدثاً لا يوجب الوضوء لعدم الفائدة، والنص يقتضي أن لا يكون حدثاً؛ لما ذكرنا، فلذا ترك الحديث.

تنجيساً: للبدن بالنجاسة الحكمية، وهي أقوى من الحقيقة. لا تطهيراً: وقد سمى الله تعالى ذلك تطهيراً على الإطلاق ومدحهم بذلك، ولو كان حدثاً لما استحقوا المدح؛ إذ الإنسان لا يستحق المدح في حالة الحدث فافهم.

* لم أجده.

** أخرجه الترمذي في "جامعه" في باب الوضوء من مس الذكر، رقم: ٨٢، والنسائي في باب الوضوء من مس الذكر، رقم: ٤٤٧، وأبوداود في باب الوضوء من مس الذكر، رقم: ١٨١، عن بسرة بنت صفوان ﵂.

أصول الشاشي

(مختصر في أصول الفقه الإسلامي)

تأليف

الإمام الفقيه نظام الدين الشاشي

(من رجال القرن السابع الهجري)

مع مقدمة

لفضيلة الشيخ العلامة الفقيه يوسف القرضاوي

حققه وراجع نصوصه وعلق عليه

الأستاذ محمد أكرم الندوي



(مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيرًا يُفقِّهْهُ فِي الدِّين)

أُصُولُ الشَّاشِي

(مختصر في أصول الفقهِ الإسلامي)

تأليف

الإمام الفقيه نظام الدّين الشاشي

(مِن رِجالِ القرنِ السّابع الهِجري)

مَع مُقدّمة

لفضيلة الشيخ العلّامة الفقيه يوسف القرضاوي

حقّقهُ وَراجَعَ نصُوصَهُ وعلّق عليه

الأستاذ محمّد أكرم الندوي



دار الغرب الإسلامي

فسكت[1]،

وإنما رده بالقياس، إذ لو كان عنده خبر لرواه،

وعلى هذا ترك أصحابنا رواية أبي هريرة في مسألة المصراة[2] بالقياس[3].

[شروط العمل بخبر الواحد]:

وباعتبار أحوال الرواة قلنا: شرط العمل بخبر الواحد:

١- أن لايكون مخالفاً للكتاب،

٢- والسنة المشهورة،

٣- وأن لايكون مخالفاً للظاهر.

---

٤ ر، ش: متوضياً.

١ أخرجه الترمذي في كتاب الطهارة، باب ما جاء في الوضوء مما غيرت النار، وابن ماجة في كتاب الطهارة، باب الوضوء مما غيرت النار، وأبوداود في كتاب الطهارة، باب التشديد في ذلك.

٢أخرج البخاري في كتاب البيوع، باب إن شاء رد المصراة وفي حلبتها صاع من تمر، عن ثابت مولى عبد الرحمن بن زيد أنه سمع أباهريرة يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من اشترى غنماً مصراة، فاحتلبها، فإن رضيها أمسكها، وإن سخطها، ففي حلبها صاع من تمر، ومسلم في كتاب البيوع، باب حكم بيع المصراة، وأبوداود في كتاب البيوع، باب من اشترى مصراة فكرهها، والترمذي في كتاب البيوع باب ما جاء في المصراة، والنسائي في كتاب البيوع، باب النهي عن المصراة، والدارمي في كتاب البيوع، باب في المحفلات، وغيرهم.

٣وهذا من أكبر التناقض أن يتركوا حديثاً مرفوعًا متصلاً صحيح الإسناد لمخالفته القياس، ثم يأتون إلى خبر مرسل في مسألة القهقهة ويتركون به القياس، وهم لايعرفون من رواه عن النبي صلى الله عليه وسلم، فضلاً عن أن يعرفوا أكان الراوي فقيهاً أم غير فقيه، فيا للعجب، اللّهم إلا أن يقال: عملوا بالخبر المرسل في مسألة القهقة في أمر تعبدي لاسبيل للقياس إليه.

قال عليه السلام: تكثر[1] لكم الأحاديث بعدي، فإذا روي لكم عني حديث، فاعرضوه على كتاب الله، فما وافق فاقبلوه، وما خالف فردوه[2].

وتحقيق ذلك في ما روي عن علي بن أبي طالب أنه قال: كانت الرواة على ثلاثة أقسام: مؤمن مخلص صحب رسول الله صلى الله عليه وسلم، وعرف معنى كلامه، وأعرابي جاء من قبيلة فسمع بعض ما سمع ولم يعرف حقيقة (معنى كلام)[3] رسول الله صى الله عليه وسلم فرجع إلى قبيلته، فروى بغير لفظ رسول الله صلى الله عليه وسبم فتغير المعنى وهو يظن أن المعنى لايتفاوت[4]، ومنافق لم يعرف نفاقه، فروى ما لم

١ ش: سيكثر.

٢ هذا حديث يورده الأصوليّون، وقد أخرج الذهبي ما في معناه في "ميزان الاعتدال" (١/ ٤٢٥-٤٢٦)بإسناد فيه أشعث بن بُراز الهُجيميّ أحد المتروكين، روى عن أبي هريرة مرفوعًا "إذا حُدِّثتم عنّي بحديث يوافق الحقّ فخذوا به، حدّثتُ به أو لم أحدّث" قال الذهبي: "منكر جداً" ، وقد ذهب بعض الصالحين إلى أن الحديث الموضوع إذا صحّ معناه، كان له اعتبار لأنه يوافق العقل، قال شيخنا عبد الفتّاح أبو غدة رحمه الله: "وهذا باطل بالمرّة، فأن العمدة في الحديث ثبوتُه بنقل الثقات عن النبي صلى الله عليه وسلم، وإذا ثبت نقلُه عنه صلى الله عليه وسلم كان حقًا، ولا ريب، لأن الرسول عليه الصلاة والسلام ما ينطق إلا بالحقّ، وأما إذا كان الكلام في ذاته حقًا ولم يثبت نقلُه، فلايسوغ إضافته إلى الرسول الكريم أبداً، ويبقى حديثًا موضوعًا إذا أضيف إليه ولو كان فيه أقوى الحق وأمتنه، قال الإمام الحافظ جمال الدين المزّي رحمه الله تعالى: ليس لأحد أن ينسُب حرفًا يستحسنه من الكلام إلى الرسول صلى الله عليه وسلم وإن كان ذلك الكلام في نفسه حقًا، فإن كلّ ما قاله الرسول حق، وليس كل ما هو حق قاله الرسول صلى الله عليه وسلم، فليُتأمّل هذا الموضع فإنه مَزَلّة أقدام، ومضلّة أفهام. انتهى من آخر "ذيل الموضوعات" للسيوطي ص ٢٠٢. (من تعليق الشيخ عبد الفتاح أبو غدة رحمه الله على "ظفر الأماني" ص ٤٦٦).

٣ ما بين القوسين سقط من: أ، وأثبت من: ش.

٤ ش: لم يتفاوت.

يسمع وافترى فسمع منه أناس فظنوه[1] مؤمناً مخلصاً، فرووا ذلك واشتهر بين الناس[2].
فلهذا المعنى وجب عرض الخبر على الكتاب والسنة المشهورة.

ونظير العرض على الكتاب:

في حديث مس الذكر في ما يروى عنه عليه السلام: من مس ذكره فليتوضأ[3]،
فعرضناه على الكتاب، فخرج مخالفاً لقوله تعالى: فيه رجال يحبون أن يتطهروا[4]، فأنهم[5] كانوا يستنجون بالأحجار ثم يغسلون[6] بالماء،
ولو كان مس الذكر حدثاً لكان هذا[7] تنجيساً لا تطهيراً على الإطلاق.
وكذلك قوله عليه السلام: أيما امرأة نكحت نفسها بغير إذن وليها

---

١ ش: وظنوه، ر: فظنوه أنه كان.

٢ لم أجده.

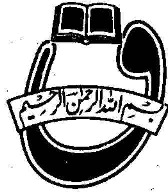
٣أخرجه الترمذي في كتاب الطهارة، باب الوضوء من مس الذكر، وأبوداود في كتاب الطهارة، باب الوضوء من مس الذكر، والنسائي في كتاب الطهارة، باب الوضوء من مس الذكر، وابن ماجة في كتاب الطهارة، باب الوضوء من مس الذكر، وغيرهم.

٤ سورة التوبة الآية ١٠٩.

٥ ش: وإنهم.

٦ "يغسلون" سقط من: ش.

٧ ش: هذا التطهير.



نحمد الله تعالیٰ علیٰ طبع المتن المتین فی اصول الفقه والدین المسمیٰ بالخمسین المشهور بـ

أُصُولُ الشَّاشِیْ

مع

أَحْسَنُ الحَوَاشِیْ

قال العلامة اللكنوی رحمه الله:

"امّا المختصر فی علم الأصول المعروف باصول الشاشی المتداول فی زماننا.... فذکر صاحب الکشف أن اسمه "الخمسین" وأنه لنظام الدین الشاشی، قیل کان سن المصنف لما صنّفه خمسین سنة فسمّاه به."

(الفوائد البهیة، ص ۲۴۴)

النَّاشِر

قدیمی کتب خانہ۔ مقابل آرام باغ۔ کراچی

بحث شرط العمل بخبر الواحد

فی مسئلة المصراة بالقیاس باعتبار اختلاف احوال الرواة قلنا
شرط العمل بخبر الواحد ان لا یکون مخالفا للکتاب والسنة المشهورة
وان لا یکون مخالفا للظاهر قال علیه السلام تکثر لکم الاحادیث بعدی
فاذا روی لکم عنی حدیث فاعرضوه علی کتاب الله فما وافق فاقبلوه
وما خالف فردوه وتحقیق ذلک فیما روی عن علی بن ابی طالب انه
قال کانت الرواة علی ثلثة اقسام مؤمن مخلص صحب رسول الله صلی الله
علیه وسلم وعرف معنی کلامه واعرابی جاء من قبیلة فسمع بعض ما سمع
ولم یعرف حقیقة کلام رسول الله صلی الله علیه وسلم فرجع الی قبیلته فروی
بغیر لفظ رسول الله صلی الله علیه وسلم فتغیر المعنی وهو یظن ان
المعنی لا یتفاوت ومنافق لم یعرف نفاقه فروی ما لم یسمع
وافتری فسمع منه اناس فظنوه مؤمنا مخلصا فرووا ذلک
واشتهر بین الناس فلهذا المعنی وجب عرض الخبر علی الکتاب
والسنة المشهورة ونظیر العرض علی الکتاب فی حدیث مس الذکر
فیما یروی عنه من مس ذکره فلیتوضأ فعرضناه علی الکتاب
فخرج مخالفا لقوله تعالی فیه رجال یحبون ان یتطهروا فانهم

ولم یلتفت الی غیره ۱۲ احسن الحواشی

اُصُولُ الشّاشی رحمہ اللہ

فی اُصُولِ الفقہ اردو

اُصولِ فقہ کی مشہور کتاب اُصول الشاشی کا مستند اردو ترجمہ



تصنیف

حضرت علامہ نظام الدین شاشی

رحمۃ اللہ علیہ



ترجمہ

جناب مولانا محمد مشتاق احمد انبیٹھوی رحمہ اللہ

مکتبۃ العلم

اردو بازار، لاہور

(042) 37211788

حدیث مصراۃ : حدیث مصراۃ کو حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لا تصروا الابل والغنم فمن ابتاعها بعد ذلک فهو بخير النظرين بعد ان يحلبها ان رضيها امسكها وان سخطها ردها وصاعا من تمر)) "نہ روکے رکھو دودھ اونٹنی اور بکری کا (اس نیت سے کہ زیادہ دودھ فروخت کے وقت خریدار کو معلوم ہو، زیادہ قیمت ملے) پس اگر کسی نے ایسی حالت میں خرید لیا تو اس کو دودھ نکالنے کے بعد اختیار ہے رضامند ہو تو رکھ لے اور اگر ناراض ہو تو لوٹا دے اور ایک صاع کھجور ہمراہ دے۔ (یہ صاع کھجور اس دودھ کے عوض ہے کہ پہلے دن نکالا تھا) علماء حنفیہ کہتے ہیں یہ حدیث قیاس کے مخالف ہے کیونکہ بدلہ دودھ کا یا دودھ ہو یا اس کی قیمت ہو اور صاع ثمر کو قیمت دودھ ٹھہرائیں تو دودھ کبھی کم، کبھی زیادہ ہوتا ہے۔ ہمیشہ ایک صاع کھجور قیمت کس طرح ہوگی۔

اقول: یہ تقریر بعض مصنفین کی ہے ورنہ فی الواقع اس حدیث مصراۃ پر علماء نے حنفیہ نے اس واسطے عمل نہیں کیا کہ اس سے زیادہ اور معتبر حدیث سیّدہ عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے۔ ((الخراج بالضمان)) جب کوئی شے کسی کی ضمانت اور ذمہ دار میں ہو، اُس کی آمدنی کا مالک وہی ہے لہٰذا جب یہ بکری اونٹنی مشتری کی ضمانت اور قبضہ میں آ گئی تو دودھ اُسی کا ہوا۔ واللہ اعلم

اور بوجہ اختلاف حال راویوں کے علماء حنفیہ نے خبر آحاد پر عمل کرنے کی یہ شرط کی ہے کہ وہ خبر واحد کتاب اور سنت مشہورہ کے مخالف نہ ہو اور ظاہر کے مخالف بھی نہ ہو کیونکہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: ((تكثر لكم الاحاديث بعدي فاذا روى لكم عني حديث فاعرضوه على كتاب الله فما وافق فاقبلوه وما خالف فردوه)) یعنی میرے بعد بہت حدیثیں میری طرف سے تمہارے پاس پہنچیں گی۔ جب کوئی حدیث میری طرف سے تمہارے پاس روایت کی جائے، اس کو کتاب اللہ کے سامنے پیش کرو، موافق ہو تو قبول کرو اور اگر وہ حدیث کتاب اللہ کے مخالف ہو تو اس کو رَد کر دو۔

فائدہ: علماء نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے راوی یزید بن ربیعہ مجہول ہے' لہٰذا یہ حدیث لائق حجت نہیں اور یحییٰ بن معین سے منقول ہے کہ اس حدیث کو زندیقوں نے وضع کیا ہے۔ بعض کتابوں میں غلطی سے یہ لکھا گیا کہ یہ حدیث بخاری شریف میں موجود ہے' حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔

مصنف اصول شاشی فرماتے ہیں' تحقیق اس کی یہ ہے کہ حضرت علیؓ سے منقول ہوا کہ راویوں کی تین اقسام ہیں۔ مؤمن مخلص جو حضور رسول اللہ ﷺ کے حضور میں رہا اور حضور ﷺ کے کلام پاک کو سمجھا۔

دوم اعرابی کہ اپنے قبیلہ سے آیا اور حضور ﷺ کے بعض کلام پاک کو سنا مگر اس کی حقیقت کو نہ پہنچا پھر اپنے قبیلہ کی طرف لوٹ کر گیا اور اُن الفاظ میں حدیث کو روایت کیا جو حضور ﷺ کی زبانِ مبارک سے نہیں نکلے تھے۔ پس معنی بدل گئے اور وہ صحابیؓ خیال کرتے ہیں کہ معنی نہیں بدلے۔

تیسری قسم وہ منافق ہے جس کا نفاق ظاہر نہیں ہوا' اُس نے بغیر سنے روایت کر دیا اور افتراء باندھا اس سے اور لوگوں نے سنا اور اس کو مؤمن مخلص سمجھا۔ اسی طرح روایت در روایت وہ حدیث لوگوں میں مشہور ہوگئی۔ اب واسطے لازم ہوا کہ حدیث کو کتاب اللہ اور سنتِ مشہورہ پر پیش کیا جائے۔

کتاب اللہ پر پیش کرنے کی مثال یہ حدیث ہے: **من مس ذکرہ فلیتوضاء**. جس نے اپنی پیشاب گاہ کو ہاتھ لگایا اس پر وضو کرنا لازم ہوگا۔ جب ہم نے اِس حدیث کو کتاب اللہ پر پیش کیا تو اس آیت کے مخالف نکلا: ﴿**فیہ رجال یحبون ان یتطھروا**﴾ یعنی مسجد قباء میں وہ لوگ ہیں جو پاکیزگی کو پسند کرتے ہیں۔ یہ اہل قباء جن کی تعریف اس آیت شریفہ میں ہے ڈھیلے سے پہلے استنجاء کر کے پھر پانی سے استنجاء کیا کرتے تھے۔ اگر پیشاب گاہ کو ہاتھ لگانا باعث وضو ٹوٹنے کے ہوتا تو اس کام یعنی عمل استنجاء بالحجار کو تنجیس کہا جاتا نہ تطہیر مطلقا۔

اسی طرح یہ حدیث: ((**ایما امرأة نکحت نفسها بغیر اذن ولیها**

عنوانات، فہرست، تسہیل،
کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ

اجمل الحواشی

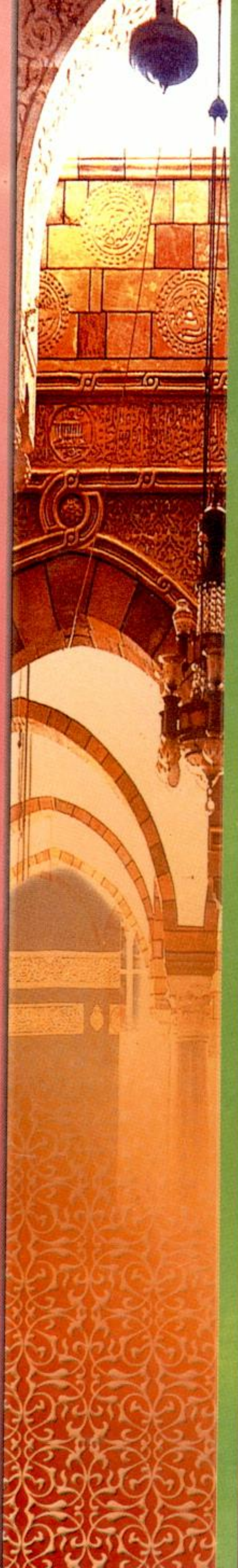
علیٰ

اصول الشاشی

تالیف
حضرت مولانا جمیل احمد سکروڈھوی
استاذ دار العلوم (وقف) دیوبند

تسہیل و عنوانات
مولانا محمد شفیق صاحب
فاضل جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

دار الاشاعت کراچی



اضافہ عنوانات، فہرست، تسہیل، کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ پہلی بار

اجمل الحواشی

علیٰ

اصول الشاشی

تالیف

حضرت مولانا جمیل احمد سکروڈھوی

استاذ دارالعلوم (وقف) دیوبند

تسہیل وعنوانات

مولانا محمد شفیق صاحب

فاضل جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

دارالاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ

کراچی پاکستان 2213768

حضرت امام اعظمؒ نے اسی وجہ سے حدیث مصرات کو ترک کیا ہے اور اس پر عمل نہیں کیا ہے۔
حدیث مصرات کا مسئلہ حدیث اور فقہ کی کتابوں میں بہت اہم شمار ہوتا ہے اور بغیر مذکورہ تفصیل کے اس مسئلہ کا منقح ہونا دشوار تھا اس لئے خادم نے ضروری تفصیل ذکر کی ہے۔

خبر واحد پر عمل کرنے کی شرط

وَبِاعْتِبَارِ اِخْتِلَافِ اَحْوَالِ الرُّوَاةِ قُلْنَا شَرْطُ الْعَمَلِ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ اَنْ لَايَكُوْنَ مُخَالِفًا لِلْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ الْمَشْهُوْرَةِ وَاَنْ لَايَكُوْنَ مُخَالِفًا لِلظَّاهِرِ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَكْثُرُ لَكُمُ الْاَحَادِيْثُ بَعْدِىْ فَاِذَا رُوِىَ لَكُمْ عَنِّىْ حَدِيْثٌ فَاعْرِضُوْهُ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ فَمَا وَافَقَ فَاقْبَلُوْهُ وَمَاخَالَفَ فَرُدُّوْهُ.

ترجمہ:.........اور راویوں کے احوال کے مختلف ہونے کے اعتبار سے ہم نے کہا کہ خبر واحد پر عمل کی شرط یہ ہے کہ وہ کتاب اور سنت مشہورہ کے مخالف نہ ہو اور ظاہر کے مخالف نہ ہو آنحضور ﷺ نے فرمایا میرے بعد تمہارے پاس احادیث زیادہ آئیں گی، جب تمہارے سامنے مجھ سے کوئی حدیث روایت کی جائے تو اس کو کتاب اللہ پر پیش کرو پس جو موافق ہو اس کو قبول کرو اور جو مخالف ہو اس کو رد کرو۔

تشریح:.........مصنفؒ فرماتے ہیں کہ راویوں کی حالتیں چونکہ مختلف ہوتی ہیں اس لئے ہم کہتے ہیں کہ خبر واحد پر عمل کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہ خبر قرآن کے مخالف نہ ہو، سنت مشہورہ کے مخالف نہ ہو اور ظاہر کے مخالف نہ ہو اگر ان شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو اس حدیث پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ اور یہ شرطیں اس لئے لگائی گئی ہیں کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے میری وفات کے بعد تمہارے پاس بہت سی حدیثیں پہنچیں گی جب میری طرف منسوب کر کے کوئی حدیث تمہارے سامنے بیان کی جائے تو تم اس حدیث کو کتاب اللہ پر پیش کرنا اگر وہ حدیث کتاب اللہ کے موافق ہو تو اس کو قبول کر لینا اور اگر مخالف ہو تو اس کو رد کر دینا۔ اس حدیث کی عبارت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خبر واحد کتاب اللہ کے مخالف نہ ہو، لیکن دلالت النص سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ خبر واحد سنت مشہورہ اور ظاہر کے بھی مخالف نہ ہو۔

راوی کے اختلاف کی بناء پر بعض روایات مقبول اور بعض مردود ہونے کی وجہ

وَتَحْقِيْقُ ذٰلِكَ فِيْمَا رُوِىَ عَنْ عَلِىِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ اَنَّهٗ قَالَ كَانَتِ الرُّوَاةُ عَلٰى ثَلٰثَةِ اَقْسَامٍ مُؤْمِنٌ مُخْلِصٌ صَحِبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَرَفَ مَعْنٰى كَلَامِهٖ وَ اَعْرَابِىٌّ جَاءَ مِنْ قَبِيْلَةٍ فَسَمِعَ بَعْضَ مَاسَمِعَ وَلَمْ يَعْرِفْ حَقِيْقَةَ كَلَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَجَعَ اِلٰى قَبِيْلَتِهٖ فَرَوٰى بِغَيْرِ لَفْظِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَغَيَّرَ الْمَعْنٰى وَهُوَ يَظُنُّ اَنَّ الْمَعْنٰى لَايَتَفَاوَتُ وَمُنَافِقٌ لَمْ يُعْرَفْ نِفَاقُهٗ فَرَوٰى مَا لَمْ يَسْمَعْ وَافْتَرٰى فَسَمِعَ مِنْهُ اُنَاسٌ فَظَنُّوْهُ مُؤْمِنًا مُخْلِصًا فَرَوَوْا ذٰلِكَ وَاشْتَهَرَ بَيْنَ النَّاسِ فَلِهٰذَا الْمَعْنٰى وَجَبَ عَرْضُ الْخَبَرِ

عَلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ الْمَشْهُوْرَةِ.

ترجمہ:............اور راویوں کے اختلاف اور خبر واحد کو کتاب اللہ پر پیش کرنے کی تحقیق اس میں ہے جو حضرت علیؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ راوی تین قسم پر ہیں، مؤمن مخلص جس کو رسول اللہ ﷺ کی صحبت حاصل ہوا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کے کلام کے معنی سمجھے ہوں اور اعرابی جو کسی قبیلہ سے آیا اس نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ سنا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے کلام کی حقیقت کو نہیں سمجھا پھر قبیلہ کی طرف لوٹا اور رسول اللہ ﷺ کے لفظوں کے علاوہ کے ساتھ روایت کیا پس معنی بدل گئے اور وہ خیال کرتا ہے کہ معنی متفاوت نہیں ہوئے۔ اور منافق جس کا نفاق معلوم نہیں پس اس نے بغیر سنی ہوئی بات روایت کی اور جھوٹ بولا پھر اس سے لوگوں نے سنا اور اس کو مؤمن مخلص خیال کیا پس اس کو روایت کر دیا اور وہ روایت لوگوں کے درمیان مشہور ہوگئی پس اسی معنی کی وجہ سے خبر کو کتاب اللہ اور سنت مشہورہ پر پیش کرنا واجب ہوا۔

تشریح:............مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے جو یہ کہا ہے کہ راوی کے اختلاف کی وجہ سے بعض روایات مقبول اور بعض مردود ہوں گی اس کو جاننے کے لئے خبر کو کتاب اللہ پر پیش کیا جائے گا اس کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ راوی تین قسم کے ہیں ایک تو وہ جو خالص اور مخلص مؤمن ہو، آنحضور ﷺ کا صحبت یافتہ ہو اور اپنی فہم وفراست سے آپ ﷺ کے کلام کے معنی اور مفہوم کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ دوم وہ بدوی جو کسی قبیلہ سے دربار رسالت میں آیا اور اس نے آنحضور ﷺ سے کچھ سنا اور کچھ نہیں سنا اور آپ کے کلام کی مراد کو بھی نہ سمجھ سکا پھر وہ بدوی اپنے قبیلہ میں واپس آیا اور حدیث رسول کو اپنے لفظوں میں روایت کیا اور نبی کی مراد کو بدل ڈالا۔ یعنی صحیح مفہوم ادا نہیں کر سکا اور خدا کا بندہ خیال یہ کرتا رہا کہ پیغمبر ﷺ کے کلام کا مفہوم متغیر نہیں ہوا۔ سوم وہ منافق جس کا نفاق معروف ومشہور نہ ہو، اس نے بلا سنے رسول اللہ ﷺ پر افتراء کرتے ہوئے حدیث روایت کی بعض لوگوں نے اس حدیث کو اس سے سنا اور اس کو مؤمن مخلص سمجھ کر اس کی حدیث کو روایت کر دیا او وہ حدیث لوگوں میں مشہور ہوگئی۔ ان تینوں اقسام میں سے پہلے راوی کی روایت حجت ہوگی لیکن دوسرے اور تیسرے راوی کی روایت حجت نہ ہوگی پس اسی راویوں کے حالات کے اختلاف کی وجہ سے خبر واحد کو کتاب اللہ اور سنت مشہورہ پر پیش کرنا واجب ہے۔

خبر واحد کو کتاب اللہ پر پیش کرنے کی نظیر

وَنَظِيْرُ الْعَرْضِ عَلَى الْكِتَابِ فِيْ حَدِيْثِ مَسِّ الذَّكَرِ فِيْمَا يُرْوٰى عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ مَسَّ ذَكَرَهٗ فَلْيَتَوَضَّأْ فَعَرَضْنَاهُ عَلَى الْكِتَابِ فَخَرَجَ مُخَالِفًا لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى فِيْهِ رِجَالٌ يُحِبُّوْنَ اَنْ يَتَطَهَّرُوْا فَاِنَّهُمْ كَانُوْا يَسْتَنْجُوْنَ بِالْاَحْجَارِ ثُمَّ يَغْسِلُوْنَ بِالْمَاءِ وَلَوْ كَانَ مَسُّ الذَّكَرِ حَدَثًا لَكَانَ هٰذَا تَنْجِيْسًا لَا تَطْهِيْرًا عَلَى الْاِطْلَاقِ وَكَذٰلِكَ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ نَفْسَهَا بِغَيْرِ اِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ بَاطِلٌ بَاطِلٌ خَرَجَ مُخَالِفًا لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ فَاِنَّ الْكِتَابَ يُوْجِبُ تَحْقِيْقَ النِّكَاحِ مِنْهُنَّ.

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

مَن یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّین (بخاری ومسلم)



اجودُ الحواشی

اُردو شرح

اُصولُ الشّاشی

اعرابِ عبارت وترجمہ، اصولِ فقہ کے مسائل کا خلاصہ تجزیہ عبارت کے عنوان سے تشریح عبارت کے تحت ائمہ کرامؒ کے اختلافی مسائل مع ادلّہ، فوائدِ نافعہ واعتراضات وجوابات

تالیف

حضرت مولانا محمد اصغر علی صاحب

استاذ الحدیث

جامعہ اسلامیہ عربیہ

مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ (بخاری ومسلم)

اجود الحواشی

اردو شرح

اُصولُ الشّاشی

اعرابِ عبارت وترجمہ، اصولِ فقہ کے مسائل کا خلاصہ تجزیہ عبارت کے عنوان سے
تشریح عبارت کے تحت ائمہ کرامؒ کے اختلافی مسائل مع ادلّہ، فوائدِ نافعہ واعتراضات وجوابات

تالیف

حضرت مولانا محمد اصغر علی صاحب

استاذ الحدیث

جامعہ اسلامیہ عربیہ

مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

اِخْتِلَافِ اَحْوَالِ الرُّوَاةِ قُلْنَا شَرْطُ الْعَمَلِ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ اَنْ لَّا يَكُوْنَ مُخَالِفًا لِكِتَابِ وَالسُّنَّةِ الْمَشْهُوْرَةِ وَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ مُخَالِفًا لِلظَّاهِرِ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ "تَكْثُرُ لَكُمُ الْاَحَادِيْثُ بَعْدِيْ فَاِذَا رُوِيَ لَكُمْ حَدِيْثٌ فَاعْرِضُوْهُ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ فَمَا وَافَقَ فَاقْبَلُوْهُ وَمَا خَالَفَ فَرُدُّوْهُ" وَتَحْقِيْقُ ذٰلِكَ فِيْمَا رُوِيَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اَنَّهٗ قَالَ كَانَتِ الرُّوَاةُ عَلٰى ثَلَاثَةِ اَقْسَامٍ مُؤْمِنٌ مُّخْلِصٌ صَحِبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَعَرَفَ مَعْنٰى كَلَامِهٖ وَاَعْرَابِيٌّ جَاءَ مِنْ قَبِيْلَةٍ فَسَمِعَ بَعْضَ مَاسَمِعَ وَلَمْ يَعْرِفْ حَقِيْقَةَ كَلَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَرَجَعَ اِلٰى قَبِيْلَتِهٖ فَرَوٰى بِغَيْرِ لَفْظِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَتَغَيَّرَ الْمَعْنٰى وَهُوَ يَظُنُّ اَنَّ الْمَعْنٰى لَا يَتَفَاوَتُ وَمُنَافِقٌ لَّمْ يُعْرَفْ نِفَاقُهٗ فَرَوٰى مَالَمْ يَسْمَعْ وَافْتَرٰى فَسَمِعَ مِنْهُ اُنَاسٌ فَظَنُّوْهُ مُؤْمِنًا مُّخْلِصًا فَرَوَوْا ذٰلِكَ وَاشْتَهَرَ بَيْنَ النَّاسِ فَلِهٰذَا الْمَعْنٰى وَجَبَ عَرْضُ الْخَبَرِ عَلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ الْمَشْهُوْرَةِ

ترجمہ: اور راویوں کی دوسری قسم وہ ہے جو حفظ اور عدالت کے ساتھ مشہور ہوں نہ کہ اجتہاد اور فتویٰ کے ساتھ جیسے حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت انس بن مالکؓ، پس اگر ان جیسے راویوں کی روایت تیرے ہاں صحیح طور پر ثابت ہو جائے، پس اگر وہ خبر قیاس کے مطابق ہو تو اس پر عمل کے لازم ہونے میں کوئی خفا نہیں اور اگر وہ خبر قیاس کے مخالف ہو تو قیاس پر عمل کرنا اولیٰ ہے اس کی مثال وہ حدیث ہے جس کو حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کیا ہے کہ وضو واجب ہوتا ہے اس چیز (کے کھانے پینے) سے جس چیز کو آگ نے چھوا ہو، تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے فرمایا کہ آپ بتائیں کہ اگر آپ گرم پانی سے وضو کریں تو کیا آپ اس سے بھی وضو کریں گے پس حضرت ابو ہریرہؓ نے سکوت اختیار کیا اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے قیاس سے حدیثِ ابی ہریرہؓ کو رد کر دیا اور اگر ابن عباسؓ کے پاس کوئی حدیث ہوتی تو وہ اس کو ضرور روایت کرتے، اور اسی بنا پر ہمارے علماء نے مصرّاۃ کے مسئلے میں حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث کو قیاس کی وجہ سے ترک کر دیا ہے، اور راویوں کے احوال مختلف ہونے کے اعتبار سے ہم احناف نے کہا ہے کہ خبر واحد پر عمل کی شرط یہ ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنتِ مشہورہ کے خلاف نہ ہو اور یہ کہ وہ ظاہر حال کے مخالف نہ ہو، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد تمہارے پاس احادیث بہت زیادہ آئیں گی جب تمہارے سامنے مجھ سے کوئی حدیث روایت کی جائے تو تم اس حدیث کو کتاب اللہ پر پیش کرو پس جو حدیث کتاب اللہ کے موافق ہو اس پر عمل کرو اور جو کتاب اللہ کے مخالف ہو اس کو رد کر دو،

اور راویوں کے اختلافِ احوال کی تحقیق اس روایت میں ہے جو حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ راوی تین قسم پر ہیں، پہلی قسم وہ مخلص مؤمن جس کو حضور اقدس ﷺ کی صحبت حاصل ہوئی ہو اور اس نے آپ کے کلام کے معنی کو سمجھا، اور دوسری قسم وہ دیہاتی جو کسی قبیلہ سے آیا اور رسول اللہ ﷺ سے کچھ سنا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے کلام کی حقیقت کو نہیں سمجھا پھر قبیلہ کی طرف واپس چلا گیا اور رسول اللہ ﷺ کے لفظوں کے علاوہ کے ساتھ روایت کیا پس معنی بدل گئے اور وہ خیال کرتا ہے کہ معنی تبدیل نہیں ہوئے، اور تیسری قسم وہ منافق جس کا نفاق معلوم نہیں تھا پس اس نے بغیر سنی ہوئی بات روایت کی اور جھوٹ بولا پھر اس سے کچھ لوگوں نے سنا اور اس کو مخلص مؤمن شمار کیا پس اس کو روایت کر دیا اور وہ روایت لوگوں کے درمیان مشہور ہو گئی پس اس معنی کی وجہ سے خبر واحد کو کتاب اللہ اور سنت مشہورہ پر پیش کرنا واجب ہے۔

ہے جو حکمتوں سے بھرا ہوا وہ خزانہ ہاتھ میں آگیا
وہ رفیقِ درس ملا مجھے سبھی ہمسروں پہ جو چھا گیا

محقّق و مدلّل

نُجُومُ الحَوَاشِی

شرح اُردو

اُصُولُ الشَّاشِی

تالیف
حُسین احمد ہردواری مدرس دارالعلوم دیوبند

مکتبہ رحمانیہ
اقرأ سنٹر۔ غزنی سٹریٹ
اُردو بازار۔ لاہور

ہے جو حکمتوں سے بھرا ہوا وہ خزانہ ہاتھ میں آگیا
وہ رفیقِ درس بلا مجھے سبھی ہمسروں پہ جو چھا گیا

محقّق و مدلّل

نُجُومُ الحَواشِی

شرح اُردو

اُصُولُ الشَّاشِی

حسب ہدایت
فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا سید ارشد صاحب مدنی
استاذ حدیث و ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند

تالیف
حُسین احمد ہردواری
مدرس دارالعلوم دیوبند

ناشر
مکتبہ رحمانیہ
اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

ساتھ نیز اس حدیث مصراۃ کے رد کرنے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ یہ حدیث قرآن اور سنت مشہورہ اور اجماع تینوں کے خلاف ہے، قرآن کے خلاف تو اس طرح ہے کہ قرآن کے اندر اس زیادتی کا بدلہ جس کا مثل ممکن ہو مثل کے ذریعہ بیان کیا گیا ہے یعنی مثل صوری نیز آیت سے یہ مفہوم بھی نکلتا ہے کہ زیادتی کا ضمان اسی کے تناسب سے ہونا چاہیے نہ کہ اس سے زیادہ **قال اللّٰہ تعالٰی فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدیٰ علیکم** حالانکہ حدیث مصراۃ میں ایک صاع کھجور مشتری کے استعمال کئے ہوئے دودھ کا مثل نہیں ہے اور نہ ہی دونوں میں کوئی تناسب ہے کیونکہ مشتری نے دودھ خواہ زیادہ استعمال کیا ہو یا کم دونوں صورتوں میں کھجور کی مقدار ایک ہی صاع رہے گی اور حدیث مصراۃ سنت مشہورہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ سنت سے یہ بات ثابت ہے کہ جس جگہ مثل ممکن نہ ہو یعنی مثل صوری تو وہاں قیمت متعین کی جاتی ہے حالانکہ ایک صاع کھجور کو اس دودھ کی قیمت بھی نہیں کہا جا سکتا کما مر تفصیلہ، سنت مشہورہ یہ ہے **مَنْ اَعْتَقَ شقصًا له مِنْ عَبْدٍ قُوِّمَ علیه نصیبُ شریکه اِنْ کانَ مُوسِرًا الحدیث** اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کسی غلام میں دو شریک ہوں اور ایک شریک اپنا حصہ آزاد کر دے تو آزاد کرنے والے پر اگر وہ مالدار ہے اپنے شریک کے حصہ کی قیمت واجب ہوگی کیونکہ اپنا حصہ آزاد کرنے کی وجہ سے دوسرے شریک کے حصہ میں فتور آ گیا کہ اب وہ اس کو فروخت نہیں کر سکتا لہٰذا اس کے اس عمل سے دوسرے شریک کا نقصان ہوا کہ وہ اپنا حصہ آزاد نہیں کرنا چاہتا تھا اور اس کی بغیر مرضی کے وہ آزاد ہو گیا، تو اس حدیث میں آزاد کرنے والے پر دوسرے شریک کے حصہ کی قیمت کو واجب ٹھہرایا ہے اور قیمت مثل معنوی ہے لہٰذا مثل معنوی کا ثبوت حدیث سے ہو گیا لہٰذا حدیث مصراۃ اس حدیث کے خلاف ہے کیونکہ ایک صاع کھجور اس دودھ کی قیمت نہیں ہے اور حدیث مصراۃ اجماع کے بھی خلاف ہے کیونکہ اجماع اس بات پر ہے کہ ذوات الامثال کا ضمان مثل صوری کے ذریعہ ادا ہوتا ہے اور ذوات القیم کا قیمت کے ذریعہ حالانکہ ایک صاع کھجور دودھ کا نہ مثل صوری ہے اور نہ اس کی قیمت اور حضرت ابوہریرہؓ کی دوسری روایت **الوضوء مما مستهُ النار** کو اس لئے رد نہیں کیا گیا کہ اس کے راوی ابوہریرہؓ نہیں بلکہ اس کے رد ہونے کی مختلف وجوہات ہیں جن کو احقر نے ذکر کر دیا ہے۔

فائدہ: پہلے یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ اگر راوی معروف بالعلم والاجتہاد ہے تو اس کی روایت کردہ حدیث کو قیاس پر مقدم کیا جائے گا مگر یہ ملحوظ رہے کہ راوی کے فقیہ ہونے کی شرط علماء احناف میں سے عیسیٰ ابن ابان کا قول ہے اور اسی کو متاخرین میں سے قاضی ابوزیدؒ وغیرہ نے اختیار کیا ہے مگر امام کرخیؒ اور ان کے متبعین کے نزدیک حدیث کو قیاس پر مقدم کرنے کے لئے راوی کا فقیہ ہونا شرط نہیں ہے بلکہ راوی کا عادل وضابط ہونا کافی ہے، بشرطیکہ وہ حدیث کتاب اور سنت مشہورہ کے خلاف نہ ہو، امام ابوحنیفہؒ کا مسلک بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک راوی کے فقیہ ہونے کی شرط نہیں ہے۔

وَبِاعْتِبَارِ اِخْتِلَافِ اَحْوَالِ الرُّوَاةِ قُلْنَا شَرْطُ الْعَمَلِ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ اَنْ لَّا يَكُوْنَ مُخَالِفًا لِلْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ الْمَشْهُوْرَةِ وَاَنْ لَا يَكُوْنَ مُخَالِفًا لِلظَّاهِرِ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَكْثُرُ لَكُمُ الْاَحَادِيْثُ بَعْدِیْ فَاِذَا رُوِیَ لَكُمْ عَنِّیْ حَدِيْثٌ فَاعْرِضُوْهُ عَلٰی كِتَابِ اللّٰهِ فَمَا وَافَقَ فَاقْبَلُوْهُ وَمَا خَالَفَ فَرُدُّوْهُ.

ترجمہ

اور راویوں کی حالتیں مختلف ہونے کے اعتبار سے ہم نے کہا کہ خبر واحد پر عمل کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہ خبر واحد

کتاب اللہ کے اور سنتِ مشہورہ کے مخالف نہ ہو اور وہ ظاہر کے بھی مخالف نہ ہو، نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بعد تمہارے لئے احادیث کثیر ہو جائیں گی پس جب تمہارے سامنے میری جانب منسوب کر کے کوئی حدیث روایت کی جائے تو تم اس حدیث کو کتاب اللہ پر پیش کرو پس جو حدیث کتاب اللہ کے موافق ہو تو اس کو قبول کر لو اور جو مخالف ہو اس کو رد کر دو۔

تشریح: اس سے قبل آپ حضرات نے پڑھا ہے کہ بعض راوی فقیہ ہوتے ہیں، اور بعض غیر فقیہ اور مصنفؒ نے چار پانچ لائن کے بعد اسی سلسلہ میں **وتحقیقُ ذٰلك الخ** سے حضرت علیؓ کا قول بھی بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تین طرح کے راوی ہوتے تھے جیسا کہ اس کی تفصیل عنقریب بیان کی جائے گی لہٰذا یہ بات معلوم ہوگئی کہ راویوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں، اسی وجہ سے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ خبر واحد پر عمل کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہ خبر واحد کتاب اللہ کے مخالف نہ ہو کیونکہ کتاب اللہ میتقن باصلہ ہے جبکہ خبر واحد میں شبہ رہتا ہے اور جس میں شبہ ہو اس کو ترک کرنا اولیٰ ہے، اور خبر واحد سنت مشہورہ کے بھی مخالف نہ ہو کیونکہ سنت مشہورہ (خواہ خبر متواتر ہو یا خبر مشہور دونوں) خبر واحد سے زیادہ قوی ہیں اور ان پر عمل کرنا لازم ہے، لہٰذا خبر واحد پر اسی وقت عمل کیا جائے گا جب وہ سنت مشہورہ کے بھی مخالف نہ ہو۔

نوٹ: مصنفؒ نے سنت مشہورہ کا تو ذکر کیا مگر سنت متواترہ اور اجماع کا ذکر نہیں کیا تو جواب یہ ہے کہ سنت متواترہ اور اجماع قلیل الوجود ہیں اس لئے ان کا ذکر نہیں کیا یا پھر دلالۃً یہ بات معلوم ہوگئی کہ خبر واحد ان دونوں کے بھی مخالف نہ ہونی چاہیے اور خبر واحد ظاہر کے بھی خلاف نہ ہو اور ظاہر کے خلاف ہونے کی ایک صورت مصنفؒ نے چند لائنوں کے بعد **وَمِنْ صُوَرِ مُخَالَفَةِ الظَّاهِرِ** سے بیان کی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس خبرِ واحد کا تعلق کسی ایسے مسئلہ سے نہ ہو جس سے عوام وخواص سب کو واسطہ پڑتا ہو جس کو عموم بلوی کہتے ہیں، کیونکہ عام واقعہ سے اس خبر واحد کا تعلق ہونے کے باوجود اس کا صحابہ وتابعین کے زمانہ میں مشہور نہ ہونا اور محض خبر واحد رہ جانا، اس کے ضعیف ہونے کی علامت ہے اور خلافِ ظاہر ہونے کی دوسری صورت یہ ہے کہ وہ خبرِ واحد ایسی بھی نہ ہو کہ جس سے صحابہ نے بوقتِ ضرورت بھی استدلال نہ فرمایا ہو، کیونکہ بوقتِ ضرورت اس حدیث سے استدلال نہ کرنا اس کے غیر مقبول ہونے کی علامت ہے، جیسا کہ اس کی تفصیلی مثال احقر نے اصول الشاشی کے صفحہ ۷۷ کی عبارت **وَمِنْ صور مخالفةِ الظاهرِ عدمُ اشتهارِہٖ** کے تحت ذکر کی ہے، لہٰذا اگر کوئی خبر واحد قرآن یا سنتِ مشہورہ یا ظاہر کے خلاف ہوگی تو اس پر عمل نہیں کیا جائے گا (راوی فقیہ ہو یا غیر فقیہ) بلکہ اس کو رد کر دیا جائے گا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے بعد تمہارے پاس میری جانب منسوب کر کے بہت سی احادیث پہنچیں گی پس جب کوئی حدیث میری طرف منسوب کر کے تمہارے سامنے روایت کی جائے تو تم اس کو کتاب اللہ پر پیش کرنا، اگر وہ حدیث کتاب اللہ کے موافق ہو تو تم اس کو قبول کر لو اور اگر وہ کتاب اللہ کے مخالف ہو تو تم اس کو رد کر دو، لہٰذا اس حدیث سے یہ بات صاف ظاہر ہوگئی کہ خبر واحد

کی ایک شرط یہ ہے کہ وہ کتاب اللہ کے مخالف نہ ہو اور سنت مشہورہ اور ظاہر کے مخالف ہونے کی اگر چہ اس حدیث میں صراحت نہیں ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ خبر واحد کی یہ شرط کہ کتاب اللہ کے مخالف نہ ہو اس کو تو اس حدیث میں صراحتاً بیان کر دیا گیا ہے اور دوسری شرط کہ سنت مشہورہ اور ظاہر کے مخالف نہ ہو یہ شرط اسی حدیث سے دلالۃً سمجھ میں آتی ہے کیونکہ سنتِ مشہورہ پر عمل کرنا لازم ہے، لہٰذا جو حدیث اس کے خلاف ہوگی، تو ظاہر ہے کہ اس کو رد کیا جائے گا، اور وہ ہرگز قابل عمل نہ ہوگی، لہٰذا یہ بات ظاہر ہوگئی کہ جس طرح خبر واحد پر عمل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ کتاب اللہ کے مخالف نہ ہو اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ وہ سنتِ مشہورہ کے بھی مخالف نہ ہو اور اسی طرح کسی حدیث کا ظاہر کے خلاف ہونا اور اس کا قرنِ صحابہ وتابعین میں مشہور نہ ہونا خود اس کے ضعیف ہونے کی علامت ہے، لہٰذا اس حدیث سے دلالۃً یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ وہ خبر واحد ظاہر کے بھی خلاف نہ ہو، بالفاظِ دیگر یوں کہیے کہ جو علت خبر واحد کے کتاب اللہ کے مخالف نہ ہونے کی ہے وہی علت خبر واحد کے سنتِ مشہورہ وغیرہ کے مخالف نہ ہونے کی بھی ہے، اب خلاصۂ کلام یہ نکلا کہ جس خبر واحد میں شرائط مذکورہ نہیں پائی جائیں گی، وہ قابلِ حجت اور قابلِ عمل نہیں ہوگی بلکہ وہ رد کر دی جائے گی۔

وَتَحْقِيْقُ ذٰلِكَ فِيْمَا رُوِىَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ اَنَّهٗ قَالَ كَانَتِ الرُّوَاةُ عَلٰى ثَلٰثَةِ اَقْسَامٍ مُؤْمِنٌ مُخْلِصٌ صَحِبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَرَفَ مَعْنٰى كَلَامِهٖ وَاَعْرَابِىٌّ جَاءَ مِنْ قَبِيْلَةٍ فَسَمِعَ بَعْضَ مَا سَمِعَ وَلَمْ يَعْرِفْ حَقِيْقَةَ كَلَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَجَعَ اِلٰى قَبِيْلَتِهٖ فَرَوٰى بِغَيْرِ لَفْظِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَغَيَّرَ الْمَعْنٰى وَهُوَ يَظُنُّ اَنَّ الْمَعْنٰى لَا يَتَفَاوَتُ وَمُنَافِقٌ لَمْ يُعْرَفْ نِفَاقُهٗ فَرَوٰى مَا لَمْ يَسْمَعْ وَافْتَرٰى فَسَمِعَ مِنْهُ اُنَاسٌ فَظَنُّوْهُ مُؤْمِنًا مُخْلِصًا فَرَوَوْا ذٰلِكَ وَاشْتَهَرَ بَيْنَ النَّاسِ فَلِهٰذَا الْمَعْنٰى وَجَبَ عَرْضُ الْخَبَرِ عَلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ الْمَشْهُوْرَةِ۔

ترجمہ

اور اختلافِ رُواۃ کی تحقیق اس قول میں ہے جو حضرت علیؓ بن ابی طالب سے نقل کیا گیا ہے، انہوں نے فرمایا کہ راوی تین قسم پر ہیں ۱ مومن مخلص جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل کی ہو اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے معنی ومراد کو سمجھا ہو ۲ اور وہ اعرابی جو کسی قبیلہ سے آیا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے کلام کا بعض حصہ جو سن سکا سنا (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نے کچھ سنا اور کچھ نہ سنا) اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی حقیقی مراد کو نہ سمجھا اور اپنے قبیلہ کی طرف لوٹ گیا اور وہاں جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (استعمال کردہ) لفظ کے علاوہ سے روایت کر دی (یعنی اپنے الفاظ میں) پس معنی متغیر ہو گئے اور وہ یہ خیال کر رہا ہے کہ معنی نہیں بدلے ۳ اور منافق کہ جس کا نفاق لوگوں کے سامنے مشہور نہ ہو پس اس نے وہ بات روایت کر دی جو اس

نے نہیں سنی اور اپنی طرف سے جھوٹ کہہ دیا پس لوگوں نے اس منافق راوی سے وہ بات سنی، اور اس کو مومن مخلص خیال کیا پھر اس قولِ منافق کو دوسروں سے روایت کر دیا اور وہ قول (روایتِ منافق) لوگوں کے درمیان مشہور ہو گیا، لہٰذا اسی وجہ (احوالِ رواۃ کا اختلاف) سے خبر کو کتاب اللہ پر اور سنتِ مشہورہ پر پیش کرنا واجب ہے۔

تشریح: قبل ازیں مصنفؒ نے بیان کیا تھا کہ راویوں کے احوال میں اختلاف ہے، اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر واحد کو کتاب اللہ پر پیش کرنے کا حکم دیا تھا، تو اب مصنفؒ اختلافِ احوالِ رواۃ کی تحقیق پیش کر رہے ہیں، کہتے ہیں کہ حضرت علی ابن ابی طالبؓ سے تین میں منقول ہیں ۱؎ راوی مومن اور مخلص ہو جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا ہو اور اس نے آپ کے کلام کی مراد کو کما حقہ سمجھا ہو ۲؎ دیہاتی مومن جو کسی قبیلہ سے آپ کے پاس آیا اور آپؐ کے کلام کا کچھ حصہ سنا اور آپؐ کے کلام کی حقیقت اور اس کی مراد کو نہ سمجھ سکا پھر وہ اپنے قبیلہ کی طرف لوٹ گیا اور حدیث کو اپنے الفاظ میں بیان کیا جس سے حدیث کے معنیٰ مرادی متغیر ہو گئے اور وہ یہی خیال کرتا رہا کہ حدیث کے معنی میں کوئی تفاوت اور بگاڑ پیدا نہیں ہوا ۳؎ ایسا منافق کہ جس کا نفاق لوگوں پر ظاہر نہ ہوا اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے بغیر اپنے کفر کو مخفی رکھ کر اپنی طرف سے کوئی بات بیان کر دی اور اس کو جھوٹ نبیؐ کی طرف منسوب کر دیا، چنانچہ بعض لوگوں نے اس کی بات سنی اور اس کو مومن مخلص سمجھ کر اس کی بات کو دوسروں کے سامنے روایت کر دیا اور وہ بات لوگوں میں مشہور ہو گئی حالانکہ وہ اس منافق کی خود ساختہ حدیث تھی نہ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی، پس اسی اختلافِ رواۃ کی وجہ سے خبر واحد کو کتاب اللہ پر اور سنتِ رسولؐ پر پیش کرنا ضروری ہے کیونکہ ممکن ہے کہ راویٔ حدیث غیر فقیہ اعرابی ہو یا منافق ہو چنانچہ جو خبرِ واحد کتاب اللہ و سنتِ مشہورہ کے موافق ہو گی وہ قابلِ حجت اور لائقِ عمل ہو گی اور جو مخالف ہو گی وہ رد کر دی جائے گی۔

وَنَظِيْرُ الْعَرْضِ عَلَى الْكِتَابِ فِي حَدِيْثِ مَسِّ الذَّكَرِ فِيْمَا يُرْوٰى عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ فَعَرَضْنَاهُ عَلَى الْكِتَابِ فَخَرَجَ مُخَالِفًا لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى فِيْهِ رِجَالٌ يُحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا فَاِنَّهُمْ كَانُوْا يَسْتَنْجُوْنَ بِالْاَحْجَارِ ثُمَّ يَغْسِلُوْنَ بِالْمَاءِ وَلَوْ كَانَ مَسُّ الذَّكَرِ حَدَثًا لَكَانَ هٰذَا تَنْجِيْسًا لَا تَطْهِيْرًا عَلَى الْاِطْلَاقِ وَكَذٰلِكَ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَيُّمَا امْرَاَةٍ نَكَحَتْ نَفْسَهَا بِغَيْرِ اِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ بَاطِلٌ بَاطِلٌ خَرَجَ مُخَالِفًا لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ فَاِنَّ الْكِتَابَ يُوْجِبُ تَحْقِيْقَ النِّكَاحِ مِنْهُنَّ.

ترجمہ

اور خبر واحد کے کتاب اللہ پر پیش کرنے کی نظیر مسِ ذکر والی حدیث میں ہے یعنی اس حدیث میں جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ جو شخص اپنا عضوِ تناسل چھوئے تو چاہیے کہ وہ وضو کرے، پس ہم نے اس حدیث کو کتاب اللہ پر

صفوة الحواشي

شرح

اصول الشاشي

تالیف

حضرت مولانا عبد الغفار صاحب

استاذ الحدیث

جامعة العلوم الاسلامیة الفریدیة ای سیون اسلام آباد

ناشر: مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین

صفوۃ الحواشی

شرح

اصول الشاشی

تالیف

حضرت مولانا عبد الغفار صاحب

استاذ الحدیث

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ الفریدیۃ

ای سیون ——— اسلام آباد

ناشر: مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد

فون: 14-2654813 - 2653178 -051

ایک دوسری آیت میں ارشادفرمایا ''وجزاءُ سیئة سیئة مثلها'' زیادتی کابدلہ اسی زیادتی کے برابر ہوگا۔ان دونوں آیتوں کا تقاضا یہ ہے کہ ضمان تلف شدہ چیز کے برابر ہونا چاہئے اور کھجوراور دودھ میں کسی طرح برابری نہیں اس لئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کوقرآن کے مخالف ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا۔

یہ حدیث سنت مشہورہ کے خلاف اس طرح ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں آتا ہے'' الخراج بالضمان ''کسی چیز کا نفع ضمان کی وجہ سے ہوتا ہے۔یعنی جو چیز کسی کے ضمان میں ہوتو اس کا نفع بھی اسی آدمی کے لئے ہوگا جب خریدار نے جانور پر قبضہ کرلیا تو وہ اس کے ضمان میں آ گیا اگر وہ اس کے پاس ہلاک ہوگیا تو اس کے مال میں سے ہلاک ہوگا۔جب ضمان خریدار پر ہے تو اس جانور کے دودھ کا نفع بھی خریدار کے لئے ہوگا جب دودھ خریدار کے لئے تھا تو جانور کی واپسی کے وقت اس پر کھجور کا صاع واپس کرنا ضروری نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کتاب اللہ اور سنت مشہورہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے چھوڑا نہ کہ اس وجہ سے کہ یہ قیاس کے مخالف تھی۔

وباعتبار اختلاف احوال الرواة قلنا شرط العمل بخبر الواحد انْ لايكون مخالفاً للكتاب والسنة المشهورة وان لايكون مخالفاً للظاهر قال عليه السلام تكثر لكمُ الاحاديث بعدى فاذا روى لكم عنى حديث فاعرضوه على كتاب الله فما وافق فاقبلوه وما خالف فردوه وتحقيق ذالك فيما روى عن على بن ابى طالب رضى الله عنه انه قال كانت الرواة على ثلثة اقسام مؤمنٌ مخلص صحب رسول الله صلى الله عليه وسلم وعرف معنى كلامه واعرابى جاء من قبيلة فسمع بعض ما سمع ولم يعرف حقيقة كلام رسول الله صلى الله عليه وسلم فرجع الى قبيلة فروى بغير لفظ رسول الله صلى الله عليه وسلم فتغير المعنى وهو يظن ان المعنى لايتفاوت ومنافق لم يُعرف نفاقه فروى مالم يسمع وافترىٰ فسمع منه اناس فظنّوه مؤمناً مخلصاً فرووا ذالك واشتهر بين الناس ولهذا المعنى وجب عرض الخبر على الكتاب والسنة المشهورة ـ

ترجمہ:-اور راویوں کے احوال مختلف ہونے کے اعتبار سے ہم احناف نے کہا کہ خبر واحد پر عمل کی

شرط یہ ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت مشہورہ کے خلاف نہ ہو اور یہ کہ وہ ظاہر حال کے مخالف نہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے بعد تمہارے سامنے زیادہ احادیث آئیں گی جب تمہارے سامنے میری طرف سے کوئی حدیث روایت کی جائے تو تم اس حدیث کو کتاب اللہ پر پیش کرو پس جو حدیث کتاب اللہ کے موافق ہو اس کو قبول کرو اور جو کتاب اللہ کے مخالف ہو اس کو رد کردو۔ اور راویوں کے اختلاف احوال کی تحقیق اس روایت میں ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ احادیث کے راوی تین قسم پر ہیں پہلی قسم وہ مخلص مؤمن جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا اور آپ کے کلام کے معنی کو سمجھا اور دوسری قسم وہ دیہاتی جو کسی قبیلے سے آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی حقیقت کو نہیں سمجھا پھر قبیلے کی طرف واپس چلا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ کو چھوڑ کر روایت کردیا اور معنی تبدیل ہوگیا حالانکہ وہ سمجھ رہا ہے کہ معنی تبدیل نہیں ہوتا، اور تیسری قسم وہ منافق جس کا نفاق معلوم نہیں تھا پس اس نے ایسی روایت کی جو اس نے سنی نہیں تھی اور (نبی علیہ السلام پر) بہتان باندھا پھر اس سے کچھ لوگوں نے سنا اور اس کو مخلص مؤمن خیال کیا اور اس حدیث کو روایت کردیا اور وہ روایت لوگوں کے درمیان مشہور ہوگئی پس اسی معنی کی وجہ سے خبر واحد کو کتاب اللہ اور سنت مشہورہ پر پیش کرنا ضروری ہوا۔

تشریح: — اس عبارت میں مصنف رحمہ اللہ نے خبر واحد پر عمل کرنے کی شرائط بیان کی ہیں۔

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خبر واحد کے راویوں کی حالتیں مختلف ہوتی ہیں، اسی وجہ سے ہم احناف کہتے ہیں کہ خبر واحد پر عمل کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہ کتاب اللہ، سنت مشہورہ اور ظاہر حال کے مخالف نہ ہو اگر ان شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی گئی تو خبر واحد پر عمل کرنا ضروری نہیں اور یہ شرطیں اس لئے لگائی ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ میرے بعد تمہارے پاس بہت سی احادیث پہنچیں گی جب میری طرف سے کوئی حدیث تمہارے سامنے روایت کی جائے تو اس کو کتاب اللہ پر پیش کرو اگر وہ حدیث کتاب اللہ کے موافق ہو تو اس کو قبول کرو اور اگر وہ حدیث کتاب اللہ کے مخالف ہو تو اس کو رد کردو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشن گوئی پوری ہوئی حدیث کے نام سے بہت سے لوگوں نے اپنی طرف سے باتیں گھڑیں اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

أصول الشاشي

للإمام نظام الدين الشاشي

طبعة جديدة ملونة مصححة
بإضافة عناوين البحوث في رؤوس الصفحات

على أساس حاشية
الشيخ الحافظ محمد بركت الله اللكنوي المسمّٰى به

"أحسن الحواشي"

بإضافة نبذة من التعليقات الأخرى مع تخريج الأحاديث

مكتبة البشرى كراتشي باكستان

﴿وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى ٱلرَّسُولِ وَإِلَىٰٓ أُوْلِى ٱلْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ ٱلَّذِينَ يَسْتَنۢبِطُونَهُۥ مِنْهُمْ﴾ (النساء: ٨٣)

أصول الشاشي

للإمام نظام الدين الشاشي

المتوفى سنة ٣٢٥

على أساس حاشية الشيخ الحافظ محمد بركت الله اللكنوي
المسمى به

"أحسن الحواشي"

بإضافة نبذة من التعليقات الأخرى مع تخريج الأحاديث

مكتبة البشرى
كراتشي باكستان

٣ - ومنافقٌ لم يُعرف نفاقه فروى ما لم يسمَعْ وافترى، فسمِعَ منه أناسٌ، فظَنُّوه مؤمناً مخلصاً فروَوْا ذلكَ واشتَهَر بين الناس"*.

فلهذا المعنى **وجب عرضُ الخبر** على الكتابِ والسنة المشهورة.

ونظير العَرْض على الكتاب: في حديث مَسِّ الذكَر فيما يُروى عنه ﷺ "من مَسَّ ذكره فليتوضأ"،** فعرضناه على الكتاب، **فخرج مخالفاً لقوله تعالى:** ﴿فيه رِجَالٌ يُحبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا﴾، فإنهم كانوا يستنجون بالأحجار ثم يغسلون بالماء، ولو كان مسُّ الذكر حدَثاً لكان هذا **تنجيساً لا تطهيراً** على الإطلاق.

وجب عرضُ الخبر إلخ: لاحتمال أن يكون راويه أعرابياً غير فقيه أو منافقاً روى ما لم يسمع.

ونظير العَرْض على إلخ: وهو قوله ﷺ: "من مس ذكره فليتوضا"، فإنه مخالف للكتاب؛ لأن الله تعالى مدح المتطهرين بالاستنجاء بالماء بقوله عز اسمه: ﴿فيه رِجَالٌ يُحبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا﴾، والاستنجاء بالماء لا يتصور إلا بمس الفرجين، وثبت بالنص أنه من التطهير، والحديث يقتضي أن يكون مس الذكر حدثاً يوجب الوضوء؛ لأنه أمر بالتوضي بعد مس الذكر، فلو لم يكن حدثاً لا يوجب الوضوء لعدم الفائدة؛ لأن فعل النبي ﷺ وكذا حكمه لا يخلو عن الحكمة، فإذا تعارضا أي: الكتاب والحديث فلا يترك العمل بالكتاب بالحديث الذي هو أدنى من الكتاب باعتبار العمل لا باعتبار ذاته فافهم. **فخرج مخالفاً لقوله تعالى إلخ:** نزلت هذه الآية في أهل مسجد قباء وهم كانوا يستنجون بالماء بعد استعمال الأحجار، والاستنجاء بالماء لا يتصور إلا بمس الفرجين جميعاً، فلو كان مس الذكر حدثاً لا يكون الاستنجاء تطهيراً، وقد ثبت بالنص أنه تطهير، والحديث تقتضي أن يكون مس الذكر حدثاً يوجب الوضوء؛ لأنه أمر بالتوضي بعد مس الذكر، فلو لم يكن حدثاً لا يوجب الوضوء لعدم الفائدة، والنص يقتضي أن لا يكون حدثاً؛ لما ذكرنا، فلذا ترك الحديث.

تنجيساً: للبدن بالنجاسة الحكمية، وهي أقوى من الحقيقة. **لا تطهيراً:** وقد سمى الله تعالى ذلك تطهيراً على الإطلاق ومدحهم بذلك، ولو كان حدثاً لما استحقوا المدح؛ إذ الإنسان لا يستحق المدح في حالة الحدث فافهم.

* لم أجده.

** أخرجه الترمذي في "جامعه" في باب الوضوء من مس الذكر، رقم: ٨٢، والنسائي في باب الوضوء من مس الذكر، رقم: ٤٤٧، وأبوداود في باب الوضوء من مس الذكر، رقم: ١٨١، عن بسرة بنت صفوان ﵂.

أصول الشاشي

نظام الدين أبي علي أحمد بن محمد بن إسحاق الشاشي
المتوفى سنة ٣٤٤هـ

وبهامشه

عمدة الحواشي

شرح أصول الشاشي
للمولى محمد فيض الحسن الكنكوهي

ضبطه وصححه
عبد الله محمد الخليلي

تنبيه:
وضعنا «أصول الشاشي» في أعلى الصفحات، ووضعنا شرحه «عمدة الحواشي» في أسفل الصفحات على شكل حواشٍ، وفصلنا بينهما بخط

منشورات
محمد علي بيضون
لنشر كتب السنة والجماعة
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

بحــث شرط العمل بخبر الواحد

قلنا: شرط العمل بخبر[1] الواحد، أن لا يكون مخالفاً للكتاب والسنة[2] المشهورة، وأن لا يكون مخالفاً للظاهر قال[3] عليه السّلام (تكثر لكم الأحاديث بعدي فإذا روي لكم عني حديث فاعرضوه على كتاب الله فما وافق فاقبلوه وما خالف فردّوه).

وتحقيق[4] ذلك فيما روي عن عليّ بن أبي طالب إنه قال: كانت الرّواة على ثلاثة أقسام. مؤمن مخلص صحب رسول الله ﷺ، وعرف معنى كلامه.

وأعرابيّ جاء من قبيلة فسمع بعض ما سمع ولم يعرف حقيقة كلام رسول الله ﷺ، فرجع إلى قبيلته، فروى بغير لفظ رسول الله ﷺ فتغيّر المعنى، وهو يظنّ أنّ المعنى لا يتفاوت. ومنافق لم يعرف نفاقه، فروى مالم يسمع وافترى فسمع منه أناس فظنّوه مؤمناً مخلصاً فرووا ذلك واشتهر بين الناس.

فلهذا المعنى وجب[5] عرض الخبر على الكتاب والسنّة المشهورة.

ونظير[6] العرض على الكتاب في حديث مسّ الذكر فيما يروى عنه (من مسّ

---

(١) قوله (بخبر الواحد) إعلم أن قبول خبر الواحد ووجوب العمل به متعلق بشروط ثمانية على ما أشار إليه الشيخ في الكتاب. أربعة في نفس الخبر. وأربعة في المخبر.
فالأربعة الأولى أن لا يكون مخالفاً للكتاب، وأن لا يكون مخالفاً للسنة المشهورة، وأن لا يكون في حادثة تعم بها البلوى، وأن لا يكون متروك الاحتجاج به عند ظهور الاختلاف. وأما الأربعة في المخبر فالعقل، والعدالة، والضبط، والإسلام.

(٢) قوله (والسنة المشهورة) والمتواتر والإجماع، لأن هذه الأدلة قطعية، والخبر الواحد ظني ولا تعارض بين القطع والظني بوجه ما، الظني يسقط بمقابلته.

(٣) قوله (قال) الخ... دليل على المدعي المذكور على بعضه بالعبارة وعلى بعضه بالدلالة.

(٤) قوله (وتحقيق ذلك) أي اختلاف الرواة ولزوم العرض على كتاب الله تعالى.

(٥) قوله (وجب عرض الخبر على الكتاب) الخ... لاحتمال أن يكون راويه أعرابياً غير فقيه، أو منافقاً روى ما لم يسمع. فإن قلت: قد طعن فيه أهل الحديث وقالوا: روى هذا الحديث يزيد بن ربيعة، عن أبي الأشعث عن ثوبان، ويزيد بن ربيعة مجهول ولا يعرف له سماع عن أبي الأشعث فكان منقطعاً فلا يصح الاحتجاج به. والجواب عنه: أن الإمام محمد بن إسماعيل البخاري أورد هذا الحديث في كتابه وهو إمام أهل الحديث فكفى به دليلاً على صحته ولم يلتفت إلى غيره.

(٦) قوله (ونظير العرض على الكتاب) الخ... وهو قوله عليه السلام «من مس ذكره فليتوضأ» فإنه مخالف للكتاب لأن الله تعالى مدح المتطهرين بالاستنجاء والماء بقوله عز اسمه ﴿ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا ﴾ والاستنجاء بالماء لا يتصور إلا بمسّ الفرجين، وثبت بالنص إنه من التطهير =

عنوانات، فہرست، تسہیل،
کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ

اجمل الحواشی
علٰی
اصول الشاشی

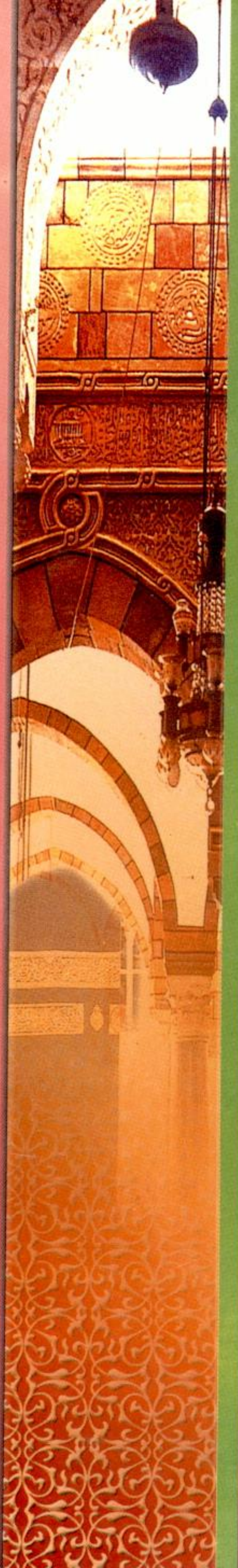
تالیف

حضرت مولانا جمیل احمد سکروڈھوی
استاذ دار العلوم (وقف) دیوبند

تسہیل و عُنوانات

مولانا محمد شفیق صاحب
فاضل جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

دار الاشاعت کراچی



اضافہ عنوانات، فہرست، تسہیل، کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ پہلی بار

اجمل الحواشی

علیٰ

اصُول الشاشی

تالیف

حضرت مولانا جمیل احمد سکروڈھوی

استاذ دار العلوم (وقف) دیوبند

تسہیل وعنوانات

مولانا محمد شفیق صاحب

فاضل جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

دار الاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ

کراچی پاکستان 2213768

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : ۲۰۰۵ء علمی گرافکس کراچی
ضخامت : 396 صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو از راہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

ملنے کے پتے

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
ادارۂ اسلامیات موہن چوک اردو بازار کراچی
ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ B-437 دیپ روڈ لسبیلہ کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
بیت الکتب بالمقابل اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

Azhar Academy Ltd.
At Continenta (London) Ltd.
Cooks Road, London E15 2PW

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL 3NE, U.K.

عَلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ الْمَشْهُوْرَةِ.

ترجمہ:............اور راویوں کے اختلاف اور خبر واحد کو کتاب اللہ پر پیش کرنے کی تحقیق اس میں ہے جو حضرت علیؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ راوی تین قسم پر ہیں، مؤمن مخلص جس کو رسول اللہ ﷺ کی صحبت حاصل ہوا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کے کلام کے معنی سمجھے ہوں اور اعرابی جو کسی قبیلہ سے آیا اس نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ سنا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے کلام کی حقیقت کو نہیں سمجھا پھر قبیلہ کی طرف لوٹا اور رسول اللہ ﷺ کے لفظوں کے علاوہ کے ساتھ روایت کیا پس معنی بدل گئے اور وہ خیال کرتا ہے کہ معنی متفاوت نہیں ہوئے۔ اور منافق جس کا نفاق معلوم نہیں پس اس نے بغیر سنی ہوئی بات روایت کی اور جھوٹ بولا پھر اس سے لوگوں نے سنا اور اس کو مؤمن مخلص خیال کیا پس اس کو روایت کر دیا اور وہ روایت لوگوں کے درمیان مشہور ہوگئی پس اسی معنی کی وجہ سے خبر کو کتاب اللہ اور سنت مشہورہ پر پیش کرنا واجب ہوا۔

تشریح:............مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے جو یہ کہا ہے کہ راوی کے اختلاف کی وجہ سے بعض روایات مقبول اور بعض مردود ہوں گی اس کو جاننے کے لئے خبر کو کتاب اللہ پر پیش کیا جائے گا اس کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ راوی تین قسم کے ہیں ایک تو وہ جو خالص اور مخلص مؤمن ہو، آنحضور ﷺ کا صحبت یافتہ ہو اور اپنی فہم و فراست سے آپ ﷺ کے کلام کے معنی اور مفہوم کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ دوم وہ بدوی جو کسی قبیلہ سے دربار رسالت میں آیا اور اس نے آنحضور ﷺ سے کچھ سنا اور کچھ نہیں سنا اور آپ کے کلام کی مراد کو بھی نہ سمجھ سکا پھر وہ بدوی اپنے قبیلہ میں واپس آیا اور حدیث رسول کو اپنے لفظوں میں روایت کیا اور نبی کی مراد کو بدل ڈالا۔ یعنی صحیح مفہوم ادا نہیں کر سکا اور خدا کا بندہ خیال یہ کرتا رہا کہ پیغمبر ﷺ کے کلام کا مفہوم متغیر نہیں ہوا۔ سوم وہ منافق جس کا نفاق معروف و مشہور نہ ہو، اس نے بلا سنے رسول اللہ ﷺ پر افتراء کرتے ہوئے حدیث روایت کی بعض لوگوں نے اس حدیث کو اس سے سنا اور اس کو مؤمن مخلص سمجھ کر اس کی حدیث کو روایت کر دیا اور وہ حدیث لوگوں میں مشہور ہوگئی۔ ان تینوں اقسام میں سے پہلے راوی کی روایت حجت ہوگی لیکن دوسرے اور تیسرے راوی کی روایت حجت نہ ہوگی پس اسی راویوں کے حالات کے اختلاف کی وجہ سے خبر واحد کو کتاب اللہ اور سنت مشہورہ پر پیش کرنا واجب ہے۔

خبر واحد کو کتاب اللہ پر پیش کرنے کی نظیر

وَنَظِيْرُ الْعَرْضِ عَلَى الْكِتَابِ فِيْ حَدِيْثِ مَسِّ الذَّكَرِ فِيْمَا يُرْوٰى عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ مَسَّ ذَكَرَهٗ فَلْيَتَوَضَّأْ فَعَرَضْنَاهُ عَلَى الْكِتَابِ فَخَرَجَ مُخَالِفًا لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى فِيْهِ رِجَالٌ يُحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا فَاِنَّهُمْ كَانُوْا يَسْتَنْجُوْنَ بِالْاَحْجَارِ ثُمَّ يَغْسِلُوْنَ بِالْمَاءِ وَلَوْ كَانَ مَسُّ الذَّكَرِ حَدَثًا لَكَانَ هٰذَا تَنْجِيْسًا لَا تَطْهِيْرًا عَلَى الْاِطْلَاقِ وَكَذٰلِكَ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ نَفْسَهَا بِغَيْرِ اِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ بَاطِلٌ بَاطِلٌ خَرَجَ مُخَالِفًا لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ فَاِنَّ الْكِتَابَ يُوْجِبُ تَحْقِيْقَ النِّكَاحِ مِنْهُنَّ.

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

مَن یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیرًا یُّفَقِّھهُ فِی الدِّین (بخاری ومسلم)



اجودُ الحواشی

اُردو شرح

اُصُولُ الشّاشی

اعرابِ عبارت وترجمہ، اصولِ فقہ کے مسائل کا خلاصہ تجزیہ عبارت کے عنوان سے
تشریح عبارت کے تحت ائمہ کرامؒ کے اختلافی مسائل مع ادلّہ، فوائدِ نافعہ واعتراضات وجوابات

تالیف

حضرت مولانا محمد اصغر علی صاحب

استاذ الحدیث

جامعہ اسلامیہ عربیہ

مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ (بخاری ومسلم)

اجود الحواشی

اردو شرح

اصول الشاشی

اعراب عبارت وترجمہ، اصول فقہ کے مسائل کا خلاصہ تجزیہ عبارت کے عنوان سے تشریح عبارت کے تحت ائمہ کرامؒ کے اختلافی مسائل مع ادلّہ، فوائد نافعہ واعتراضات وجوابات

تالیف

حضرت مولانا محمد اصغر علی صاحب

استاذ الحدیث

جامعہ اسلامیہ عربیہ

مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

عہد صحابہ کے راویوں کی تین اقسام

یہاں سے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ راویوں کے اختلاف احوال کی وجہ سے بعض روایات مقبول ہوں گی اور بعض مردود، اس کو جاننے کیلئے خبر واحد کو کتاب اللہ پر پیش کیا جائے گا اسکا ثبوت یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ عہد صحابہ کے راویوں کی تین اقسام ہیں۔

قسم اوّل: یہ ہے کہ روایت کرنے والا مؤمن مخلص ہو جس نے حضور اقدس ﷺ کی صحبت کا فیض حاصل کیا ہو اور اپنی فہم و فراست سے حضور اقدس ﷺ کے کلام کا معنی اور مفہوم کو بھی سمجھا ہو۔

قسم ثانی: یہ ہے کہ راوی وہ اعرابی اور دیہاتی ہو جو اپنے قبیلہ سے دربار رسالت میں آیا اور اس نے حضور اقدس ﷺ سے کچھ سنا اور کچھ نہ سنا اور آپ کے کلام کی مراد کو بھی نہ سمجھ سکا پھر وہ اعرابی اپنے قبیلہ میں واپس چلا گیا اور حضور اقدس ﷺ کی حدیث کو اپنے الفاظ میں بیان کر دیا جس سے حضور اقدس ﷺ کی مراد بدل گئی اور وہ سمجھتا رہا کہ حضور اقدس ﷺ کے کلام کا مفہوم اور معنی متغیر نہیں ہوا۔

قسم ثالث: وہ منافق کہ جس کا نفاق معروف اور مشہور نہیں تھا اور اس نے حضور اقدس ﷺ سے ایسی بات روایت کر دی جو اس نے آپ ﷺ سے سنی نہیں تھی اور اس نے حضور اقدس ﷺ پر جھوٹ باندھ دیا اور لوگوں نے اسے مؤمن مخلص سمجھ کر اس کی روایت کو قبول کر لیا اور اس کی حدیث بھی لوگوں میں مشہور ہو گئی۔

ان تینوں اقسام میں سے پہلے راوی کی روایت حجت ہو گی اور دوسرے اور تیسرے راوی کی روایت قابل حجت نہیں ہو گی، ان راویوں کے حالات کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہم نے کہا کہ خبر واحد کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر پیش کرنا واجب ہے۔

وَنَظِيْرُ الْعَرْضِ عَلَى الْكِتَابِ فِىْ حَدِيْثِ مَسِّ الذَّكَرِ فِيْمَا يُرْوٰى عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ "مَنْ مَّسَّ ذَكَرَهٗ فَلْيَتَوَضَّأْ" فَعَرَضْنَاهُ عَلَى الْكِتَابِ فَخَرَجَ مُخَالِفًا لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى "فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا" فَاِنَّهُمْ كَانُوْا يَسْتَنْجُوْنَ بِالْاَحْجَارِ ثُمَّ يَغْسِلُوْنَ بِالْمَاءِ وَلَوْكَانَ مَسُّ الذَّكَرِ حَدَثًا لَكَانَ هٰذَا تَنْجِيْسًا لَّاتَطْهِيْرًا عَلَى الْاِطْلَاقِ وَكَذَالِكَ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ "اَيُّمَا اِمْرَأَةٍ نَكَحَتْ نَفْسَهَا بِغَيْرِ اِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ بَاطِلٌ بَاطِلٌ" خَرَجَ مُخَالِفًا لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى "فَلَاتَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ" فَاِنَّ الْكِتَابَ يُوْجِبُ تَحْقِيْقَ النِّكَاحِ مِنْهُنَّ وَ مِثَالُ الْعَرْضِ عَلَى الْخَبَرِ الْمَشْهُوْرِ رِوَايَةُ الْقَضَآءِ بِشَاهِدٍ وَّ يَمِيْنٍ فَاِنَّهٗ خَرَجَ مُخَالِفًا لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ "اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِىْ وَ الْيَمِيْنُ عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ" وَبِاعْتِبَارِ هٰذَا الْمَعْنٰى قُلْنَا خَبَرُ الْوَاحِدِ اِذَا خَرَجَ مُخَالِفًا لِلظَّاهِرِ لَايُعْمَلُ بِهٖ وَ مِنْ صُوَرِ مُخَالَفَةِ الظَّاهِرِ عَدَمُ اشْتِهَارِ الْخَبَرِ فِيْمَا يَعُمُّ بِهِ الْبَلْوٰى فِى الصَّدْرِ الْاَوَّلِ وَالثَّانِىْ لِاَنَّهُمْ لَايَتَّهِمُوْنَ بِالتَّقْصِيْرِ فِىْ مُتَابَعَةِ السُّنَّةِ فَاِذَا لَمْ يَشْتَهِرِ

ہے جو حکمتوں سے بھرا ہوا وہ خزانہ ہاتھ میں آ گیا
وہ رفیقِ درس ملا مجھے سبھی ہمسروں پہ جو چھا گیا

محقق و مدلل

نجوم الحواشی

شرح اردو

اصول الشاشی

تالیف
حسین احمد ہردواری مدرس دارالعلوم دیوبند

مکتبہ رحمانیہ
اقرأ سنٹر۔ غزنی سٹریٹ
اردو بازار۔ لاہور

ہے جو حکمتوں سے بھرا ہوا وہ خزانہ ہاتھ میں آگیا
وہ رفیقِ درس بلا مجھے سبھی ہمسروں پہ جو چھا گیا

محقّق ومدلّل

نجوم الحواشی

شرح اردو

اصول الشاشی

حسب ہدایت
فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا سید ارشد صاحب مدنی
استاذ حدیث وناظم تعلیمات دار العلوم دیوبند

تالیف
حسین احمد ہردواری
مدرس دار العلوم دیوبند

ناشر
مکتبہ رحمانیہ
اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

نے نہیں سنی اور اپنی طرف سے جھوٹ کہہ دیا پس لوگوں نے اس منافق راوی سے وہ بات سنی، اور اس کو مومن مخلص خیال کیا پھر اس قولِ منافق کو دوسروں سے روایت کردیا اور وہ قول (روایتِ منافق) لوگوں کے درمیان مشہور ہو گیا، لہٰذا اسی وجہ (احوالِ رواۃ کا اختلاف) سے خبر کو کتاب اللہ پر اور سنتِ مشہورہ پر پیش کرنا واجب ہے۔

تشریح: قبل ازیں مصنفؒ نے بیان کیا تھا کہ راویوں کے احوال میں اختلاف ہے، اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبرِ واحد کو کتاب اللہ پر پیش کرنے کا حکم دیا تھا، تو اب مصنفؒ اختلافِ احوالِ رواۃ کی تحقیق پیش کررہے ہیں، کہتے ہیں کہ حضرت علی ابن ابی طالبؓ سے تین قسمیں منقول ہیں ۱۔ راوی مومن اور مخلص ہو جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا ہو اور اس نے آپ کے کلام کی مراد کو کماحقہ سمجھا ہو ۲۔ دیہاتی مومن جو کسی قبیلہ سے آپ کے پاس آیا اور آپؐ کے کلام کا کچھ حصہ سنا اور آپؐ کے کلام کی حقیقت اور اس کی مراد کو نہ سمجھ سکا پھر وہ اپنے قبیلہ کی طرف لوٹ گیا اور حدیث کو اپنے الفاظ میں بیان کیا جس سے حدیث کے معنیٔ مرادی متغیر ہو گئے اور وہ یہی خیال کرتا رہا کہ حدیث کے معنی میں کوئی تفاوت اور بگاڑ پیدا نہیں ہوا ۳۔ ایسا منافق کہ جس کا نفاق لوگوں پر ظاہر نہ ہوا اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے بغیر اپنے کفر کو مخفی رکھ کر اپنی طرف سے کوئی بات بیان کردی اور اس کو جھوٹ نبیؐ کی طرف منسوب کردیا، چنانچہ بعض لوگوں نے اس کی بات سنی اور اس کو مومن مخلص سمجھ کر اس کی بات کو دوسروں کے سامنے روایت کردیا اور وہ بات لوگوں میں مشہور ہو گئی حالانکہ وہ اس منافق کی خودساختہ حدیث تھی نہ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی، پس اسی اختلافِ رواۃ کی وجہ سے خبرِ واحد کو کتاب اللہ پر اور سنتِ رسولؐ پر پیش کرنا ضروری ہے کیونکہ ممکن ہے کہ راویٔ حدیث غیر فقیہ اعرابی ہو یا منافق ہو چنانچہ جو خبرِ واحد کتاب اللہ و سنتِ مشہورہ کے موافق ہوگی وہ قابلِ حجت اور لائقِ عمل ہوگی اور جو مخالف ہوگی وہ رد کردی جائے گی۔

وَنَظِيْرُ الْعَرْضِ عَلَى الْكِتَابِ فِي حَدِيْثِ مَسِّ الذَّكَرِ فِيْمَا يُرْوٰى عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ فَعَرَضْنَاهُ عَلَى الْكِتَابِ فَخَرَجَ مُخَالِفًا لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا فَاِنَّهُمْ كَانُوْا يَسْتَنْجُوْنَ بِالْاَحْجَارِ ثُمَّ يَغْسِلُوْنَ بِالْمَاءِ وَلَوْ كَانَ مَسُّ الذَّكَرِ حَدَثًا لَكَانَ هٰذَا تَنْجِيْسًا لَا تَطْهِيْرًا عَلَى الْاِطْلَاقِ وَكَذٰلِكَ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَيُّمَا امْرَاَةٍ نَكَحَتْ نَفْسَهَا بِغَيْرِ اِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ بَاطِلٌ بَاطِلٌ خَرَجَ مُخَالِفًا لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ فَاِنَّ الْكِتَابَ يُوْجِبُ تَحْقِيْقَ النِّكَاحِ مِنْهُنَّ۔

ترجمہ

اور خبرِ واحد کے کتاب اللہ پر پیش کرنے کی نظیر مسِّ ذکر والی حدیث میں ہے یعنی اس حدیث میں جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ جو شخص اپنا عضوِ تناسل چھوئے تو چاہیے کہ وہ وضو کرے، پس ہم نے اس حدیث کو کتاب اللہ پر

صفوة الحواشي

شرح

اصول الشاشي

تالیف

حضرت مولانا عبد الغفار صاحب

استاذ الحدیث

جامعة العلوم الاسلامیة الفریدیة ای سیون اسلام آباد

ناشر: مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یرد اللہ به خیرا یفقهه في الدین

صفوة الحواشي

شرح

اصول الشاشي

تالیف

حضرت مولانا عبد الغفار صاحب

استاذ الحدیث

جامعة العلوم الاسلامیة الفریدیة

ای سیون ـــــ اسلام آباد

ناشر: مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد

فون: 14-2654813 - 2653178 -051

طرف احادیث بنا کر منسوب کر دیا لیکن محدثین نے حدیث کو قبول کرنے کی ایسی شرائط مقرر کیں کہ ان کی گھڑی ہوئی باتیں صحیح احادیث سے الگ ہوگئیں۔

قولہ : وتحقیق ذالک الخ ۔مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ راویوں کے اختلاف احوال کی وجہ سے بعض روایتوں کا مقبول ہونا اور بعض کا مردود ہونا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہوتا ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عہد صحابہ کے راویوں کی تین اقسام ہیں۔

پہلی قسم :-راوی مؤمن مخلص ہو جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا فیض حاصل کیا ہو اور رسول اللہ کے کلام کا معنی بھی سمجھا ہو۔

دوسری قسم :-راوی وہ اعرابی اور دیہاتی ہو جو اپنے قبیلے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور رسول اللہ کے کلام کو کچھ سنا اور آپ کی مراد کو نہ سمجھا پھر وہ اعرابی اپنے قبیلے میں واپس چلا گیا اور رسول اللہ کی حدیث کو اپنے الفاظ میں روایت کر دیا جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد بدل گئی اور وہ سمجھتا رہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا مفہوم اور معنی متغیر نہیں ہوا۔

تیسری قسم :-وہ منافق جس کا نفاق معروف ومشہور نہیں تھا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی بات روایت کر دی جو اس نے آپ سے سنی نہیں تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس نے افتراء باندھ دیا اور لوگوں نے اس کو مؤمن مخلص سمجھ کر اس کی روایت کو قبول کر لیا اور اس کی حدیث بھی لوگوں میں مشہور ہوگئی۔ان تین قسم کے راویوں میں سے ظاہر ہے پہلے راوی کی روایت حجت ہوگی اور دوسرے اور تیسرے راوی کی روایت قابل حجت نہیں ہوگی۔

راویوں کے حالات کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہم نے کہا کہ خبر واحد کو کتاب اللہ اور سنت مشہورہ پر پیش کرنا واجب ہے۔

نظیر العرض علی الکتاب فی حدیث مس الذکر فیما یروی عنه من مس ذکره فلیتوضأ فعرضناه علی الکتاب فخرج مخالفا لقوله تعالیٰ فیه رجال یحبون ان یتطهروا فانهم کانو یستنجون بالاحجار ثمّ یغسلون بالماء ولو کان

اُصُولُ الشّاشی

فی اُصُولُ الفِقہ

اردو

اصول فقہ کی مشہور کتاب اُصول الشاشی کا مستند اردو ترجمہ



تصنیف

حضرت علامہ نظام الدین شاشی

رحمۃ اللہ علیہ



ترجمہ

جناب مولانا محمد مشتاق احمد انبیٹھوی

مکتبۃ العلم

اردو بازار، لاہور

(042) 37211788

فائدہ: علماء نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے راوی یزید بن ربیعہ مجہول ہے، لہٰذا یہ حدیث لائق حجت نہیں اور یحییٰ بن معین سے منقول ہے کہ اس حدیث کو زندیقوں نے وضع کیا ہے۔ بعض کتابوں میں غلطی سے یہ لکھا گیا کہ یہ حدیث بخاری شریف میں موجود ہے، حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔

مصنف اصول شاشی فرماتے ہیں، تحقیق اس کی یہ ہے کہ حضرت علیؓ سے منقول ہوا کہ راویوں کی تین اقسام ہیں۔ مؤمن مخلص جو حضور رسول اللہ ﷺ کے حضور میں رہا اور حضور ﷺ کے کلام پاک کو سمجھا۔

دوم اعرابی کہ اپنے قبیلہ سے آیا اور حضور ﷺ کے بعض کلام پاک کو سنا مگر اس کی حقیقت کو نہ پہنچا پھر اپنے قبیلہ کی طرف لوٹ کر گیا اور اُن الفاظ میں حدیث کو روایت کیا جو حضور ﷺ کی زبانِ مبارک سے نہیں نکلے تھے۔ پس معنی بدل گئے اور وہ صحابیؓ خیال کرتے ہیں کہ معنی نہیں بدلے۔

تیسری قسم وہ منافق ہے جس کا نفاق ظاہر نہیں ہوا، اُس نے بغیر سنے روایت کر دیا اور افتراء باندھا اس سے اور لوگوں نے سنا اور اس کو مؤمن مخلص سمجھا۔ اسی طرح روایت در روایت وہ حدیث لوگوں میں مشہور ہوگئی۔ اب واسطے لازم ہوا کہ حدیث کو کتاب اللہ اور سنتِ مشہورہ پر پیش کیا جائے۔

کتاب اللہ پر پیش کرنے کی مثال یہ حدیث ہے: **مس ذکرہ فلیتوضاء**. جس نے اپنی پیشاب گاہ کو ہاتھ لگایا اس پر وضو کرنا لازم ہوگا۔ جب ہم نے اِس حدیث کو کتاب اللہ پر پیش کیا تو اس آیت کے مخالف نکلا: ﴿**فیہ رجال یحبون ان یتطھروا**﴾ یعنی مسجد قباء میں وہ لوگ ہیں جو پاکیزگی کو پسند کرتے ہیں۔ یہ اہل قباء جن کی تعریف اس آیت شریفہ میں ہے ڈھیلے سے پہلے استنجاء کر کے پھر پانی سے استنجاء کیا کرتے تھے۔ اگر پیشاب گاہ کو ہاتھ لگانا باعث وضو ٹوٹنے کے ہوتا تو اس کام یعنی عمل استنجاء بالحجار کو تنجیس کہا جاتا نہ تطہیر مطلقاً۔

اسی طرح یہ حدیث: ((**ایما امرأۃ نکحت نفسھا بغیر اذن ولیھا**

أصول الشاشي

للإمام نظام الدين الشاشي

طبعة جديدة ملونة مصححة
بإضافة عناوين البحوث في رؤوس الصفحات

على أساس حاشية
الشيخ الحافظ محمد بركت الله اللكنوي المسمّى به

"أحسن الحواشي"

بإضافة نبذة من التعليقات الأخرى مع تخريج الأحاديث

مكتبة البشرى كراتشي باكستان

وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى ٱلرَّسُولِ وَإِلَىٰٓ أُوْلِى ٱلْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ ٱلَّذِينَ يَسْتَنۢبِطُونَهُۥ مِنْهُمْ ۗ (النساء: ٨٣)

أصول الشاشي

للإمام نظام الدين الشاشي

المتوفى سنة ٣٢٥

على أساس حاشية الشيخ الحافظ محمد بركت الله اللكنوي

المسمى به

"أحسن الحواشي"

بإضافة نبذة من التعليقات الأخرى مع تخريج الأحاديث

مكتبة البشرى

كراتشي باكستان

وباعتبار اختلاف أَحْوَال الرُّواة قلنا: شرطُ العمل **بخبر الواحد.**

أي رواة اخبار الآحاد

١-أن لا يكون مخالفاً للكتاب **والسنة المشهورة.**

٢- وأن لا يكون مخالفا للظاهر قال عليه السلام: "**تكثر لكم الأحاديثُ** بعدي، فإذا رُوي لكم عني حديثٌ فاعرضوه على كتاب الله، فما وافَقَ فاقبَلُوْهُ، وما خالف فرُدُّوه".*

وتحقيقُ ذلك فيما روي عن علي بن أبي طالب أنه قال "كانت الرُّواة على ثلاثة أقسامٍ:

١ - مؤمنٌ مخلصٌ صَحِبَ رسول الله ﷺ وعَرَفَ معنى كلامه.

٢ - وأعــرابيٌّ جاء من قبيلةٍ فسمِعَ بعضَ ما سمِعَ و لم يعــرف حقيقةَ كلام رسول الله ﷺ، فرجع إلى قبيلته فروى بغير لفظ رسول الله ﷺ فتغيّر المعنى وهو يظُنُّ أن المعنى لا يتفاوت.

= الرواة العدول خصوصاً من الصحابة رضي الله عنهم لمشاهدتهم أحوال النصوص وهم من أهل اللسان وهو الصحيح بحسب الظاهر، وليت شعري لم لا اختار المصنف هذا القول بل اختار مذهب عيسى بن أبان كذا في "المعدن" و شروح "المنار". والسنة المشهورة: والمتواتر والإجماع؛ لأن هذه الأدلة قطعية، والخبر الواحد ظني، ولا تعارض بين القطعي والظني بوجه ما، الظني يسقط بمقابلته.[عمدة الحواشي: ص ١٧٦]

تكثر لكم الأحاديثُ إلخ: فهذه الأحاديث يدل بعبارته على اشتراط عدم مخالفة خبر الواحد الكتاب، وبدلالته على اشتراط عدم مخالفة السنة المشهورة، لاتحاد العلة على ما بينّا. بخبر الواحد: اعلم أن قبول خبر الواحد ووجوب العمل به متعلق بشروط ثمانية على ما أشار إليه الشيخ في الكتاب أربعة في نفس الخبر وأربعة في المخبر، فالأربعة: الأولى أن لا يكون مخالفاً للكتاب، وأن لا يكون مخالفاً للسنة المشهورة، وأن لا يكون في حادثة يعم بها البلوى، وأن لا يكون متروك الاحتجاج به عند ظهور الاختلاف، وأما الأربعة في المخبر: فالعقل، والعدالة، والضبط، والإسلام.

* ذكره الفتني في "تذكرة الموضوعات" ص ٢٨، وقال عنه: أورده الأصوليون: وقــال الخطابي: يرفعه حديث: "إني أوتيت الكتاب وما يعدله". [الشافي: ص ٢٢٥]

أصول الشاشي

نظام الدين أبي علي أحمد بن محمد بن إسحاق الشاشي
المتوفى سنة ٣٤٤هـ

وبهامشه

عمدة الحواشي

شرح أصول الشاشي

للمولى محمد فيض الحسن الكنكوهي

ضبطه وصححه

عبد الله محمد الخليلي

تنبيه:
وضعنا «أصول الشاشي» في أعلى الصفحات، ووضعنا شرحه «عمدة الحواشي» في أسفل الصفحات على شكل حواشٍ، وفصلنا بينهما بخط

منشورات
محمد علي بيضون
لنشر كتب السنة والجماعة
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

بحــث شرط العمل بخبر الواحد

قلنا: شرط العمل بخبر[١] الواحد، أن لا يكون مخالفاً للكتاب والسنة[٢] المشهورة، وأن لا يكون مخالفاً للظاهر قال[٣] عليه السّلام (تكثر لكم الأحاديث بعدي فإذا روي لكم عني حديث فاعرضوه على كتاب الله فما وافق فاقبلوه وما خالف فردّوه).

وتحقيق[٤] ذلك فيما روي عن عليّ بن أبي طالب إنه قال: كانت الرّواة على ثلاثة أقسام. مؤمن مخلص صحب رسول الله ﷺ، وعرف معنى كلامه.

وأعرابيّ جاء من قبيلة فسمع بعض ما سمع ولم يعرف حقيقة كلام رسول الله ﷺ، فرجع إلى قبيلته، فروى بغير لفظ رسول الله ﷺ فتغيّر المعنى، وهو يظنّ أنّ المعنى لا يتفاوت. ومنافق لم يعرف نفاقه، فروى مالم يسمع وافترى فسمع منه أناس فظنّوه مؤمناً مخلصاً فرووا ذلك واشتهر بين الناس.

فلهذا المعنى وجب[٥] عرض الخبر على الكتاب والسنّة المشهورة.

ونظير[٦] العرض على الكتاب في حديث مسّ الذكر فيما يروى عنه (من مسّ

---

(١) قوله (بخبر الواحد) إعلم أن قبول خبر الواحد ووجوب العمل به متعلق بشروط ثمانية على ما أشار إليه الشيخ في الكتاب. أربعة في نفس الخبر. وأربعة في المخبر.
فالأربعة الأولى أن لا يكون مخالفاً للكتاب، وأن لا يكون مخالفاً للسنة المشهورة، وأن لا يكون في حادثة تعم بها البلوى، وأن لا يكون متروك الاحتجاج به عند ظهور الاختلاف. وأما الأربعة في المخبر فالعقل، والعدالة، والضبط، والإسلام.

(٢) قوله (والسنة المشهورة) والمتواتر والإجماع، لأن هذه الأدلة قطعية، والخبر الواحد ظني ولا تعارض بين القطع والظني بوجه ما، الظني يسقط بمقابلته.

(٣) قوله (قال) الخ... دليل على المدعي المذكور على بعضه بالعبارة وعلى بعضه بالدلالة.

(٤) قوله (وتحقيق ذلك) أي اختلاف الرواة ولزوم العرض على كتاب الله تعالى.

(٥) قوله (وجب عرض الخبر على الكتاب) الخ... لاحتمال أن يكون راويه أعرابياً غير فقيه، أو منافقاً روى ما لم يسمع. فإن قلت: قد طعن فيه أهل الحديث وقالوا: روى هذا الحديث يزيد بن ربيعة، عن أبي الأشعث عن ثوبان، ويزيد بن ربيعة مجهول ولا يعرف له سماع عن أبي الأشعث فكان منقطعاً فلا يصح الاحتجاج به. والجواب عنه: أن الإمام محمد بن إسماعيل البخاري أورد هذا الحديث في كتابه وهو إمام أهل الحديث فكفى به دليلاً على صحته ولم يلتفت إلى غيره.

(٦) قوله (ونظير العرض على الكتاب) الخ... وهو قوله عليه السلام «من مس ذكره فليتوضأ» فإنه مخالف للكتاب لأن الله تعالى مدح المتطهرين بالاستنجاء والماء بقوله عز اسمه ﴿فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُواْ﴾ والاستنجاء بالماء لا يتصور إلا بمسّ الفرجين، وثبت بالنص إنه من التطهير=

أصول الشاشي

(مختصر في أصول الفقه الإسلامي)

تأليف

الإمام الفقيه نظام الدين الشاشي

(من رجال القرن السابع الهجري)

مع مقدمة

لفضيلة الشيخ العلامة الفقيه يوسف القرضاوي

حققه وراجع نصوصه وعلق عليه

الأستاذ محمد أكرم الندوي



(مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيرًا يُفقِّهْهُ فِي الدِّين)

أُصُولُ الشَّاشِي

(مختصر في أصُولِ الفِقهِ الإسلامي)

تأليف

الإمام الفقيه نظام الدّين الشاشي

(مِن رِجالِ القرنِ السَّابع الهجري)

مَع مُقدّمة

لفضيلة الشيخ العلّامة الفقيه يوسف القرضاوي

حقّقه وَراجَع نصُوصَه وعلّق عليه

الأستاذ محمّد أكرم الندوي



قال عليه السلام: تكثر[1] لكم الأحاديث بعدي، فإذا روي لكم عني حديث، فاعرضوه على كتاب الله، فما وافق فاقبلوه، وما خالف فردوه[2].

وتحقيق ذلك في ما روي عن علي بن أبي طالب أنه قال: كانت الرواة على ثلاثة أقسام: مؤمن مخلص صحب رسول الله صلى الله عليه وسلم، وعرف معنى كلامه، وأعرابي جاء من قبيلة فسمع بعض ما سمع ولم يعرف حقيقة (معنى كلام)[3] رسول الله صى الله عليه وسلم فرجع إلى قبيلته، فروى بغير لفظ رسول الله صلى الله عليه وسبم فتغير المعنى وهو يظن أن المعنى لايتفاوت[4]، ومنافق لم يعرف نفاقه، فروى ما لم

---

١ ش: سيكثر.

٢ هذا حديث يورده الأصوليّون، وقد أخرج الذهبي ما في معناه في "ميزان الاعتدال" (١/ ٤٢٥-٤٢٦)بإسناد فيه أشعث بن بُراز الهُجيميّ أحد المتروكين، روى عن أبي هريرة مرفوعًا "إذا حُدِّثتم عنّي بحديث يوافق الحقّ فخذوا به، حدّثتُ به أو لم أحدّث" قال الذهبي: "منكر جدًا" ، وقد ذهب بعض الصالحين إلى أن الحديث الموضوع إذا صحّ معناه، كان له اعتبار لأنه يوافق العقل، قال شيخنا عبد الفتّاح أبو غدة رحمه الله: "وهذا باطل بالمرّة، فأن العمدة في الحديث ثبوتُه بنقل الثقات عن النبي صلى الله عليه وسلم، وإذا ثبت نقلُه عنه صلى الله عليه وسلم كان حقًا، ولا ريب، لأن الرسول عليه الصلاة والسلام ما ينطق إلا بالحقّ، وأما إذا كان الكلام في ذاته حقًا ولم يثبت نقلُه، فلايسوغ إضافته إلى الرسول الكريم أبدًا، ويبقى حديثًا موضوعًا إذا أضيف إليه ولو كان فيه أقوى الحق وأمتنه، قال الإمام الحافظ جمال الدين المزّي رحمه الله تعالى: ليس لأحد أن ينسُب حرفًا يستحسنه من الكلام إلى الرسول صلى الله عليه وسلم وإن كان ذلك الكلام في نفسه حقًا، فأن كلّ ما قاله الرسول حق، وليس كل ما هو حق قاله الرسول صلى الله عليه وسلم، فليُتأمّل هذا الموضع فأنه مَزَلّة أقدام، ومضلّة أفهام. انتى من آخر "ذيل الموضوعات" للسيوطي ص ٢٠٢. (من تعليق الشيخ عبد الفتاح أبو غدة رحمه الله على "ظفر الأماني" ص ٤٦٦).

٣ ما بين القوسين سقط من: أ، وأثبت من: ش.

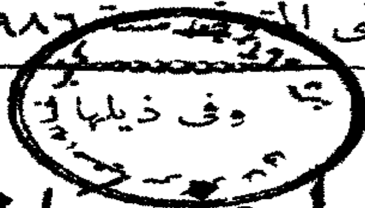
٤ ش: لم يتفاوت.

تذكرة الموضوعات

للعالم العلامة والحبر الفهامة السيد التكلان

الأديب الفاضل اللبيب محمد طاهر بن على الهندى

الفتنى المتوفى سنة ٩٨٦ هـ



وفى ذيلها

قانون الموضوعات والضعفاء

للعلامة المذكور

أشرف على طبعها

إدارة الطباعة المنيرية

لصاحبها ومديرها محمد منير عبده أغا الدمشقى

ويطلب من ملتزم طبعه فى الهند

اعــلان

التصحيح والاشاعة الاولى بحسب القوانين الانكليسية محفوظة لا ينبغى حد أن يجترئ على طبعه ثانياً لئلا يفضى هذا التجاسر الى الخسران

المعلن

العاجز الحقير الفقير الى ربه المستجير محمد المدعو بعبـد الجليل وشريكه صالح بن سليمان من سكنه قرية سامرود

يطاب في مصر من

إدارة الطباعة المنيرة

بمصر بشارع الـكحكيين

الطبعة الأولى سنة ١٣٤٣

على نفقة مصححيه الشيخ عبد الجليل والشيخ صالح بن سليمان بقرية سامرود

من أضلاع [illegible]

لااقول الشر » وأخرجه ابن ماجه من وجه ثالث : وأخرج احمد بسند على شرط الصحيح « اذا سمعتم الحديث عنى تعرفه قلوبكم وتلين له أشعاركم وأبشاركم وترون انه منكم قريب فأنا أولاكم به واذا سمعتم الحديث عنى تنكره قلوبكم وتنفر أشعاركم وأبشاركم وترون انه بعيد منكم فأنا ابعدكم منه » وذكر غير ذلك من الروايات « من بلغه عن الله شيء » الخ اورده عن جابر وفيه ابو جابر الفياض كذاب : وعن ابن عمر وفيه اسماعيل بن يحيى كذاب : وعن انس وفيه بزيع متروك

وفي المقاصد «من بلغه عن الله شيء فيه فضيلة فأخذ به ايمانا به ورجاء ثوابه اعطاه الله ثواب ذلك وان لم يكن كذلك » في سنده متروك وله شواهد « لو احسن احدكم ظنه بحجر نفعه به » قال ابن تيمية كذب : وقال شيخنا لا اصل له : قلت ونحوه « من بلغه عن الله » الخ ولا يصح : وقال عبد البر انهم يتساهلون في احاديث الفضل قال احقر عباده يجيء في باب المرض العمل بالضعيف ومن ابتلى بتهاونه به : وفى الذيل « من احسن ظنه بحجر نفعه الله به » قال ابن تيمية موضوع وهو كما قال : وفى رسالة علم الحديث ما اورده الأصوليون من قوله « اذا روى عنى حديث فأعرضوه على كتاب الله فان وافقه فاقبلوه وان خالفه فردوه » وقال الخطابي وضعته الزنادقة ويدفعه حديث اني اوتيت الكتاب وما يعدله «ويروى ومثله معه » وكذا قال الصغاني

باب

العقل والبلاهة وكون الانسان خيراً من الف مثله وان العاقل هو المطيع لا السخى ولو حاتما

فى المقاصد « ان الله تعالى لما خلق العقل قال له أقبل فأقبل ثم قال له أدبر فأدبر فقال وعزتي وجلالي ماخلقت خلقاً أشرف منك فيك آخذ وبك أعطى قالوا انه كذب موضوع اتفاقاً : وروى « أول ماخلق الله العقل » الخ وفيه كذاب قال شيخنا الوارد « أول ما خلق الله القلم وهو أثبت من العقل » .

أصول الشاشي

نظام الدين أبي علي أحمد بن محمد بن إسحاق الشاشي

المتوفى سنة ٣٤٤هـ

وبهامشه

عمدة الحواشي

شرح أصول الشاشي

للمولى محمد فيض الحسن الكنكوهي

ضبطه وصححه

عبد الله محمد الخليلي

تنبيه:

وضعنا «أصول الشاشي» في أعلى الصفحات، ووضعنا شرحه «عمدة الحواشي» في أسفل الصفحات على شكل حواشٍ، وفصلنا بينهما بخط

منشورات

محمد علي بيضون

لنشر كتب السنة والجماعة

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

بحـــث شرط العمل بخبر الواحد

قلنا: شرط العمل بخبر[(١)] الواحد، أن لا يكون مخالفاً للكتاب والسنة[(٢)] المشهورة، وأن لا يكون مخالفاً للظاهر قال[(٣)] عليه السّلام (تكثر لكم الأحاديث بعدي فإذا روي لكم عني حديث فاعرضوه على كتاب الله فما وافق فاقبلوه وما خالف فردّوه).

وتحقيق[(٤)] ذلك فيما روي عن عليّ بن أبي طالب إنه قال: كانت الرّواة على ثلاثة أقسام. مؤمن مخلص صحب رسول الله ﷺ، وعرف معنى كلامه.

وأعرابيّ جاء من قبيلة فسمع بعض ما سمع ولم يعرف حقيقة كلام رسول الله ﷺ، فرجع إلى قبيلته، فروى بغير لفظ رسول الله ﷺ فتغيّر المعنى، وهو يظنّ أنّ المعنى لا يتفاوت. ومنافق لم يعرف نفاقه، فروى مالم يسمع وافترى فسمع منه أناس فظنّوه مؤمناً مخلصاً فرووا ذلك واشتهر بين الناس.

فلهذا المعنى وجب[(٥)] عرض الخبر على الكتاب والسنّة المشهورة.

ونظير[(٦)] العرض على الكتاب في حديث مسّ الذكر فيما يروى عنه (من مسّ

---

(١) قوله (بخبر الواحد) إعلم أن قبول خبر الواحد ووجوب العمل به متعلق بشروط ثمانية على ما أشار إليه الشيخ في الكتاب. أربعة في نفس الخبر. وأربعة في المخبر.
فالأربعة الأولى أن لا يكون مخالفاً للكتاب، وأن لا يكون مخالفاً للسنة المشهورة، وأن لا يكون في حادثة تعم بها البلوى، وأن لا يكون متروك الاحتجاج به عند ظهور الاختلاف. وأما الأربعة في المخبر فالعقل، والعدالة، والضبط، والإسلام.

(٢) قوله (والسنة المشهورة) والمتواتر والإجماع، لأن هذه الأدلة قطعية، والخبر الواحد ظني ولا تعارض بين القطع والظني بوجه ما، الظني يسقط بمقابلته.

(٣) قوله (قال) الخ... دليل على المدعي المذكور على بعضه بالعبارة وعلى بعضه بالدلالة.

(٤) قوله (وتحقيق ذلك) أي اختلاف الرواة ولزوم العرض على كتاب الله تعالى.

(٥) قوله (وجب عرض الخبر على الكتاب) الخ... لاحتمال أن يكون راويه أعرابياً غير فقيه، أو منافقاً روى ما لم يسمع. فإن قلت: قد طعن فيه أهل الحديث وقالوا: روى هذا الحديث يزيد بن ربيعة، عن أبي الأشعث عن ثوبان، ويزيد بن ربيعة مجهول ولا يعرف له سماع عن أبي الأشعث فكان منقطعاً فلا يصح الاحتجاج به. والجواب عنه: أن الإمام محمد بن إسماعيل البخاري أورد هذا الحديث في كتابه وهو إمام أهل الحديث فكفى به دليلاً على صحته ولم يلتفت إلى غيره.

(٦) قوله (ونظير العرض على الكتاب) الخ... وهو قوله عليه السلام «من مس ذكره فليتوضأ» فإنه مخالف للكتاب لأن الله تعالى مدح المتطهرين بالاستنجاء والماء بقوله عز اسمه ﴿فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُواْ﴾ والاستنجاء بالماء لا يتصور إلا بمسّ الفرجين، وثبت بالنص إنه من التطهير ⁼

ذكره فليتوضّأ). فعرضناه على الكتاب فخرج مخالفاً لقوله تعالى ﴿فِيهِ[1] رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا﴾ فإنهم كانوا يستنجون بالأحجار، ثم يغسلون بالماء.

ولو كان مسّ الذكر حدثاً لكان هذا تنجيساً[2] لا تطهيراً[3] على الإطلاق.

وكذلك قوله عليه السلام: أيما امرأة نكحت نفسها بغير إذن وليّها فنكاحها باطل باطل باطل، خرج مخالفاً لقوله تعالى ﴿فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَن يَنكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ[4]﴾ فإنّ الكتاب يوجب[5] تحقيق النكاح منهنّ.

ومثال العرض على الخبر المشهور: رواية القضاء بشاهد[6] ويمين.

فإنه خرج مخالفاً لقوله عليه السلام: البينة، على المدعي واليمين على من أنكر.

= والحديث يقتضي أن يكون مس الذكر حدثاً يوجب الوضوء، لأنه أمر بالتوضي بعد مس الذكر. فلو لم يكن حدثاً لا يوجب الوضوء لعدم الفائدة، لأن فعل النبي عليه السلام وكذا حكمه لا يخلو عن الحكمة، فإذا تعارضا أي الكتاب والحديث فلا يترك العمل بالكتاب بالحديث الذي هو أدنى من الكتاب باعتبار العمل لا باعتبار ذاته فافهم.

(١) قوله (فيه) أي في مسجد قُباء بالضم (والمد) قرية من قرى المدينة، روي أنه عليه الصلوة والسلام مشى حين نزلت هذه الآية ومشى معه المهاجرون حتى وقفوا على باب المسجد فإذا الأنصار جلوس، فقال: «يا معشر الأنصار إن الله تعالى قد أثنى لكم فما الذي تصنعونه عند الوضوء وعند الغائط؟ فقالوا: يا رسول الله نُتْبع الغائط الأحجار الثلاثة، ثم نتبع الأحجار الماء» فتلا النبي عليه السلام ﴿فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا﴾» الآية.

(٢) قوله (تنجيساً للبدن) بالنجاسة الحكمية، وهي أقوى من الحقيقية.

(٣) قوله (لا تطهيراً) وقد سمى الله تعالى ذلك تطهيراً على الإطلاق ومدحهم بذلك، ولو كان حدثاً لما استحقوا المدح، إذ الإنسان لا يستحق المدح بالتطهير في حالة الحدث فافهم.

(٤) قوله (فلا تعضلوهنّ) العضل: المنع والضيق، والخطاب الأولياء، أي لا تمنعوهن وكانوا يعضلوهن بعد انقضاء العدة ظلماً.

(٥) قوله (يوجب تحقيق النكاح) الخ... أي ثبوته وذلك ينافي بطلانه كما هو صريح الحديث.
ولقائل أن يقول: تحقق الشيء ووجوده لا يستلزم صحته، ألا ترى إن الشيء يوجد بركنه ومحله بتمامه، ومع ذلك توقف صحته على شرط من الشرائط. كالصلوة توجد بشرائطها وأركانها، ومع ذلك توقف صحتها على ستر العورة والنية وغيرها.
وأجاب عنه الشارح رحمه الله في فصل الخاص: بأنه لما أخبر الشارع بوجود النكاح منها كان الموجود ما يكون نكاحاً عنده، ولا نعني بصحته شرعاً سوى ما يكون نكاحاً عند الشارع وهو مطلق عن قيد إذن الوليّ.

(٦) قوله (بشاهد ويمين) صورته: رجل ادعى مالاً مثلاً على غيره، ولا يكون له شاهد إلا واحد، فقضى القاضي بشاهد ويمين المدعي عملاً بخبر واحد. فهذا لا يجوز: لأنه مخالف للخبر المشهور وهو قوله عليه السلام (البينة على المدعي واليمين على من أنكر).

أصول الشاشي

للإمام نظام الدين الشاشي

طبعة جديدة ملونة مصححة
بإضافة عناوين البحوث في رؤوس الصفحات

على أساس حاشية
الشيخ الحافظ محمد بركت الله اللكنوي المسمّى به

"أحسن الحواشي"

بإضافة نبذة من التعليقات الأخرى مع تخريج الأحاديث

مكتبة البشرى كراتشي باكستان

﴿وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى ٱلرَّسُولِ وَإِلَىٰٓ أُوْلِى ٱلْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ ٱلَّذِينَ يَسْتَنۢبِطُونَهُۥ مِنْهُمْ﴾ (النساء: ٨٣)

أصول الشاشي

للإمام نظام الدين الشاشي

المتوفى سنة ٣٢٥

على أساس حاشية الشيخ الحافظ محمد بركت الله اللكنوي

المسمى به

"أحسن الحواشي"

بإضافة نبذة من التعليقات الأخرى مع تخريج الأحاديث

مكتبة البشرى

كراتشي باكستان

٣ - ومنافقٌ لم يُعرف نفاقه فروى ما لم يسمَعْ وافترى، فسمعَ منه أناسٌ، فظنُّوه مؤمناً مخلصاً فروَوْا ذلكَ واشتَهر بين الناس".*

فلهذا المعنى **وجب عرضُ الخبر** على الكتاب والسنة المشهورة.

ونظير العَرْض على الكتاب: في حديث مَسّ الذكَر فيما يُروى عنه ﷺ "من مَسَّ ذكره فليتوضأ"،** فعرضناه على الكتاب، **فخرج مخالفاً لقوله تعالى:** ﴿فيه رِجَالٌ يُحبُّونَ أَنْ يَتطَهَّرُوا﴾، فإنهم [أي أهل قباء] كانوا يستنجون بالأحجار ثم يغسلون بالماء، ولو كان مسُّ الذكر حدَثاً لكان هذا [الاستنجاء بالماء] **تنجيساً لا تطهيراً** على الإطلاق.

وجب عرضُ الخبر إلخ: لاحتمال أن يكون راويه أعرابياً غير فقيه أو منافقاً روى ما لم يسمع.
ونظير العَرْض على إلخ: وهو قوله ﷺ: "من مس ذكره فليتوضا"، فإنه مخالف للكتاب؛ لأن الله تعالى مدح المتطهرين بالاستنجاء بالماء بقوله عز اسمه: ﴿فيه رِجَالٌ يُحبُّونَ أَنْ يَتطَهَّرُوا﴾، والاستنجاء بالماء لا يتصور إلا بمس الفرجين، وثبت بالنص أنه من التطهير، والحديث يقتضي أن يكون مس الذكر حدثاً يوجب الوضوء؛ لأنه أمر بالتوضي بعد مس الذكر، فلو لم يكن حدثاً لا يوجب الوضوء لعدم الفائدة؛ لأن فعل النبي ﷺ وكذا حكمه لا يخلو عن الحكمة، فإذا تعارضا أي: الكتاب والحديث فلا يترك العمل بالكتاب بالحديث الذي هو أدنى من الكتاب باعتبار العمل لا باعتبار ذاته فافهم. **فخرج مخالفاً لقوله تعالى إلخ:** نزلت هذه الآية في أهل مسجد قباء وهم كانوا يستنجون بالماء بعد استعمال الأحجار، والاستنجاء بالماء لا يتصور إلا بمس الفرجين جميعاً، فلو كان مس الذكر حدثاً لا يكون الاستنجاء تطهيراً، وقد ثبت بالنص أنه تطهير، والحديث تقتضي أن يكون مس الذكر حدثاً يوجب الوضوء؛ لأنه أمر بالتوضي بعد مس الذكر، فلو لم يكن حدثاً لا يوجب الوضوء لعدم الفائدة، والنص يقتضي أن لا يكون حدثاً؛ لما ذكرنا، فلذا ترك الحديث.
تنجيساً: للبدن بالنجاسة الحكمية، وهي أقوى من الحقيقة. **لا تطهيراً:** وقد سمى الله تعالى ذلك تطهيراً على الإطلاق ومدحهم بذلك، ولو كان حدثاً لما استحقوا المدح؛ إذ الإنسان لا يستحق المدح في حالة الحدث فافهم.

* لم أجده.

** أخرجه الترمذي في "جامعه" في باب الوضوء من مس الذكر، رقم: ٨٢، والنسائي في باب الوضوء من مس الذكر، رقم: ٤٤٧، وأبوداود في باب الوضوء من مس الذكر، رقم: ١٨١، عن بسرة بنت صفوان رضي الله عنها.

أُصُولُ الشَّاشِيّ

(مختصرٌ في أُصُولِ الفِقهِ الإسلامي)

تـأليف

الإمام الفقيه نظام الدين الشاشي

(مِن رجالِ القرنِ السابع الهجري)

مَع مُقـدِّمَة

لفضيلة الشيخ العلامة الفقيه يوسف القرضاوي

حقّقهُ وَراجعَ نصوصَهُ وعلّق عليه

الأستاذ محمد أكرم الندوي



(مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيرًا يُفقِّهْهُ فِي الدِّين)

أُصُولُ الشّاشِي

(مختصر في أصول الفقه الإسلامي)

تأليف

الإمام الفقيه نظام الدّين الشاشي

(من رجال القرن السّابع الهجري)

مع مقدّمة

لفضيلة الشيخ العلّامة الفقيه يوسف القرضاوي

حقّقه وراجع نصوصه وعلّق عليه

الأستاذ محمّد أكرم الندوي



دار الغرب الإسلامي

يسمع وافترى فسمع منه أناس فظنوه[1] مؤمناً مخلصاً، فرووا ذلك واشتهر بين الناس[2].

فلهذا المعنى وجب عرض الخبر على الكتاب والسنة المشهورة.

ونظير العرض على الكتاب:

في حديث مس الذكر في ما يروى عنه عليه السلام: من مس ذكره فليتوضأ[3]،

فعرضناه على الكتاب، فخرج مخالفاً لقوله تعالى: فيه رجال يحبون أن يتطهروا[4]، فإنهم[5] كانوا يستنجون بالأحجار ثم يغسلون[6] بالماء،

ولو كان مس الذكر حدثاً لكان هذا[7] تنجيساً لا تطهيراً على الإطلاق.

وكذلك قوله عليه السلام: أيما امرأة نكحت نفسها بغير إذن وليها

---

١ ش: وظنوه، ر: فظنوه أنه كان.

٢ لم أجده.

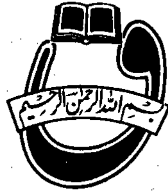
٣ أخرجه الترمذي في كتاب الطهارة، باب الوضوء من مس الذكر، وأبوداود في كتاب الطهارة، باب الوضوء من مس الذكر، والنسائي في كتاب الطهارة، باب الوضوء من مس الذكر، وابن ماجة في كتاب الطهارة، باب الوضوء من مس الذكر، وغيرهم.

٤ سورة التوبة الآية ١٠٩.

٥ ش: وإنهم.

٦ "يغسلون" سقط من: ش.

٧ ش: هذا التطهير.



نحمد الله تعالیٰ علی طبع المتن المتین فی اصول الفقه والدین المسمّٰی بالخمسین المشهور بـ

أُصُولُ الشَّاشِی

مع

أَحْسَنُ الحَوَاشِی

قال العلامة اللکنوی رحمه الله:

"أمّا المختصر فی علم الأصول المعروف باصول الشاشی المتداول فی زماننا .... فذکر صاحب الکشف أن اسمه "الخمسین" وأنه لنظام الدین الشاشی، قیل کان سنّ المصنف لما صنّفه خمسین سنة فسمّاه به."

(الفوائد البهیة، ص ۲۴۴)

النَّاشِر

قدیمی کتب خانه - مقابل آرام باغ - کراچی

فی مسئلة المصراة بالقیاس و باعتبار اختلاف احوال الرواة قلنا
شرط العمل بخبر الواحد ان لا یکون مخالفا للکتاب والسنة المشهورة
وان لا یکون مخالفا للظاهر قال علیه السلام تکثر لکم الاحادیث بعدی
فاذا روی لکم عنی حدیث فاعرضوه علی کتاب الله فما وافق فاقبلوه
وما خالف فردوه وتحقیق ذلک فیما روی عن علی بن ابی طالب انه
قال کانت الرواة علی ثلثة اقسام مؤمن مخلص صحب رسول الله صلی
الله علیه وسلم وعرف معنی کلامه واعرابی جاء من قبیلة فسمع بعض ما سمع
ولم یعرف حقیقة کلام رسول الله صلی الله علیه وسلم فرجع الی قبیلته فروی
بغیر لفظ رسول الله صلی الله علیه وسلم فتغیر المعنی وهو یظن ان
المعنی لا یتفاوت ومنافق لم یعرف نفاقه فروی ما لم یسمع
وافتری فسمع منه اناس فظنوه مؤمنا مخلصا فرووا ذلک
واشتهر بین الناس فلهذا المعنی وجب عرض الخبر علی الکتاب
والسنة المشهورة ونظیر العرض علی الکتاب فی حدیث مس الذکر
فیما یروی عنه من مس ذکره فلیتوضأ فعرضناه علی الکتاب
فخرج مخالفا لقوله تعالی فیه رجال یحبون ان یتطهروا فانهم

بحث شرط العمل بخبر الواحد

ولم یلتفت الی غیره ۱۲ احسن الحواشی

كانوا يستنجون بالاحجار ثم يغسلون بالماء ولو كان مس الذكر حدثا
لكان هذا تنجيسا لا تطهيرا على الاطلاق وكذلك قوله عليه السلام
ايما امرأة نكحت نفسها بغير اذن وليها فنكاحها باطل باطل باطل
خرج مخالفا لقوله تعالى فلا تعضلوهن ان ينكحن ازواجهن فان
الكتاب يوجب تحقيق النكاح منهن ومثال العرض على الخبر المشهور
رواية القضاء بشاهد ويمين فانه خرج مخالفا لقوله عليه السلام
البينة على المدعي واليمين على من انكر وباعتبار هذا المعنى قلنا خبر
الواحد اذا خرج مخالفا للظاهر لا يعمل به ومن صور مخالفة
الظاهر عدم اشتهار الخبر فيما يعم به البلوى في الصدر الاول
والثاني لانهم لا يتهمون بالتقصير في متابعة السنة فاذا
لم يشتهر الخبر مع شدة الحاجة وعموم البلوى كان ذلك علامة
عدم صحته ومثاله في الحكميات اذا اخبر واحد ان امرأته حرمت
عليه بالرضاع الطارئ جاز ان يعتمد على خبره ويتزوج اختها
ولو اخبر ان العقد كان باطلا بحكم الرضاع لا يقبل خبره وكذلك
اذا اخبرت المرأة بموت زوجها او طلاقه اياها وهو غائب

بحث ترك العمل بخبر الواحد اذا خالف الظاهر

اُصُولُ الشَّاشِی

فی اُصُولِ الفِقہ

اردو

اصول فقہ کی مشہور کتاب اصول الشاشی کا مستند اردو ترجمہ



تصنیف

حضرت علامہ نظام الدین شاشی

رحمۃ اللہ علیہ



ترجمہ

جناب مولانا محمد مشتاق احمد انبیٹھوی

مکتبۃ العلم

اردو بازار، لاہور

(042) 37211788

فائدہ: علماء نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے راوی یزید بن ربیعہ مجہول ہے، لہٰذا یہ حدیث لائق حجت نہیں اور یحییٰ بن معین سے منقول ہے کہ اس حدیث کو زندیقوں نے وضع کیا ہے۔ بعض کتابوں میں غلطی سے یہ لکھا گیا کہ یہ حدیث بخاری شریف میں موجود ہے، حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔

مصنف اصول شاشی فرماتے ہیں، تحقیق اس کی یہ ہے کہ حضرت علیؓ سے منقول ہوا کہ راویوں کی تین اقسام ہیں۔ مؤمن مخلص جو حضور رسول اللہ ﷺ کے حضور میں رہا اور حضور ﷺ کے کلام پاک کو سمجھا۔

دوم اعرابی کہ اپنے قبیلہ سے آیا اور حضور ﷺ کے بعض کلام پاک کو سنا مگر اس کی حقیقت کو نہ پہنچا پھر اپنے قبیلہ کی طرف لوٹ کر گیا اور اُن الفاظ میں حدیث کو روایت کیا جو حضور ﷺ کی زبانِ مبارک سے نہیں نکلے تھے۔ پس معنی بدل گئے اور وہ صحابیؓ خیال کرتے ہیں کہ معنی نہیں بدلے۔

تیسری قسم وہ منافق ہے جس کا نفاق ظاہر نہیں ہوا، اُس نے بغیر سنے روایت کر دیا اور افتراء باندھا اس سے اور لوگوں نے سنا اور اس کو مؤمن مخلص سمجھا۔ اسی طرح روایت در روایت وہ حدیث لوگوں میں مشہور ہوگئی۔ اس واسطے لازم ہوا کہ حدیث کو کتاب اللہ اور سنتِ مشہورہ پر پیش کیا جائے۔

کتاب اللہ پر پیش کرنے کی مثال یہ حدیث ہے: **من مس ذکرہ فلیتوضاء** جس نے اپنی پیشاب گاہ کو ہاتھ لگایا اس پر وضو کرنا لازم ہوگا۔ جب ہم نے اِس حدیث کو کتاب اللہ پر پیش کیا تو اس آیت کے مخالف نکلا: ﴿**فیہ رجال یحبون ان یتطھروا**﴾ یعنی مسجد قباء میں وہ لوگ ہیں جو پاکیزگی کو پسند کرتے ہیں۔ یہ اہل قباء جن کی تعریف اس آیت شریفہ میں ہے ڈھیلے سے پہلے استنجاء کر کے پھر پانی سے استنجاء کیا کرتے تھے۔ اگر پیشاب گاہ کو ہاتھ لگانا باعث وضو ٹوٹنے کے ہوتا تو اس کام یعنی عمل استنجاء بالحجار کو تنجیس کہا جاتا نہ تطہیر مطلقاً۔

اسی طرح یہ حدیث: ((**ایما امرأۃ نکحت نفسھا بغیر اذن ولیھا**

عنوانات، فہرست، تسہیل،
کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ

اجمل الحواشی

علیٰ

اصول الشاشی

تالیف

حضرت مولانا جمیل احمد سکروڈھوی

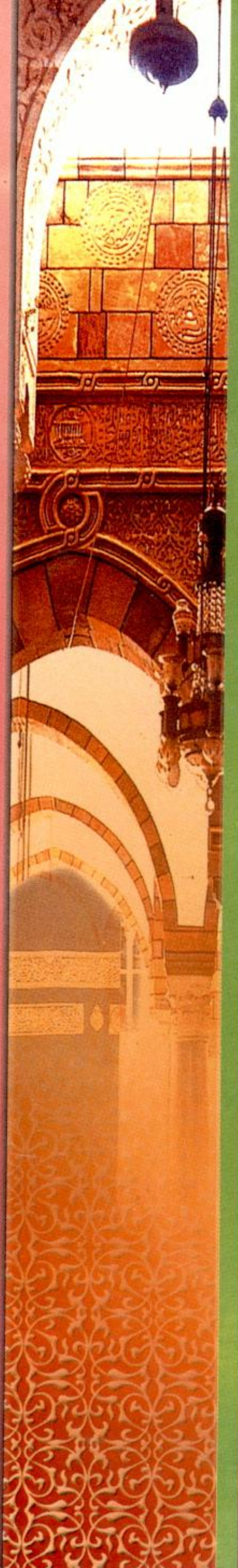
استاذ دار العلوم (وقف) دیوبند

تسہیل وعُنوانات

مولانا محمد شفیق صاحب

فاضل جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

دار الاشاعت کراچی



اضافہ عنوانات، فہرست، تسہیل، کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ پہلی بار

احسن الحواشی

علیٰ

اصول الشاشی

تالیف

حضرت مولانا جمیل احمد سکروڈھوی

استاذ دارالعلوم (وقف) دیوبند

تسہیل و عنوانات

مولانا محمد شفیق صاحب

فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

دارالاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ

کراچی پاکستان 2213768

ترجمہ: .... اور کتاب اللہ پر پیش کرنے کی نظیر حدیث مس ذکر میں ہے، رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ جس نے اپنا ذکر چھوا وہ وضو کرے پس ہم نے اس کو کتاب اللہ پر پیش کیا تو یہ حدیث باری تعالیٰ کے قول فیہ رجال یحبون ان یتطھروا کے مخالف نکلی اس لئے کہ وہ لوگ ڈھیلے سے استنجاء کرتے تھے پھر پانی سے دھوتے تھے۔ اگر مس ذکر حدث ہوتا تو استنجاء بالماء ناپاک کرنا ہوتا نہ کہ علی الاطلاق پاک کرنا اور اسی طرح حضور ﷺ نے فرمایا ہے جس نے بغیر اذن ولی کے خود نکاح کیا اس کا نکاح باطل ہے باطل ہے یہ حدیث باری تعالیٰ کے قول فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن کے مخالف نکلی اس لئے کہ کتاب اللہ عورتوں سے ثبوت نکاح کو واجب کرتی ہے۔

تشریح: .... مصنفؒ فرماتے ہیں کہ خبر واحد کو کتاب اللہ پر پیش کرنے کی نظیر یہ ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے من مس ذکرہ فلیتوضا جو آدمی اپنا ذکر چھولے اس کو وضو کرنا چاہئے۔ ہم نے اس حدیث کو قرآن فیہ رجال یحبون ان یتطھروا پر پیش کیا تو یہ حدیث اس کے مخالف نکلی کیونکہ یہ آیت اہل قباء کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس کا شان نزول یہ ہے کہ اہل قباء استنجاء بالاحجار کے بعد استنجاء بالماء کیا کرتے تھے اس عمل پر باری تعالیٰ نے ان کی تعریف کی ہے اب آپ دیکھئے کہ استنجاء بالماء جو اللہ کے نزدیک امر محمود ہے بغیر مس ذکر کے ممکن نہیں ہے اور حدیث میں مس ذکر کو حدث اور ناقض وضو قرار دیا گیا ہے پس حدیث اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ مس ذکر حدث اور ناقض وضو ہو اور کتاب اللہ کی یہ آیت جس میں استنجاء بالماء کو پسند کیا گیا ہے اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ مس ذکر حدث اور ناقض وضو نہ ہو کیونکہ اگر مس ذکر حدث ہوگا تو استنجاء بالماء جو مس ذکر کے بغیر ممکن نہیں ہے تطہیر نہیں ہوگا حالانکہ استنجاء بالماء کا تطہیر ہونا آیت سے ثابت ہے پس علماء احناف نے حدیث مس ذکر کو آیت کے مخالف ہونے کی وجہ سے ترک کر دیا ہے مصنفؒ نے دوسری نظیر بیان کرتے ہوئے کہا کہ خبر واحد ایما امراۃ نکحت نفسھا بغیر اذن ولیھا فنکاحھا باطل باطل باطل اس پر دلالت کرتی ہے کہ عورتوں کو نکاح کا اختیار نہ ہو اور قرآن کی آیت فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن (عورتوں کومت روکو کہ وہ اپنا نکاح اپنے سابقہ شوہروں سے کریں) اس پر دلالت کرتی ہے کہ عورتیں نکاح کے مسئلہ میں مختار ہیں اولیاء کی اجازت کی محتاج نہیں ہیں پس مذکورہ حدیث چونکہ آیت کے مخالف ہے اس لئے علماء احناف نے آیت کی وجہ سے حدیث کو ترک کر دیا ہے اور اس بات کے قائل ہو گئے ہیں کہ عورتیں اپنا نکاح خود کر سکتی ہیں اپنے نکاح میں اولیاء کی اجازت کی محتاج نہیں ہیں اگرچہ حضرات شوافع کے نزدیک بغیر اذن ولی کے عورتوں کا نکاح صحیح نہیں ہے۔

خبر واحد کو خبر مشہور پر پیش کرنے کی نظیر

وَمِثَالُ الْعَرْضِ عَلَى الْخَبَرِ الْمَشْهُوْرِ رِوَايَةُ الْقَضَاءِ بِشَاهِدٍ وَيَمِيْنٍ فَإِنَّهٗ خَرَجَ مُخَالِفًا لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ.

ترجمہ: .... اور خبر واحد کو خبر مشہور پر پیش کرنے کی نظیر ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ دینے کی روایت ہے کیونکہ آنحضور ﷺ کے ارشاد البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر کے مخالف ہے۔

تشریح: .... مصنفؒ کہتے ہیں کہ خبر واحد کو خبر مشہور پر پیش کرنے کی نظیر یہ ہے کہ خبر واحد ابو ہریرہؓ کی یہ حدیث ہے ان النبی

باسمه سبحانه وتعالیٰ

مَن یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیرًا یُّفَقِّھہُ فِی الدِّین (بخاری ومسلم)



اجود الحواشی

اردو شرح

اصول الشاشی

اعرابِ عبارت وترجمہ، اصولِ فقہ کے مسائل کا خلاصہ تجزیہ عبارت کے عنوان سے تشریح عبارت کے تحت ائمہ کرامؒ کے اختلافی مسائل مع ادلّہ، فوائدِ نافعہ واعتراضات وجوابات

تالیف

حضرت مولانا محمد اصغر علی صاحب

استاذ الحدیث

جامعہ اسلامیہ عربیہ

مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ (بخاری ومسلم)

اجود الحواشی

اردو شرح

اصول الشاشی

اعراب عبارت وترجمہ، اصولِ فقہ کے مسائل کا خلاصہ تجزیہ عبارت کے عنوان سے تشریح عبارت کے تحت ائمہ کرام کے اختلافی مسائل مع ادلہ، فوائدِ نافعہ واعتراضات وجوابات

تالیف

حضرت مولانا محمد اصغر علی صاحب

استاذ الحدیث

جامعہ اسلامیہ عربیہ

مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

الْخَبَرُ مَعَ شِدَّةِ الْحَاجَةِ وَعُمُوْمِ الْبَلْوٰى كَانَ ذَالِكَ عَلَامَةُ عَدَمِ صِحَّتِهِ وَمِثَالُهُ فِي الْحُكْمِيَّاتِ إِذَا أَخْبَرَ وَاحِدٌ "أَنَّ اِمْرَأَتَهُ حَرُمَتْ عَلَيْهِ بِالرِّضَاعِ الطَّارِئِ" جَازَ أَنْ يَّعْتَمِدَ عَلٰى خَبَرِهِ وَيَتَزَوَّجَ أُخْتَهَا وَلَوْ أَخْبَرَ "أَنَّ الْعَقْدَ كَانَ بَاطِلًا بِحُكْمِ الرَّضَاعِ" لَايُقْبَلُ خَبَرُهُ وَكَذَالِكَ إِذَا أُخْبِرَتِ الْمَرْأَةُ بِمَوْتِ زَوْجِهَا أَوْ طَلَاقِهَا إِيَّاهَا وَهُوَ غَائِبٌ جَازَ أَنْ تَعْتَمِدَ عَلٰى خَبَرِهِ وَتَتَزَوَّجَ بِغَيْرِهِ وَلَوِ اشْتَبَهَتْ عَلَيْهِ الْقِبْلَةُ فَأَخْبَرَهُ وَاحِدٌ عَنْهَا وَجَبَ الْعَمَلُ بِهِ وَلَوْ وَجَدَ مَاءً لَايَعْلَمُ حَالَهُ فَأَخْبَرَهُ وَاحِدٌ عَنِ النَّجَاسَةِ لَايَتَوَضَّأُ بِهِ بَلْ يَتَيَمَّمُ

ترجمہ: اور خبر واحد کو کتاب اللہ پر پیش کرنے کی مثال مسِ ذکر کی اس حدیث میں ہے جو رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ جس نے اپنے ذکر کو چھوا تو اس کو چاہئے کہ وہ وضو کرے، پس ہم نے اسے کتاب اللہ پر پیش کیا تو یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے فرمان "فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا" کے مخالف نکلی، اس لئے کہ وہ ڈھیلے سے استنجا کیا کرتے تھے پھر وہ پانی سے دھوتے تھے، اگر مسِ ذکر حدث ہوتا تو استنجاء بالماء ناپاک کرنا ہوتا، نہ کہ مطلق طور پر پاک کرنا ہوتا،

اور اسی طرح حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل ہے باطل ہے باطل ہے، تو یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مخالف نکلی، "کہ تم عورتوں کو اس بات سے نہ روکو کہ وہ اپنا نکاح اپنے خاوندوں سے کریں" اس لئے کہ کتاب اللہ ان عورتوں کی طرف سے نکاح کے پائے جانے کو ثابت کرتی ہے،

اور خبر واحد کو خبر مشہور پر پیش کرنے کی مثال ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کرنے کی روایت ہے کیونکہ یہ حضور اقدس ﷺ کے اس فرمان "اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَ الْيَمِيْنُ عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ" کے مخالف ہے، اور اسی معنی کے اعتبار سے ہم نے کہا ہے کہ خبر واحد جب ظاہر حال کے مخالف ہو تو خبر واحد پر عمل نہیں کیا جائے گا، اور ظاہر حال کے مخالف ہونے کی صورتوں میں سے خبر واحد کا مشہور نہ ہونا ہے اس مسئلہ میں کہ جس میں لوگوں کا ابتلاء عام ہو صحابہؓ اور تابعینؒ کے دور میں کیونکہ یہ حضرات سنت مطہرہ کی پیروی کرنے میں کوتاہی کے ساتھ متہم نہیں ہیں پس جب خبر واحد شدت حاجت اور عموم بلویٰ کے باوجود مشہور نہیں ہوئی تو یہ خبر واحد کے صحیح نہ ہونے کی علامت ہوگی،

اور اس کی مثال احکام شرعیہ میں یہ ہے کہ جب کوئی آدمی کسی کو خبر دے کہ اس پر اس کی بیوی حرام ہوگئی ہے رضاعت طاریہ کی وجہ سے یعنی نکاح پر پیش آنے والی رضاعت کی وجہ سے تو جائز ہے یہ بات کہ خاوند اس آدمی کی خبر پر اعتماد کرے اور بیوی کی بہن سے نکاح کرے، اگر ایک آدمی نے اس کو خبر دی کہ حکم رضاعت کی وجہ سے عقد نکاح باطل تھا تو اس کی خبر کو قبول نہیں کیا جائے گا، اور اسی طرح جب عورت کو خبر دی گئی اس کے خاوند کے مرجانے کی یا خاوند کے اس کو طلاق دینے کی اور خاوند غائب ہو تو جائز ہے کہ عورت اس آدمی کی خبر پر اعتماد کرے اور کسی دوسرے آدمی سے نکاح کرلے،

اور اگر کسی آدمی پر قبلہ مشتبہ ہوگیا اور اس کو ایک آدمی نے قبلے کی خبر دی تو اس پر عمل کرنا واجب ہے، اور اگر کسی نے ایسا پانی پایا کہ جس کا حال معلوم نہیں ہے پھر اس کو کسی نے اس پانی کی نجاست کی خبر دی تو وہ اس پانی سے وضو نہیں کرے گا بلکہ تیمم کرے گا۔

ہے جو حکمتوں سے بھرا ہوا وہ خزانہ ہاتھ میں آگیا
وہ رفیقِ درس ملا مجھے سبھی ہمسروں پہ جو چھا گیا

محقّق ومدلّل

نُجُومُ الحَوَاشِی

شرح اُردو

اُصُولُ الشَّاشِی

تالیف

حسین احمد ہردواری مدرس دارالعلوم دیوبند

مکتبہ رحمانیہ

اقرا سنٹر۔ غزنی سٹریٹ
اُردو بازار۔ لاہور

ہے جو حکمتوں سے بھرا ہوا وہ خزانہ ہاتھ میں آگیا
وہ رفیقِ درس ملا مجھے سبھی ہمسروں پہ جو چھا گیا

محقّق ومدلّل

نجوم الحواشی

شرح اُردو

اُصُولُ الشَّاشِی

حسب ہدایت
فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا سید ارشد صاحب مدنی
استاذ حدیث و ناظم تعلیمات دار العلوم دیوبند

تالیف
حسین احمد ہر دواری
مدرس دار العلوم دیوبند

ناشر
مکتبہ رحمانیہ
اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

نے نہیں سنی اور اپنی طرف سے جھوٹ کہہ دیا پس لوگوں نے اس منافق راوی سے وہ بات سنی، اور اس کو مومن مخلص خیال کیا پھر اس قولِ منافق کو دوسروں سے روایت کر دیا اور وہ قول (روایتِ منافق) لوگوں کے درمیان مشہور ہو گیا، لہٰذا اسی وجہ (احوالِ رواۃ کا اختلاف) سے خبر کو کتاب اللہ پر اور سنتِ مشہورہ پر پیش کرنا واجب ہے۔

تشریح: قبل ازیں مصنفؒ نے بیان کیا تھا کہ راویوں کے احوال میں اختلاف ہے، اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر واحد کو کتاب اللہ پر پیش کرنے کا حکم دیا تھا، تو اب مصنفؒ اختلافِ احوالِ رواۃ کی تحقیق پیش کر رہے ہیں، کہتے ہیں کہ حضرت علی ابن ابی طالبؓ سے تین قسمیں منقول ہیں ۱ راوی مومن اور مخلص ہو جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا ہو اور اس نے آپ کے کلام کی مراد کو کما حقہ سمجھا ہو ۲ دیہاتی مومن جو کسی قبیلہ سے آپ کے پاس آیا اور آپؐ کے کلام کا کچھ حصہ سنا اور آپؐ کے کلام کی حقیقت اور اس کی مراد کو نہ سمجھ سکا پھر وہ اپنے قبیلہ کی طرف لوٹ گیا اور حدیث کو اپنے الفاظ میں بیان کیا جس سے حدیث کے معنیٰ مرادی متغیر ہو گئے اور وہ یہی خیال کرتا رہا کہ حدیث کے معنی میں کوئی تفاوت اور بگاڑ پیدا نہیں ہوا ۳ ایسا منافق کہ جس کا نفاق لوگوں پر ظاہر نہ ہوا اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے بغیر اپنے کفر کو مخفی رکھ کر اپنی طرف سے کوئی بات بیان کر دی اور اس کو جھوٹ نبیؐ کی طرف منسوب کر دیا، چنانچہ بعض لوگوں نے اس کی بات سنی اور اس کو مومن مخلص سمجھ کر اس کی بات کو دوسروں کے سامنے روایت کر دیا اور وہ بات لوگوں میں مشہور ہو گئی حالانکہ وہ اس منافق کی خود ساختہ حدیث تھی نہ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی، پس اسی اختلافِ رواۃ کی وجہ سے خبر واحد کو کتاب اللہ پر اور سنتِ رسولؐ پر پیش کرنا ضروری ہے کیونکہ ممکن ہے کہ راویٔ حدیث غیر فقیہ اعرابی ہو یا منافق ہو چنانچہ جو خبرِ واحد کتاب اللہ و سنتِ مشہورہ کے موافق ہوگی وہ قابلِ حجت اور لائقِ عمل ہوگی اور جو مخالف ہوگی وہ رد کر دی جائے گی۔

وَنَظِيْرُ الْعَرْضِ عَلَى الْكِتَابِ فِي حَدِيْثِ مَسِّ الذَّكَرِ فِيْمَا يُرْوٰى عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ مَسَّ ذَكَرَهٗ فَلْيَتَوَضَّأْ فَعَرَضْنَاهُ عَلَى الْكِتَابِ فَخَرَجَ مُخَالِفًا لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى فِيْهِ رِجَالٌ يُحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا فَاِنَّهُمْ كَانُوْا يَسْتَنْجُوْنَ بِالْاَحْجَارِ ثُمَّ يَغْسِلُوْنَ بِالْمَاءِ وَلَوْ كَانَ مَسُّ الذَّكَرِ حَدَثًا لَكَانَ هٰذَا تَنْجِيْسًا لَا تَطْهِيْرًا عَلَى الْاِطْلَاقِ وَكَذٰلِكَ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَيُّمَا امْرَاَةٍ نَكَحَتْ نَفْسَهَا بِغَيْرِ اِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ بَاطِلٌ بَاطِلٌ خَرَجَ مُخَالِفًا لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ فَاِنَّ الْكِتَابَ يُوْجِبُ تَحْقِيْقَ النِّكَاحِ مِنْهُنَّ۔

ترجمہ

اور خبر واحد کے کتاب اللہ پر پیش کرنے کی نظیر مسِّ ذکر والی حدیث میں ہے یعنی اس حدیث میں جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ جو شخص اپنا عضوِ تناسل چھوئے تو چاہیے کہ وہ وضو کرے، پس ہم نے اس حدیث کو کتاب اللہ پر

پیش کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کے قول فیہ رجالٌ یحبون اَنْ یتطھّروا کے مخالف نکلی (مسجد قباء میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جو خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں) اس لئے کہ یہ لوگ (اہل مسجد قباء) ڈھیلوں سے استنجاء کرتے تھے پھر پانی سے دھولیا کرتے تھے، تو اگر مسِّ ذکر حدث ہوتا تو یہ یعنی استنجاء بالماء تنجیس ہوتا (بدن کو نجاستِ حکمیہ سے ملوث کرنا) نہ کہ مطلقاً تطہیر اور اسی طرح (حدیث سابق کی طرح) نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول اَیّما امرأۃٍ نکحتْ نفسَھا الخ (جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح از خود کرلے تو اس کا نکاح باطل ہے باطل ہے باطل ہے) اللہ تعالیٰ کے قول فَلَا تَعْضُلُوْھُنَّ اَنْ یَّنْکِحْنَ اَزْوَاجَھُنَّ (اولیاء کو خطاب ہے کہ تم ان عورتوں کو اس بات سے نہ روکو کہ وہ اپنے شوہروں سے نکاح کرلیں) کے مخالف نکلا، اس لئے کہ کتاب اللہ عورتوں کی جانب سے ثبوتِ نکاح کو ثابت کررہا ہے۔

تشریح: خبرِ واحد کو کتاب اللہ پر پیش کرنے کی مثال یہ ہے کہ خبر واحد مَنْ مَسَّ ذَکَرَہٗ فَلْیَتَوَضَّأ سے عضوتناسل کو چھونے کے بعد وضو کرنا ثابت ہورہا ہے، گویا حدیث سے یہ بات مفہوم ہورہی ہے کہ ذکر کو چھونا (باطنِ کف سے) حدث یعنی ناقضِ وضوء ہے، کیونکہ اگر مسِّ ذکر کو حدث یعنی ناقضِ وضو نہ مانا جائے تو پھر وضو کا حکم بلا فائدہ ہے، لہٰذا یہ حدیث قرآن کی اس آیت کے مخالف ہے فِیْہِ رِجَالٌ یُحِبُّوْنَ اَنْ یَتَطَھَّرُوْا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ (فیہ ای فی مسجد قبا اور قبا مدینہ کے قریب ایک گاؤں کا نام ہے) اس آیت کے اندر اللہ تعالیٰ نے مسجدِ قبا والوں کی تعریف بیان کی ہے اور تعریف کی وجہ یہ ہے کہ یہ حضرات خوب پاک صاف رہنے کو پسند کرتے ہیں یعنی یہ حضرات ڈھیلا استعمال کرنے کے بعد پانی سے استنجاء کیا کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ پانی سے استنجاء کرتے وقت مسِّ ذکر ضرور ہوگا تو اگر مسِّ ذکر حدث ہوتا تو پانی سے استنجاء کرنا جو مسِّ ذکر کو لازم ہے مطلق تطہیر اور پاکی نہ ہوتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ اس پر اہل قبا کی تعریف کرتے بلکہ استنجاء بالماء کا عمل جس میں مسِّ ذکر ضروری ہے بدن کو نجاستِ حکمیہ سے ملوث کرنا ہوتا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس عمل کو مطلق تطہیر فرمایا ہے، لہٰذا مسِّ ذکر والی حدیث قرآن کے مخالف ہے اس لئے احناف نے اس کو ترک کردیا ہے جبکہ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک مسِّ ذکر ناقض وضو ہے بشرطیکہ باطن کف سے ہو یعنی بلا حائل کے ہو اور امام احمدؒ کے نزدیک بہرصورت مسِّ ذکر ناقض وضو ہے نیز امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ مسِّ ذکر والی حدیث کتاب اللہ کے مخالف ہونے کے ساتھ ساتھ دوسری ایک حدیث کے بھی مخالف ہے جو حضرت طلقؓ بن علیؓ سے مروی ہے اور وہ یہ ہے عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قال ھَلْ ھو الا مُضغۃٌ منہ أو بِضْعَۃٌ منہ یعنی ذکر بدن کا ایک حصہ ہی تو ہے تو اس کو چھونے میں وضو ٹوٹنے کی کون سی بات ہے نیز مسِّ ذکر والی حدیث کی یہ تاویل بھی کی جاتی ہے کہ مسِّ ذکر ذکر سے کچھ نجاست نکلنے سے کنایہ ہے یا مسِّ ذکر سے مراد مسُّ الذکر بفرجِ المرأۃ ہے یعنی وطی کرنا، یا مراد مسُّ الذکر عند الاستنجاء ہے، لہٰذا اب نقضِ وضوء استنجاء یعنی خروجِ نجاست من احد السبیلین سے ہوا نہ کہ محض مسِّ ذکر سے یا پھر حدیث میں وضو سے وضو لغوی مراد ہے یعنی ہاتھ دھونا، دوسری مثال خبرِ واحد کو کتاب اللہ پر پیش کرنے کی یہ ہے کہ خبر واحد اَیّما امرأۃٍ نَکَحَتْ نَفْسَھا بغیر إذْنِ وَلِیِّھا فنکاحُھا باطِلٌ باطِلٌ باطِلٌ سے یہ بات ثابت ہورہی ہے کہ عورت اپنا نکاح از خود بغیر ولی کی مرضی کے نہیں

صفوة الحواشي

شرح

اصول الشاشي

تالیف

حضرت مولانا عبد الغفار صاحب

استاذ الحدیث

جامعة العلوم الاسلامية الفريدية ای سیون اسلام آباد

ناشر: مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد

قال النبي صلى الله عليه وسلم من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين

صفوة الحواشي

شرح

اصول الشاشي

تالیف

حضرت مولانا عبد الغفار صاحب

استاذ الحدیث

جامعة العلوم الاسلامية الفريدية

ای سیون ــــــ اسلام آباد

ناشر: مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد

فون: 14-2654813 - 2653178 -051

مس الذکر حدثالکان هذا تنجیسا لا تطهیراً علی الاطلاق و کذا لک قو له علیه السلام ایما امرأة نکحت نفسها بغیر اذن ولیها فنکاحُها باطل باطل باطل فخرج مخالفا لقو له تعالیٰ فلا تعضلو هن ان ینکحن ازواجهن فان الکتاب یو جب تحقیق النکاح منهن ۔

ترجمہ:- اور (خبر واحد کو) کتاب اللہ پر پیش کرنے کی مثال مس ذکر کی اس حدیث میں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جس نے اپنے ذکر کو چھوا تو اس کو چاہیے کہ وہ وضو کرے پس ہم نے اس کو کتاب اللہ پر پیش کیا تو یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مخالف ہو کر نکلی (ترجمہ) اس مسجد میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں، اس لئے کہ وہ لوگ پتھروں سے استنجا کیا کرتے تھے پھر وہ پانی سے (اپنی شرمگاہ کو) دھوتے تھے اگر مس ذکر حدث ہوتا تو پانی کے ساتھ استنجا کرنا ناپاک کرنا ہوتا نہ کہ کامل طور پر پاک کرنا ہوتا اور اسی طرح پیغمبر علیہ السلام کا فرمان ہے (ترجمہ) جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل ہے باطل ہے باطل ہے یہ خبر واحد اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مخالف ہو کر نکلی (ترجمہ) تم ان عورتوں کو نہ روکو اس بات سے کہ وہ اپنا نکاح اپنے خاوندوں سے کریں اس لئے کہ کتاب اللہ ان عورتوں کی طرف سے نکاح کے پائے جانے کو ثابت کرتی ہے۔

تشریح:- مصنف رحمہ اللہ نے اس عبارت میں خبر واحد کو کتاب اللہ پر پیش کرنے کی مثال بیان فرمائی ہے۔

حضرت بسرۃ بنت صفوان رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من مس ذکر ہ فلیتو ضأ جس نے اپنے ذکر کو ہاتھ لگایا تو اس کو چاہیے کہ وہ وضو کرے اس حدیث کو امام شافعی رحمہ اللہ نے اختیار کیا اور فرمایا کہ جس باوضو آدمی نے بلا حائل کے اپنے ذکر کو ہاتھ لگایا تو اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ تازہ وضو کرے۔

لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مس ذکر ناقض وضو نہیں ہے اس لئے کہ یہ حدیث خبر واحد ہے اس کو ہم نے کتاب اللہ پر پیش کیا تو یہ کتاب اللہ کے مخالف ہو کر نکلی کتاب اللہ میں اللہ تعالیٰ نے قبا میں رہنے والے صحابہ کے بارے میں ارشاد فرمایا فیہ رجال یحبون ان یتطهروا جب یہ آیت اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

أصول الشاشي

نظام الدين أبي علي أحمد بن محمد بن إسحاق الشاشي
المتوفى سنة ٣٤٤هـ

وبهامشه

عمدة الحواشي

شرح أصول الشاشي

للمولى محمد فيض الحسن الكنكوهي

ضبطه وصححه
عبد الله محمد الخليلي

تنبيه:
وضعنا «أصول الشاشي» في أعلى الصفحات، ووضعنا شرحه «عمدة الحواشي» في أسفل الصفحات على شكل حواشٍ، وفصلنا بينهما بخط

منشورات
محمد علي بيضون
لنشر كتب السنة والجماعة
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

ذكره فليتوضّأ). فعرضناه على الكتاب فخرج مخالفاً لقوله تعالى ﴿ فِيهِ[1] رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا۟ ﴾ فإنهم كانوا يستنجون بالأحجار، ثم يغسلون بالماء.

ولو كان مسّ الذكر حدثاً لكان هذا تنجيساً[2] لا تطهيراً[3] على الإطلاق.

وكذلك قوله عليه السلام: أيما امرأة نكحت نفسها بغير إذن وليّها فنكاحها باطل باطل باطل، خرج مخالفاً لقوله تعالى ﴿ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَن يَنكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ[4] ﴾ فإنّ الكتاب يوجب[5] تحقيق النكاح منهنّ.

ومثال العرض على الخبر المشهور: رواية القضاء بشاهد[6] ويمين.

فإنه خرج مخالفاً لقوله عليه السلام: البينة، على المدعي واليمين على من أنكر.

= والحديث يقتضي أن يكون مس الذكر حدثاً يوجب الوضوء، لأنه أمر بالتوضي بعد مس الذكر. فلو لم يكن حدثاً لا يوجب الوضوء لعدم الفائدة، لأن فعل النبي عليه السلام وكذا حكمه لا يخلو عن الحكمة، فإذا تعارضا أي الكتاب والحديث فلا يترك العمل بالكتاب بالحديث الذي هو أدنى من الكتاب باعتبار العمل لا باعتبار ذاته فافهم.

(١) قوله (فيه) أي في مسجد قُباء بالضم (والمد) قرية من قرى المدينة، روي أنه عليه الصلوة والسلام مشى حين نزلت هذه الآية ومشى معه المهاجرون حتى وقفوا على باب المسجد فإذا الأنصار جلوس، فقال: «يا معشر الأنصار إن الله تعالى قد أثنى لكم فما الذي تصنعونه عند الوضوء وعند الغائط؟ فقالوا: يا رسول الله نُتْبع الغائط الأحجار الثلاثة، ثم نتبع الأحجار الماء» فتلا النبي عليه السلام ﴿ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا۟ ﴾» الآية.

(٢) قوله (تنجيساً للبدن) بالنجاسة الحكمية، وهي أقوى من الحقيقية.

(٣) قوله (لا تطهيراً) وقد سمى الله تعالى ذلك تطهيراً على الإطلاق ومدحهم بذلك، ولو كان حدثاً لما استحقوا المدح، إذ الإنسان لا يستحق المدح بالتطهير في حالة الحدث فافهم.

(٤) قوله (فلا تعضلوهنّ) العضل: المنع والضيق، والخطاب الأولياء، أي لا تمنعوهن وكانوا يعضلوهن بعد انقضاء العدة ظلماً.

(٥) قوله (يوجب تحقيق النكاح) الخ... أي ثبوته وذلك ينافي بطلانه كما هو صريح الحديث. ولقائل أن يقول: تحقق الشيء ووجوده لا يستلزم صحته، ألا ترى إن الشيء يوجد بركنه ومحله بتمامه، ومع ذلك توقف صحته على شرط من الشرائط. كالصلوة توجد بشرائطها وأركانها، ومع ذلك توقف صحتها على ستر العورة والنية وغيرها.

وأجاب عنه الشارح رحمه الله في فصل الخاص: بأنه لما أخبر الشارع بوجود النكاح منها كان الموجود ما يكون نكاحاً عنده، ولا نعني بصحته شرعاً سوى ما يكون نكاحاً عند الشارع وهو مطلق عن قيد إذن الوليّ.

(٦) قوله (بشاهد ويمين) صورته: رجل ادعى مالاً مثلاً على غيره، ولا يكون له شاهد إلا واحد، فقضى القاضي بشاهد ويمين المدعي عملاً بخبر واحد. فهذا لا يجوز: لأنه مخالف للخبر المشهور وهو قوله عليه السلام (البينة على المدعي واليمين على من أنكر).

أُصُولُ الشَّاشِيِّ

للإمام نظام الدين الشاشي

طبعة جديدة ملونة مصححة

بإضافة عناوين البحوث في رؤوس الصفحات

على أساس حاشية

الشيخ الحافظ محمد بركت الله اللكنوي المسمّٰى به

"أحسن الحواشي"

بإضافة نبذة من التعليقات الأخرى مع تخريج الأحاديث

مكتبة البشرى كراتشي باكستان

﴿وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى ٱلرَّسُولِ وَإِلَىٰٓ أُوْلِى ٱلْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ ٱلَّذِينَ يَسْتَنۢبِطُونَهُۥ مِنْهُمْ﴾ (النساء: ٨٣)

أصول الشاشي

للإمام نظام الدين الشاشي

المتوفى سنة ٣٢٥

على أساس حاشية الشيخ الحافظ محمد بركت الله اللكنوي
المسمى به

"أحسن الحواشي"

بإضافة نبذة من التعليقات الأخرى مع تخريج الأحاديث

مكتبة البشرى
كراتشي باكستان

وكذلك قوله عليه السلام: "أيما امرأة نكحَتْ نفسها بغير إذن وليِّها فنكاحُها باطلٌ باطلٌ باطلٌ"* خَرَجَ مخالفاً لقوله تعالى: ﴿فَلا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾، فإنَّ الكتابَ يوجبُ تحقيقَ النكاحِ منهنَّ.

أي مثل الحديث السابق — هذا الحديث — بلا إذن

ومثالُ العــرض على الخبر المشهور: رواية القضاء بشاهدٍ ويمين**، فإنه خرَجَ مخالفاً لقوله عليه السلام: "البينة على المدعى واليمينُ على من أنكر"***

عرض خبر الواحد

فَلا تَعْضُلُوهُنَّ: العضل: المنع والضيق، والخطاب للأولياء أي لا تمنعوهن وكانوا يعضلوهن بعد انقضاء العدة ظلماً. يوجبُ تحقيقَ إلخ: أي ثبوته، وذلك ينافي بطلانه كما هو صريح الحديث. بشاهد ويمين: صورته: رجل ادعى مالاً مثلاً على غيره ولا يكون له شاهد إلا واحد، فقضى القاضي بشاهد ويمين المدَّعي عملاً بخبر الواحد فهذا لا يجوز؛ لأنه مخالف للخبر المشهور، وهو قوله عليه السلام: "البينة على المدعي واليمين على من أنكر" كذا في "الفصول". على من أنكر: أي على المدعى عليه وهو خبر مشهور، وبيان المخالفة عن وجهين: أحدهما: أن النبي ﷺ قسم بينهما، والقسمة تقطع الشركة، فلا يكون اليمين حظ المدعي البتة كما لا يكون البينة حظاً للمنكر، والثاني: أن النبي ﷺ ذكر البينة واليمين محلى بلام الجنس فيقتضي أن يكون جنس، البينات مشروعة في جانب المدعي، وجنس الأيمان مشروعة في جانب المنكر، ومن ضرورته أن لا يكون اليمين مشروعاً في جانب المدعي، فترك هذا بالخبر كذا في "المعدن".

* أخرجه الترمذي في "جامعه" في باب ما جاء لا نكاح إلا بولي، وقال الترمذي: هذا حديث حسن، رقم: ١١٠٢، وابن ماجه في باب لا نكاح إلا بولي، رقم: ١٨٧٩، وأبوداود في باب في الولي، رقم: ٢٠٨٣، والدارمي في باب النهي عن النكاح بغير ولي، والحاكم ١٦٨/٢، وأحمد ٦٦/٦ عن عائشة رضي الله عنها

** أخرجه مسلم في باب القضاء باليمين والشاهد، رقم: ١٧١٢، وهو ما روي عن ابن عباس رضي الله عنهما "أن رسول الله ﷺ قضى بيمين وشاهد"، وأبوداود في باب القضاء باليمين والشاهد، رقم: ٣٦٠٨، عن ابن عباس رضي الله عنهما والترمذي في باب ما جاء في اليمين مع الشاهد بيمين وشاهد رقم: ١٣٤٣، عن أبي هريرة رضي الله عنه بلفظ: "قضى رسول الله ﷺ باليمين مع الشاهد الواحد"، وابن ماجه في باب القضاء بالشاهد واليمين رقم: ٢٣٧٠، عن ابن عباس رضي الله عنهما.

*** أخرجه الترمذي في باب ما جاء أن البينة على المدعي واليمين على المدعي عليه، رقم: ١٣٤١، عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده بلفظ: "البينة على المدعي واليمين على المدعى عليه".

أصول الشاشي

(مختصر في أصول الفقه الإسلامي)

تأليف

الإمام الفقيه نظام الدين الشاشي

(من رجال القرن السابع الهجري)

مع مقدمة

لفضيلة الشيخ العلامة الفقيه يوسف القرضاوي

حققه وراجع نصوصه وعلق عليه

الأستاذ محمد أكرم الندوي



(مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيرًا يُفَقِّهْهُ في الدِّين)

أُصُولُ الشَّاشِي

(مختصر في أصول الفقه الإسلامي)

تأليف

الإمام الفقيه نظام الدّين الشاشي

(مِن رِجالِ القرنِ السّابع الهجري)

مع مُقدّمة

لفضيلة الشيخ العلّامة الفقيه يوسف القرضاوي

حقّقه وراجع نصوصه وعلّق عليه

الأستاذ محمّد أكرم النّدوي


دار الغرب الإسلامي

يسمع وافترى فسمع منه أناس فظنوه[1] مؤمناً مخلصاً، فرووا ذلك واشتهر بين الناس[2].

فلهذا المعنى وجب عرض الخبر على الكتاب والسنة المشهورة.

ونظير العرض على الكتاب:

في حديث مس الذكر في ما يروى عنه عليه السلام: من مس ذكره فليتوضأ[3]،

فعرضناه على الكتاب، فخرج مخالفاً لقوله تعالى: فيه رجال يحبون أن يتطهروا[4]، فأنهم[5] كانوا يستنجون بالأحجار ثم يغسلون[6] بالماء،

ولو كان مس الذكر حدثاً لكان هذا[7] تنجيساً لا تطهيراً على الإطلاق.

وكذلك قوله عليه السلام: أيما امرأة نكحت نفسها بغير إذن وليها

---

١ ش: وظنوه، ر: فظنوه أنه كان.

٢ لم أجده.

٣أخرجه الترمذي في كتاب الطهارة، باب الوضوء من مس الذكر، وأبوداود في كتاب الطهارة، باب الوضوء من مس الذكر، والنسائي في كتاب الطهارة، باب الوضوء من مس الذكر، وابن ماجة في كتاب الطهارة، باب الوضوء من مس الذكر، وغيرهم.

٤ سورة التوبة الآية ١٠٩.

٥ ش: وإنهم.

٦ "يغسلون" سقط من: ش.

٧ ش: هذا التطهير.

فنكاحها باطل باطل باطل[1]، خرج مخالفاً لقوله تعالى: فلا تعضلوهن أن ينكحن أزواجهن[2]،
فإن الكتاب يوجب تحقيق النكاح منهن.

مثال[3] العرض على الخبر المشهور:

رواية القضاء بشاهد ويمين[4]،
فإنه خرج مخالفاً لقوله عليه السلام: البينة على المدعي واليمين على من أنكر[5].

[مخالفة الظاهر]:

وباعتبار هذا المعنى قلنا: خبر الواحد إذا خرج مخالفاً للظاهر لايعمل به،
ومن صور مخالفة الظاهر عدم اشتهار الخبر في ما يعم به البلوى في الصدر الأول والثاني لأنهم لايتهمون بالتقصير في متابعة السنة،

---

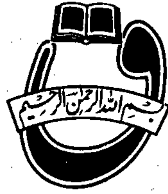
١ مر تخريجه.

٢ سورة البقرة الآية ٢٣٢.

٣ر، ش: ومثال.

٤أخرجه مسلم في الأقضية، باب القضاء باليمين والشاهد، عن ابن عباس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قضى بيمين وشاهد، وأبوداود في الأقضية، باب القضاء باليمين والشاهد، والترمذي في كتاب الأحكام، باب ما جاء في اليمين مع الشاهد، وابن ماجة في كتاب الأحكام باب القضاء بالشاهد واليمين.

٥أخرجه الترمذي في كتاب الأحكام، باب ما جاء في أن البينة على المدعي واليمين على المدعى عليه، وابن ماجه في الأحكام باب البينة على المدعي واليمين على المدعى عليه.



نحمد الله تعالیٰ علی طبع المتن المتین فی اصول الفقه والدین المسمی بالخمسین المشهور بـ

أُصُولُ الشَّاشِیْ

مع

أَحْسَنُ الْحَوَاشِیْ

قال العلامة اللكنوی رحمه الله:

"امّا المختصر فی علم الأصول المعروف باصول الشاشی المتداول فی زماننا.... فذكر صاحب الكشف أن اسمه "الخمسین" وأنه لنظام الدین الشاشی، قیل كان سنّ المصنف لما صنّفه خمسین سنة فسمّاه به."

(الفوائد البهیة، ص ۲۴۴)

الناشر

قدیمی کتب خانہ - مقابل آرام باغ - کراچی

كانوا يستنجون بالاحجار ثم يغسلون بالماء ولو كان مس الذكر حدثا
لكان هذا تنجيسا لا تطهيرا على الاطلاق وكذلك قوله عليه السلام
ايما امرأة نكحت نفسها بغير اذن وليها فنكاحها باطل باطل باطل
خرج مخالفا لقوله تعالى فلا تعضلوهن ان ينكحن ازواجهن فان
الكتاب يوجب تحقيق النكاح منهن ومثال العرض على الخبر المشهور
رواية القضاء بشاهد ويمين فانه خرج مخالفا لقوله عليه السلام
البينة على المدعي واليمين على من انكر وباعتبار هذا المعنى قلنا خبر
الواحد اذا خرج مخالفا للظاهر لا يعمل به ومن صور مخالفة
الظاهر عدم اشتهار الخبر فيما يعم به البلوى في الصدر الاول
والثاني لانهم لا يتهمون بالتقصير في متابعة السنة فاذا
لم يشتهر الخبر مع شدة الحاجة وعموم البلوى كان ذلك علامة
عدم صحته ومثاله في الحكميات اذا اخبر واحد ان امرأته حرمت
عليه بالرضاع الطارئ جاز ان يعتمد على خبره ويتزوج اختها
ولو اخبر ان العقد كان باطلا بحكم الرضاع لا يقبل خبره وكذلك
اذا اخبرت المرأة بموت زوجها او طلاقه اياها وهو غائب

بحث ترك العمل بخبر الواحد اذا خالف الظاهر

اُصُولُ الشّاشی

فی اُصُولُ الفقہ
اردو

اُصولِ فقہ کی مشہور کتاب اُصول الشّاشی کا مستند اردو ترجمہ



تصنیف

حضرت علامہ نظام الدین شاشی

رحمۃ اللہ علیہ



ترجمہ

جناب مولانا محمد مشتاق احمد انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبۃ العلم

اُردو بازار، لاہور

(042) 37211788

فائدہ: علماء نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے راوی یزید بن ربیعہ مجہول ہے، لہٰذا یہ حدیث لائق حجت نہیں اور یحییٰ بن معین سے منقول ہے کہ اس حدیث کو زندیقوں نے وضع کیا ہے۔ بعض کتابوں میں غلطی سے یہ لکھا گیا کہ یہ حدیث بخاری شریف میں موجود ہے، حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔

مصنف اصول شاشی فرماتے ہیں، تحقیق اس کی یہ ہے کہ حضرت علیؓ سے منقول ہوا کہ راویوں کی تین اقسام ہیں۔ مؤمن مخلص جو حضور رسول اللہ ﷺ کے حضور میں رہا اور حضور ﷺ کے کلام پاک کو سمجھا۔

دوم اعرابی کہ اپنے قبیلہ سے آیا اور حضور ﷺ کے بعض کلام پاک کو سنا مگر اس کی حقیقت کو نہ پہنچا پھر اپنے قبیلہ کی طرف لوٹ کر گیا اور اُن الفاظ میں حدیث کو روایت کیا جو حضور ﷺ کی زبانِ مبارک سے نہیں نکلے تھے۔ پس معنی بدل گئے اور وہ صحابیؓ خیال کرتے ہیں کہ معنی نہیں بدلے۔

تیسری قسم وہ منافق ہے جس کا نفاق ظاہر نہیں ہوا، اُس نے بغیر سنے روایت کر دیا اور افتراء باندھا اس سے اور لوگوں نے سنا اور اس کو مؤمن مخلص سمجھا۔ اسی طرح روایت در روایت وہ حدیث لوگوں میں مشہور ہوگئی۔ اس واسطے لازم ہوا کہ حدیث کو کتاب اللہ اور سنتِ مشہورہ پر پیش کیا جائے۔

کتاب اللہ پر پیش کرنے کی مثال یہ حدیث ہے: **من مس ذکرہ فلیتوضاء** جس نے اپنی پیشاب گاہ کو ہاتھ لگایا اس پر وضو کرنا لازم ہوگا۔ جب ہم نے اِس حدیث کو کتاب اللہ پر پیش کیا تو اس آیت کے مخالف نکلا: ﴿**فیہ رجال یحبون ان یتطھروا**﴾ یعنی مسجد قباء میں وہ لوگ ہیں جو پاکیزگی کو پسند کرتے ہیں۔ یہ اہل قباء جن کی تعریف اس آیت شریفہ میں ہے ڈھیلے سے پہلے استنجاء کر کے پھر پانی سے استنجاء کیا کرتے تھے۔ اگر پیشاب گاہ کو ہاتھ لگانا باعث وضو ٹوٹنے کے ہوتا تو اس کام یعنی عمل استنجاء بالحجار کو تنجیس کہا جاتا نہ تطہیر مطلقاً۔

اسی طرح یہ حدیث: ((**ایما امرأة نکحت نفسھا بغیر اذن ولیھا**

فنكاحها باطل باطل باطل. یعنی جس عورت نے بغیر اجازت اپنے ولی کے نکاح پڑھوالیا وہ نکاح باطل اور نا جائز ہے۔ مخالف ہے اس آیت شریفہ کہ: ﴿**فلا تعضلوهن ان ينكحن ازواجهن**﴾ یعنی نہ روکو عورتوں کو کہ وہ اپنے خاوندوں سے اپنا نکاح پڑھوائیں۔ اس آیت شریفہ سے معلوم ہوگیا کہ نکاح کا اختیار عورتوں کو ہے۔

خبر مشہور کے مقابلہ میں خبر آحاد کے آنے کی مثال یہ ہے کہ خبر آحاد میں وارد ہوا ہے کہ اگر مدعی کے پاس ایک گواہ ہو اور دوسرے گواہ کے بدلہ مدعی قسم کھالے تو نصابِ شہادت پورا ہو جائے گا۔ یہ مخالف دوسری مشہور حدیث **البينة على المدعي واليمين على من انكر** یعنی گواہ کا لانا مدعی کے ذمہ ہے اور مدعا علیہ کے ذمہ درصورت مدعی کے پاس گواہ موجود نہ ہونے کے قسم کا کھانا ہے کیونکہ اس صحیح حدیث میں جو بمنزلہ مشہور کے ہے مدعی کی جانب گواہی صرف اور مدعا علیہ کی طرف صرف قسم کھانا قرار دے دیا گیا ہے۔ اسی واسطے علماء حنفیہ حدیثِ آحاد پر اس وقت عمل نہیں کرتے جب کہ وہ ظاہر کے مخالف ہو۔

منجملہ ظاہر حال کے مخالف صورتوں کے نہ مشہور ہونا حدیث کا صدرِ اوّل میں ایسے معاملہ میں بلوے عام ہو یعنی عام حالات میں اس کی ضرورت ہو جیسے نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھنے کی حدیث۔ صدرِ اوّل اور ثانی میں مشہور نہیں ہوئی حالانکہ ہر روز بار بار اس کے پڑھنے کی ضرورت ہوتی تھی اور ان دونوں زمانہ والے اہل اسلام تقصیر عمل میں بدنام نہیں ہیں باوجود ضرورت اور عموم بلوے کے پھر مشہور نہ ہونا دلیل ہے عدم صحت اس حدیث کی۔

حکمیات میں مثال یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص نے خبر دی کہ اس کی عورت بوجہ رضاع طاری کے اس پر حرام ہوگئی۔ یعنی کسی نے یہ خبر دی کہ اس عورت کو اور تجھ کو صغر سنی میں فلاں عورت نے دودھ پلایا ہے۔ پس جائز ہے کہ اس خبر پر بھروسہ کرے اور اس کی بہن سے شادی کرلے اور اگر کسی نے یہ خبر دی کہ رضاع کے سبب عقدِ نکاح ہی اوّل سے باطل تھا یہ خبر مقبول نہیں ہوگی۔

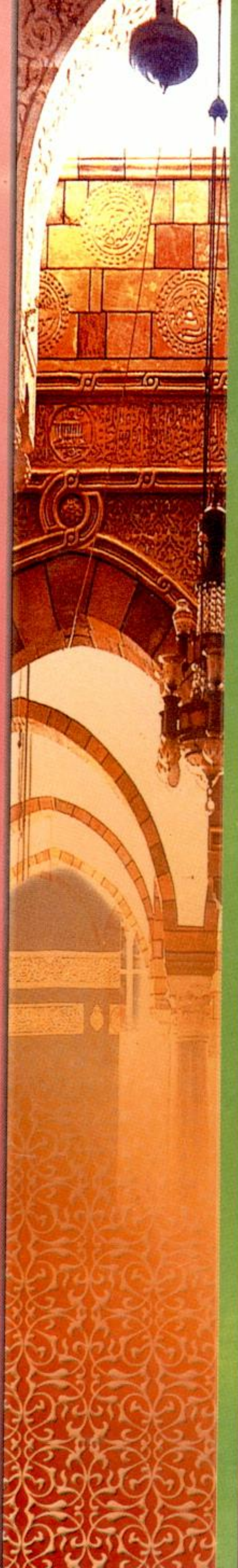
عنوانات، فہرست، تسہیل،
کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ

اجمل الحواشی
علٰی
اصول الشاشی

تالیف
حضرت مولانا جمیل احمد سکروڈھوی
استاذ دار العلوم (وقف) دیوبند

تسہیل و عنوانات
مولانا محمد شفیق صاحب
فاضل جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

دار الاشاعت کراچی



اضافہ عنوانات، فہرست، تسہیل، کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ پہلی بار

احمد الحواشی

علی

اصول الشاشی

تالیف

حضرت مولانا جمیل احمد سکروڈھوی

استاذ دار العلوم (وقف) دیوبند

تسہیل وعنوانات

مولانا محمد شفیق صاحب

فاضل جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

دار الاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ

کراچی پاکستان 2213768

ترجمہ:............اور کتاب اللہ پر پیش کرنے کی نظیر حدیث مس ذکر میں ہے، رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ جس نے اپنا ذکر چھوا وہ وضو کرے پس ہم نے اس کو کتاب اللہ پر پیش کیا تو یہ حدیث باری تعالیٰ کے قول فیہ رجال یحبون ان یتطہروا کے مخالف نکلی اس لئے کہ وہ لوگ ڈھیلے سے استنجاء کرتے تھے پھر پانی سے دھوتے تھے۔ اگر مس ذکر حدث ہوتا تو استنجاء بالماء ناپاک کرنا ہوتا نہ کہ علی الاطلاق پاک کرنا اور اسی طرح حضور ﷺ نے فرمایا ہے جس نے بغیر اذن ولی کے خود نکاح کیا اس کا نکاح باطل ہے باطل ہے یہ حدیث باری تعالیٰ کے قول فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن کے مخالف نکلی اس لئے کہ کتاب اللہ عورتوں سے ثبوت نکاح کو واجب کرتی ہے۔

تشریح:............مصنفؒ فرماتے ہیں کہ خبر واحد کو کتاب اللہ پر پیش کرنے کی نظیر یہ ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے من مس ذکرہ فلیتوضا جو آدمی اپنا ذکر چھولے اس کو وضو کرنا چاہئے۔ ہم نے اس حدیث کو قرآن فیہ رجال یحبون ان یتطہروا پر پیش کیا تو یہ حدیث اس کے مخالف نکلی کیونکہ یہ آیت اہل قباء کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس کا شان نزول یہ ہے کہ اہل قباء استنجاء بالاحجار کے بعد استنجاء بالماء کیا کرتے تھے اس عمل پر باری تعالیٰ نے ان کی تعریف کی ہے اب آپ دیکھئے کہ استنجاء بالماء جو اللہ کے نزدیک امر محمود ہے بغیر مس ذکر کے ممکن نہیں ہے اور حدیث میں مس ذکر کو حدث اور ناقض وضو قرار دیا گیا ہے پس حدیث اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ مس ذکر حدث اور ناقض وضو ہو اور کتاب اللہ کی یہ آیت جس میں استنجاء بالماء کو پسند کیا گیا ہے اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ مس ذکر حدث اور ناقض وضو نہ ہو کیونکہ اگر مس ذکر حدث ہوگا تو استنجاء بالماء جو مس ذکر کے بغیر ممکن نہیں ہے تطہیر نہیں ہوگا حالانکہ استنجاء بالماء کا تطہیر ہونا آیت سے ثابت ہے پس علماء احناف نے حدیث مس ذکر کو آیت کے مخالف ہونے کی وجہ سے ترک کر دیا ہے مصنفؒ نے دوسری نظیر بیان کرتے ہوئے کہا کہ خبر واحد ایما امراۃ نکحت نفسھا بغیر اذن ولیھا فنکاحھا باطل باطل اس پر دلالت کرتی ہے کہ عورتوں کو نکاح کا اختیار نہ ہو اور قرآن کی آیت فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن (عورتوں کو مت روکو کہ وہ اپنا نکاح اپنے سابقہ شوہروں سے کریں) اس پر دلالت کرتی ہے کہ عورتیں نکاح کے مسئلہ میں مختار ہیں اولیاء کی اجازت کی محتاج نہیں ہیں پس مذکورہ حدیث چونکہ آیت کے مخالف ہے اس لئے علماء احناف نے آیت کی وجہ سے حدیث کو ترک کر دیا ہے اور اس بات کے قائل ہو گئے ہیں کہ عورتیں اپنا نکاح خود کر سکتی ہیں اپنے نکاح میں اولیاء کی اجازت کی محتاج نہیں ہیں اگر چہ حضرات شوافع کے نزدیک بغیر اذن ولی کے عورتوں کا نکاح صحیح نہیں ہے۔

خبر واحد کو خبر مشہور پر پیش کرنے کی نظیر

وَمِثَالُ الْعَرْضِ عَلَى الْخَبَرِ الْمَشْهُوْرِ رِوَايَةُ الْقَضَاءِ بِشَاهِدٍ وَيَمِيْنٍ فَإِنَّهٗ خَرَجَ مُخَالِفًا لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ.

ترجمہ:............اور خبر واحد کو خبر مشہور پر پیش کرنے کی نظیر ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ دینے کی روایت ہے کیونکہ آنحضور ﷺ کے ارشاد البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر کے مخالف ہے۔

تشریح:............مصنفؒ کہتے ہیں کہ خبر واحد کو خبر مشہور پر پیش کرنے کی نظیر یہ ہے کہ خبر واحد ابو ہریرہؓ کی یہ حدیث ہے ان النبی

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

مَن یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیرًا یُّفَقِّھہُ فِی الدِّین (بخاری ومسلم)



اجودُ الحواشی

اُردو شرح

اصولُ الشّاشی

اعرابِ عبارت وترجمہ، اصولِ فقہ کے مسائل کا خلاصہ تجزیہ عبارت کے عنوان سے
تشریح عبارت کے تحت ائمہ کرامؒ کے اختلافی مسائل مع ادلّہ، فوائدِ نافعہ واعتراضات وجوابات

تالیف

حضرت مولانا محمد اصغر علی صاحب

استاذ الحدیث

جامعہ اسلامیہ عربیہ

مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ (بخاری ومسلم)

اجود الحواشی

اُردو شرح

اُصُولُ الشَّاشِی

اعرابِ عبارت وترجمہ، اصولِ فقہ کے مسائل کا خلاصہ تجزیہ عبارت کے عنوان سے تشریح عبارت کے تحت ائمہ کرامؒ کے اختلافی مسائل مع ادلّہ، فوائدِ نافعہ واعتراضات وجوابات

تالیف

حضرت مولانا محمد اصغر علی صاحب

استاذ الحدیث

جامعہ اسلامیہ عربیہ

مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

الْخَبَرُ مَعَ شِدَّةِ الْحَاجَةِ وَعُمُومِ الْبَلْوٰی كَانَ ذَالِكَ عَلَامَةُ عَدَمِ صِحَّتِهٖ وَمِثَالُهٗ فِی الْحُكْمِيَّاتِ اِذَا اَخْبَرَ وَاحِدٌ "اَنَّ اِمْرَأَتَهٗ حَرُمَتْ عَلَيْهِ بِالرِّضَاعِ الطَّارِیْ" جَازَ اَنْ يُّعْتَمِدَ عَلٰی خَبَرِهٖ وَيَتَزَوَّجَ اُخْتَهَا وَلَوْ اَخْبَرَ "اَنَّ الْعَقْدَ كَانَ بَاطِلًا بِحُكْمِ الرَّضَاعِ" لَايُقْبَلُ خَبَرُهٗ وَكَذَالِكَ اِذَا اُخْبِرَتِ الْمَرْاَةُ بِمَوْتِ زَوْجِهَا اَوْ طَلَاقِهَا اِيَّاهَا وَهُوَ غَائِبٌ جَازَ اَنْ تَعْتَمِدَ عَلٰی خَبَرِهٖ وَتَتَزَوَّجَ بِغَيْرِهٖ وَلَوِ اشْتَبَهَتْ عَلَيْهِ الْقِبْلَةُ فَاَخْبَرَهٗ وَاحِدٌ عَنْهَا وَجَبَ الْعَمَلُ بِهٖ وَلَوْ وَجَدَ مَاءً لَايَعْلَمُ حَالَهٗ فَاَخْبَرَهٗ وَاحِدٌ عَنِ النَّجَاسَةِ لَايَتَوَضَّأُ بِهٖ بَلْ يَتَيَمَّمُ

ترجمہ: اور خبر واحد کو کتاب اللہ پر پیش کرنے کی مثال مسِ ذکر کی اس حدیث میں ہے جو رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ جس نے اپنے ذکر کو چھوا تو اس کو چاہئے کہ وہ وضو کرے، پس ہم نے اسے کتاب اللہ پر پیش کیا تو یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے فرمان "فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا" کے مخالف نکلی، اس لئے کہ وہ ڈھیلے سے استنجا کیا کرتے تھے پھر وہ پانی سے دھوتے تھے، اگر مسِ ذکر حدث ہوتا تو استنجاء بالماء ناپاک کرنا ہوتا، نہ کہ مطلق طور پر پاک کرنا ہوتا،

اور اسی طرح حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل ہے باطل ہے باطل ہے، تو یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مخالف نکلی: "کہ تم عورتوں کو اس بات سے نہ روکو کہ وہ اپنا نکاح اپنے خاوندوں سے کریں" اس لئے کہ کتاب اللہ ان عورتوں کی طرف سے نکاح کے پائے جانے کو ثابت کرتی ہے،

اور خبر واحد کو خبر مشہور پر پیش کرنے کی مثال ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کرنے کی روایت ہے کیونکہ یہ حضور اقدس ﷺ کے اس فرمان "اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِیْ وَ الْيَمِيْنُ عَلٰی مَنْ اَنْكَرَ" کے مخالف ہے، اور اسی معنی کے اعتبار سے ہم نے کہا ہے کہ خبر واحد جب ظاہر حال کے مخالف ہو تو خبر واحد پر عمل نہیں کیا جائے گا، اور ظاہر حال کے مخالف ہونے کی صورتوں میں سے خبر واحد کا مشہور نہ ہونا ہے اس مسئلہ میں کہ جس میں لوگوں کا ابتلاء عام ہو صحابہؓ اور تابعینؒ کے دور میں کیونکہ یہ حضرات سنت مطہرہ کی پیروی کرنے میں کوتاہی کے ساتھ متہم نہیں ہیں پس جب خبر واحد شدت حاجت اور عموم بلویٰ کے باوجود مشہور نہیں ہوئی تو یہ خبر واحد کے صحیح نہ ہونے کی علامت ہوگی،

اور اس کی مثال احکام شرعیہ میں یہ ہے کہ جب کوئی آدمی کسی کو خبر دے کہ اس پر اس کی بیوی حرام ہوگئی ہے رضاعت طاریہ کی وجہ سے یعنی نکاح پر پیش آنے والی رضاعت کی وجہ سے تو جائز ہے یہ بات کہ خاوند اس آدمی کی خبر پر اعتماد کرے اور بیوی کی بہن سے نکاح کرے، اگر ایک آدمی نے اس کو خبر دی کہ حکم رضاعت کی وجہ سے عقد نکاح باطل تھا تو اس کی خبر کو قبول نہیں کیا جائے گا، اور اسی طرح جب عورت کو خبر دی گئی اس کے خاوند کے مرجانے کی یا خاوند کے اس کو طلاق دینے کی اور خاوند غائب ہو تو جائز ہے کہ عورت اس آدمی کی خبر پر اعتماد کرے اور کسی دوسرے آدمی سے نکاح کرلے،

اور اگر کسی آدمی پر قبلہ مشتبہ ہوگیا اور اس کو ایک آدمی نے قبلے کی خبر دی تو اس پر عمل کرنا واجب ہے، اور اگر کسی نے ایسا پانی پایا کہ جس کا حال معلوم نہیں ہے پھر اس کو کسی نے اس پانی کی نجاست کی خبر دی تو وہ اس پانی سے وضو نہیں کرے گا بلکہ تیمم کرے گا۔

ہے جو حکمتوں سے بھرا ہوا وہ خزانہ ہاتھ میں آ گیا
وہ رفیقِ درس ملا مجھے سبھی ہمسروں پہ جو چھا گیا

محقق و مدلل

نجوم الحواشی

شرح اردو

اُصُولُ الشّاشِی

تالیف

حسین احمد ہردواری مدرس دارالعلوم دیوبند

مکتبہ رحمانیہ

اقرأ سنٹر۔ غزنی سٹریٹ
اردو بازار۔ لاہور

ہے جو حکمتوں سے بھرا ہوا وہ خزانہ ہاتھ میں آگیا
وہ رفیقِ درس ملا مجھے سبھی ہمسروں پہ جو چھا گیا

محقّق و مدلّل

نُجُومُ الحَوَاشِی

شرح اُردو

اُصُولُ الشَّاشِی

حسب ہدایت
فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا سید ارشد صاحب مدنی
استاذ حدیث و ناظم تعلیمات دار العلوم دیوبند

تالیف
حسین احمد ہردواری
مدرس دار العلوم دیوبند

ناشر
مکتبہ رحمانیہ
اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

پیش کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کے قول فیہ رجالٌ یحبون اَنْ یتطھّروا کے مخالف نکلی (مسجد قباء میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جو خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں) اس لئے کہ یہ لوگ (اہل مسجد قباء) ڈھیلوں سے استنجاء کرتے تھے پھر پانی سے دھولیا کرتے تھے، تو اگر مسِّ ذکر حدث ہوتا تو یہ یعنی استنجاء بالماء تنجیس ہوتا (بدن کو نجاستِ حکمیہ سے ملوث کرنا) نہ کہ مطلقاً تطہیر اور اسی طرح (حدیث سابق کی طرح) نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول اَیُّما امرأۃٍ نکحتْ نفسَھا الخ (جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح از خود کرلے تو اس کا نکاح باطل ہے باطل ہے باطل ہے) اللہ تعالیٰ کے قول فَلَا تَعْضُلُوْھُنَّ اَنْ یَّنْکِحْنَ اَزْوَاجَھُنَّ (اولیاء کو خطاب ہے کہ تم ان عورتوں کو اس بات سے نہ روکو کہ وہ اپنے شوہروں سے نکاح کرلیں) کے مخالف نکلا، اس لئے کہ کتاب اللہ عورتوں کی جانب سے ثبوتِ نکاح کو ثابت کررہا ہے۔

تشریح: خبرِ واحد کو کتاب اللہ پر پیش کرنے کی مثال یہ ہے کہ خبر واحد مَنْ مَسَّ ذَکَرَہٗ فَلْیَتَوَضَّأْ سے عضوِ تناسل کو چھونے کے بعد وضو کرنا ثابت ہورہا ہے، گویا حدیث سے یہ بات مفہوم ہورہی ہے کہ ذکر کو چھونا (باطنِ کف سے) حدث یعنی ناقضِ وضوء ہے، کیونکہ اگر مسِّ ذکر کو حدث یعنی ناقضِ وضو نہ مانا جائے تو پھر وضو کا حکم بلا فائدہ ہے، لہٰذا یہ حدیث قرآن کی اس آیت کے مخالف ہے فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَھَّرُوْا وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّھِّرِیْنَ (فیہ ای فی مسجد قبا اور قبا مدینہ کے قریب ایک گاؤں کا نام ہے) اس آیت کے اندر اللہ تعالیٰ نے مسجدِ قبا والوں کی تعریف بیان کی ہے اور تعریف کی وجہ یہ ہے کہ یہ حضرات خوب پاک صاف رہنے کو پسند کرتے ہیں یعنی یہ حضرات ڈھیلا استعمال کرنے کے بعد پانی سے استنجاء کیا کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ پانی سے استنجاء کرتے وقت مسِّ ذکر ضرور ہوگا تو اگر مسِّ ذکر حدث ہوتا تو پانی سے استنجاء کرنا جو مسِّ ذکر کو لازم ہے مطلق تطہیر اور پاکی نہ ہوتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ اس پر اہل قبا کی تعریف کرتے بلکہ استنجاء بالماء کا عمل جس میں مسِّ ذکر ضروری ہے بدن کو نجاستِ حکمیہ سے ملوث کرنا ہوتا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس عمل کو مطلق تطہیر فرمایا ہے، لہٰذا مسِّ ذکر والی حدیث قرآن کے مخالف ہے اس لئے احناف نے اس کو ترک کردیا ہے جبکہ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک مسِّ ذکر ناقضِ وضو ہے بشرطیکہ باطن کف سے ہو یعنی بلا حائل کے ہو اور امام احمدؒ کے نزدیک بہر صورت مسِّ ذکر ناقضِ وضو ہے نیز امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ مسِّ ذکر والی حدیث کتاب اللہ کے مخالف ہونے کے ساتھ ساتھ دوسری ایک حدیث کے بھی مخالف ہے جو حضرت طلقؓ بن علیؓ سے مروی ہے اور وہ یہ ہے عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قال ھَلْ ھو الا مُضغۃٌ منہ أو بِضعۃٌ منہ یعنی ذکر بدن کا ایک حصہ ہی تو ہے تو اس کو چھونے میں وضو ٹوٹنے کی کون سی بات ہے نیز مسِّ ذکر والی حدیث کی یہ تاویل بھی کی جاتی ہے کہ مسِّ ذکر کرنے سے کچھ نجاست نکلنے سے کنایہ ہے یا مسِّ ذکر سے مراد مسُّ الذکر بفرجِ المرأۃ ہے یعنی وطی کرنا، یا مراد مسُّ الذکر عند الاستنجاء ہے، لہٰذا اب نقضِ وضوء استنجاء یعنی خروجِ نجاست من احد السبیلین سے ہوا نہ کہ محض مسِّ ذکر سے یا پھر حدیث میں وضو سے وضو لغوی مراد ہے یعنی ہاتھ دھونا، دوسری مثال خبرِ واحد کو کتاب اللہ پر پیش کرنے کی یہ ہے کہ خبر واحد اَیُّما امرأۃٍ نَکَحَتْ نَفْسَھا بغیرِ إذْنِ وَلِیِّھا فنکاحُھا باطِلٌ باطِلٌ باطِلٌ سے یہ بات ثابت ہورہی ہے کہ عورت اپنا نکاح از خود بغیر ولی کی مرضی کے نہیں

صفوة الحواشي

شرح

اصول الشاشي

تالیف

حضرت مولانا عبد الغفار صاحب

استاذ الحدیث

جامعة العلوم الاسلامية الفريدية ای سیون اسلام آباد

ناشر: مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین

صفوۃ الحواشی

شرح

اصول الشاشی

تالیف

حضرت مولانا عبد الغفار صاحب

استاذ الحدیث

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ الفریدیۃ

ای سیون ـــــ اسلام آباد

ناشر: مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد

فون: 14-2654813 - 2653178 -051

مس الذكر حدثالكان هذا تنجيسا لا تطهيراً على الاطلاق و كذا لك قو له عليه السلام ايما امرأة نكحت نفسها بغير اذن وليها فنكاحها باطل باطل باطل فخرج مخالفا لقو له تعالىٰ فلا تعضلو هن ان ينكحن ازواجهن فان الكتاب يو جب تحقيق النكاح منهن ۔

ترجمہ:- اور (خبر واحد کو) کتاب اللہ پر پیش کرنے کی مثال مس ذکر کی اس حدیث میں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جس نے اپنے ذکر کو چھوا تو اس کو چاہیے کہ وہ وضو کرے پس ہم نے اس کو کتاب اللہ پر پیش کیا تو یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مخالف ہو کر نکلی (ترجمہ) اس مسجد میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں، اس لئے کہ وہ لوگ پتھروں سے استنجا کیا کرتے تھے پھر وہ پانی سے (اپنی شرمگاہ کو) دھوتے تھے اگر مس ذکر حدث ہوتا تو پانی کے ساتھ استنجا کرنا ناپاک کرنا ہوتا نہ کہ کامل طور پر پاک کرنا ہوتا اور اسی طرح پیغمبر علیہ السلام کا فرمان ہے (ترجمہ) جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل ہے باطل ہے باطل ہے یہ خبر واحد اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مخالف ہو کر نکلی (ترجمہ) تم ان عورتوں کو نہ روکو اس بات سے کہ وہ اپنا نکاح اپنے خاوندوں سے کریں اس لئے کہ کتاب اللہ ان عورتوں کی طرف سے نکاح کے پائے جانے کو ثابت کرتی ہے۔

تشریح:- مصنف رحمہ اللہ نے اس عبارت میں خبر واحد کو کتاب اللہ پر پیش کرنے کی مثال بیان فرمائی ہے۔

حضرت بسرۃ بنت صفوان رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من مس ذکرہ فلیتو ضأ جس نے اپنے ذکر کو ہاتھ لگایا تو اس کو چاہیے کہ وہ وضو کرے اس حدیث کو امام شافعی رحمہ اللہ نے اختیار کیا اور فرمایا کہ جس باوضو آدمی نے بلا حائل کے اپنے ذکر کو ہاتھ لگایا تو اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ تازہ وضو کرے۔

لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مس ذکر ناقض وضو نہیں ہے اس لئے کہ یہ حدیث خبر واحد ہے اس کو ہم نے کتاب اللہ پر پیش کیا تو یہ کتاب اللہ کے مخالف ہو کر نکلی کتاب اللہ میں اللہ تعالیٰ نے قبا میں رہنے والے صحابہ کے بارے میں ارشاد فرمایا فیہ رجال یحبون ان یتطھروا جب یہ آیت اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

أصول الشاشي

نظام الدين أبي علي أحمد بن محمد بن إسحاق الشاشي
المتوفى سنة ٣٤٤هـ

وبهامشه

عمدة الحواشي

شرح أصول الشاشي

للمولى محمد فيض الحسن الكنكوهي

ضبطه وصححه
عبد الله محمد الخليلي

تنبيه:
وضعنا «أصول الشاشي» في أعلى الصفحات، ووضعنا شرحه «عمدة الحواشي» في أسفل الصفحات على شكل حواشٍ، وفصلنا بينهما بخط

منشورات
محمد علي بيضون
لنشر كتب السنة والجماعة
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

ذكره فليتوضّأ). فعرضناه على الكتاب فخرج مخالفاً لقوله تعالى ﴿فِيهِ[1] رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُواْ﴾ فإنهم كانوا يستنجون بالأحجار، ثم يغسلون بالماء.

ولو كان مسّ الذكر حدثاً لكان هذا تنجيساً[2] لا تطهيراً[3] على الإطلاق.

وكذلك قوله عليه السلام: أيما امرأة نكحت نفسها بغير إذن وليّها فنكاحها باطل باطل باطل، خرج مخالفاً لقوله تعالى ﴿فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَن يَنكِحْنَ أَزْوَٰجَهُنَّ[4]﴾ فإنّ الكتاب يوجب[5] تحقيق النكاح منهنّ.

ومثال العرض على الخبر المشهور: رواية القضاء بشاهد[6] ويمين.

فإنه خرج مخالفاً لقوله عليه السلام: البينة، على المدعي واليمين على من أنكر.

= والحديث يقتضي أن يكون مس الذكر حدثاً يوجب الوضوء، لأنه أمر بالتوضي بعد مس الذكر. فلو لم يكن حدثاً لا يوجب الوضوء لعدم الفائدة، لأن فعل النبي عليه السلام وكذا حكمه لا يخلو عن الحكمة، فإذا تعارضا أي الكتاب والحديث فلا يترك العمل بالكتاب بالحديث الذي هو أدنى من الكتاب باعتبار العمل لا باعتبار ذاته فافهم.

(١) قوله (فيه) أي في مسجد قُباء بالضم (والمد) قرية من قرى المدينة، روي أنه عليه الصلوة والسلام مشى حين نزلت هذه الآية ومشى معه المهاجرون حتى وقفوا على باب المسجد فإذا الأنصار جلوس، فقال: «يا معشر الأنصار إن الله تعالى قد أثنى لكم فما الذي تصنعونه عند الوضوء وعند الغائط؟ فقالوا: يا رسول الله نُتْبع الغائط الأحجار الثلاثة، ثم نتبع الأحجار الماء» فتلا النبي عليه السلام ﴿فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُواْ﴾» الآية.

(٢) قوله (تنجيساً للبدن) بالنجاسة الحكمية، وهي أقوى من الحقيقية.

(٣) قوله (لا تطهيراً) وقد سمى الله تعالى ذلك تطهيراً على الإطلاق ومدحهم بذلك، ولو كان حدثاً لما استحقوا المدح، إذ الإنسان لا يستحق المدح بالتطهير في حالة الحدث فافهم.

(٤) قوله (فلا تعضلوهنّ) العضل: المنع والضيق، والخطاب الأولياء، أي لا تمنعوهن وكانوا يعضلوهن بعد انقضاء العدة ظلماً.

(٥) قوله (يوجب تحقيق النكاح) الخ... أي ثبوته وذلك ينافي بطلانه كما هو صريح الحديث. ولقائل أن يقول: تحقق الشيء ووجوده لا يستلزم صحته، ألا ترى إن الشيء يوجد بركنه ومحله بتمامه، ومع ذلك توقف صحته على شرط من الشرائط. كالصلوة توجد بشرائطها وأركانها، ومع ذلك توقف صحتها على ستر العورة والنية وغيرها.
وأجاب عنه الشارح رحمه الله في فصل الخاص: بأنه لما أخبر الشارع بوجود النكاح منها كان الموجود ما يكون نكاحاً عنده، ولا نعني بصحته شرعاً سوى ما يكون نكاحاً عند الشارع وهو مطلق عن قيد إذن الوليّ.

(٦) قوله (بشاهد ويمين) صورته: رجل ادعى مالاً مثلاً على غيره، ولا يكون له شاهد إلا واحد، فقضى القاضي بشاهد ويمين المدعي عملاً بخبر واحد. فهذا لا يجوز: لأنه مخالف للخبر المشهور وهو قوله عليه السلام (البينة على المدعي واليمين على من أنكر).

أُصُولُ الشَّاشِي

للإمام نظام الدين الشاشي

طبعة جديدة ملونة مصححة
بإضافة عناوين البحوث في رؤوس الصفحات

على أساس حاشية
الشيخ الحافظ محمد بركت الله اللكنوي المسمّٰى به

"أحسن الحواشي"

بإضافة نبذة من التعليقات الأخرى مع تخريج الأحاديث

مكتبة البشرى كراتشي باكستان

وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى ٱلرَّسُولِ وَإِلَىٰٓ أُوْلِى ٱلْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ ٱلَّذِينَ يَسْتَنۢبِطُونَهُۥ مِنْهُمْ ۗ (النساء: ٨٣)

أصول الشاشي

للإمام نظام الدين الشاشي

المتوفى سنة ٣٢٥

على أساس حاشية الشيخ الحافظ محمد بركت الله اللكنوي
المسمى به

"أحسن الحواشي"

بإضافة نبذة من التعليقات الأخرى مع تخريج الأحاديث

مكتبة البشرى
كراتشي باكستان

وكذلك قوله عليه السلام: "أيما امرأة نكحَتْ نفسها بغير إذن وليِّها فنكاحُها باطلٌ باطلٌ
أي مثل الحديث السابق
باطلٌ"* خَرَجَ مخالفاً لقوله تعالى: ﴿فَلا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾، فإنّ الكتابَ
هذا الحديث
يوجبُ تحقيقَ النكاح منهنّ.
بلا إذن

ومثالُ العـــرض على الخبر المشهور: روايةُ القضَاء بشاهدٍ ويمين**، فإنه خرَجَ مخالفاً
عرض خبر الواحد
لقوله عليه السلام: "البينة على المدعى واليمينُ على من أنكر"***

فَلا تَعْضُلُوهُنَّ: العضل: المنع والضيق، والخطاب للأولياء أي لا تمنعوهن وكانوا يعضلوهن بعد انقضاء العدة ظلماً. يوجبُ تحقيقَ إلخ: أي ثبوته، وذلك ينافي بطلانه كما هو صريح الحديث. بشاهد ويمين: صورته: رجل ادعى مالاً مثلاً على غيره ولا يكون له شاهد إلا واحد، فقضى القاضي بشاهد ويمين المدَّعي عملاً بخبر الواحد فهذا لا يجوز؛ لأنه مخالف للخبر المشهور، وهو قوله عليه السلام: "البينة على المدعي واليمين على من أنكر" كذا في "الفصول". على من أنكر: أي على المدعى عليه وهو خبر مشهور، وبيان المخالفة عن وجهين: أحدهما: أن النبي ﷺ قسم بينهما، والقسمة تقطع الشركة، فلا يكون اليمين حظ المدعي البتة كما لا يكون البينة حظاً للمنكر، والثاني: أن النبي ﷺ ذكر البينة واليمين محلى بلام الجنس فيقتضي أن يكون جنس، البينات مشروعة في جانب المدعي، وجنس الأيمان مشروعة في جانب المنكر، ومن ضرورته أن لا يكون اليمين مشروعاً في جانب المدعي، فترك هذا بالخبر كذا في "المعدن".

* أخرجه الترمذي في "جامعه" في باب ما جاء لا نكاح إلا بولي، وقال الترمذي: هذا حديث حسن، رقم: ١١٠٢، وابن ماجه في باب لا نكاح إلا بولي، رقم: ١٨٧٩، وأبوداود في باب في الولي، رقم: ٢٠٨٣، والدارمي في باب النهي عن النكاح بغير ولي، والحاكم ١٦٨/٢، وأحمد ٦٦/٦ عن عائشة رضي الله عنها.

** أخرجه مسلم في باب القضاء باليمين والشاهد، رقم: ١٧١٢، وهو ما روي عن ابن عباس رضي الله عنهما "أن رسول الله ﷺ قضى بيمين وشاهد"، وأبوداود في باب القضاء باليمين والشاهد، رقم: ٣٦٠٨، عن ابن عباس رضي الله عنهما والترمذي في باب ما جاء في اليمين مع الشاهد بيمين وشاهد رقم: ١٣٤٣، عن أبي هريرة رضي الله عنه بلفظ: "قضى رسول الله ﷺ باليمين مع الشاهد الواحد"، وابن ماجه في باب القضاء بالشاهد واليمين رقم: ٢٣٧٠، عن ابن عباس رضي الله عنهما.

*** أخرجه الترمذي في باب ما جاء أن البينة على المدعي واليمين على المدعي عليه، رقم: ١٣٤١، عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده بلفظ: "البينة على المدعي واليمين على المدعى عليه".

أصول الشاشي

(مختصر في أصول الفقه الإسلامي)

تأليف

الإمام الفقيه نظام الدين الشاشي

(من رجال القرن السابع الهجري)

مع مقدمة

لفضيلة الشيخ العلامة الفقيه يوسف القرضاوي

حققه وراجع نصوصه وعلق عليه

الأستاذ محمد أكرم الندوي



دار الغرب الإسلامي

(مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيرًا يُفقِّهْهُ فِي الدِّين)

أُصُولُ الشَّاشِي

(مختصر في أصول الفقه الإسلامي)

تأليف

الإمام الفقيه نظام الدّين الشاشي

(من رجال القرن السّابع الهجري)

مَع مُقدّمَة

لفضيلة الشيخ العلّامة الفقيه يوسف القرضاوي

حقّقهُ وَراجَع نصُوصَهُ وعلّق عليه

الأُستاذ محمّد أكرم النّدوي



فنكاحها باطل باطل باطل[1]، خرج مخالفاً لقوله تعالى: فلا تعضلوهن أن ينكحن أزواجهن[2]،
فإن الكتاب يوجب تحقيق النكاح منهن.

مثال[3] العرض على الخبر المشهور:

رواية القضاء بشاهد ويمين[4]،

فإنه خرج مخالفاً لقوله عليه السلام: البينة على المدعي واليمين على من أنكر[5].

[مخالفة الظاهر]:

وباعتبار هذا المعنى قلنا: خبر الواحد إذا خرج مخالفاً للظاهر لايعمل به،

ومن صور مخالفة الظاهر عدم اشتهار الخبر في ما يعم به البلوى في الصدر الأول والثاني لأنهم لايتهمون بالتقصير في متابعة السنة،

---

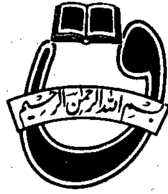
١ مر تخريجه.

٢ سورة البقرة الآية ٢٣٢.

٣ر، ش: ومثال.

٤أخرجه مسلم في الأقضية، باب القضاء باليمين والشاهد، عن ابن عباس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قضى بيمين وشاهد، وأبوداود في الأقضية، باب القضاء باليمين والشاهد، والترمذي في كتاب الأحكام، باب ما جاء في اليمين مع الشاهد، وابن ماجة في كتاب الأحكام باب القضاء بالشاهد واليمين.

٥أخرجه الترمذي في كتاب الأحكام، باب ما جاء في أن البينة على المدعي واليمين على المدعى عليه، وابن ماجه في الأحكام باب البينة على المدعي واليمين على المدعى عليه.



نحمد الله تعالیٰ علیٰ طبع المتن المتین فی اصول الفقه والدین المسمیٰ بالخمسین المشهور بـ

أُصُولُ الشَّاشِیْ

مع

أَحْسَنُ الحَوَاشِیْ

قال العلامة اللكنوی :

"أمّا المختصر فی علم الأصول المعروف باصول الشاشی المتداول فی زماننا.... فذكر صاحب الكشف أن اسمه "الخمسين" وأنه لنظام الدين الشاشی، قيل كان سنّ المصنف لما صنّفه خمسين سنة فسمّاه به".

(الفوائد البهية ،ص ۲۴۴)

الناشر

قدیمی کتب خانہ ۔ مقابل آرام باغ ۔ کراچی

كانوا يستنجون بالاحجار ثم يغسلون بالماء ولو كان مس الذكر حدثا
لكان هذا تنجيسا او تطهيرا على الاطلاق وكذلك قوله عليه السلام
ايما امرأة نكحت نفسها بغير اذن وليها فنكاحها باطل باطل باطل
خرج مخالفا لقوله تعالى فلا تعضلوهن ان ينكحن ازواجهن فان
الكتاب يوجب تحقيق النكاح منهن ومثال العرض على الخبر المشهور
رواية القضاء بشاهد ويمين فانه خرج مخالفا لقوله عليه السلام
البينة على المدعى واليمين على من انكر وباعتبار هذا المعنى قلنا خبر
الواحد اذا خرج مخالفا للظاهر لا يعمل به ومن صور مخالفة
الظاهر عدم اشتهار الخبر فيما يعم به البلوى فى الصدر الاول
والثانى لانهم لا يتهمون بالتقصير فى متابعة السنة فاذا
لم يشتهر الخبر مع شدة الحاجة وعموم البلوى كان ذلك علامة
عدم صحته ومثاله فى الحكميات اذا اخبر واحد ان امرأته حرمت
عليه بالرضاع الطارئ جاز ان يعتمد على خبره ويتزوج اختها
ولو اخبر ان العقد كان باطلا بحكم الرضاع لا يقبل خبره وكذلك
اذا اخبرت المرأة بموت زوجها او طلاقه اياها وهو غائب

بحث ترك العمل بخبر الواحد اذا خالف الظاهر

اُصُولُ الشّاشی رحمہ اللہ

فی اُصُولِ الفِقہ

اردو

اُصولِ فقہ کی مشہور کتاب اُصول الشاشی کا مستند اردو ترجمہ



تصنیف

حضرت علامہ نظام الدین شاشی

رحمۃ اللہ علیہ



ترجمہ

جناب مولانا محمد مُشتاق احمد انبیٹھوی رحمہ اللہ

مکتبۃ العلم
اردو بازار، لاہور
(042) 37211788

فنکاحها باطل باطل باطل. یعنی جس عورت نے بغیر اجازت اپنے ولی کے نکاح پڑھوالیا وہ نکاح باطل اور نا جائز ہے۔ مخالف ہے اس آیت شریفہ کہ: ﴿**فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن**﴾ یعنی نہ روکو عورتوں کو کہ وہ اپنے خاوندوں سے اپنا نکاح پڑھوائیں۔ اس آیت شریفہ سے معلوم ہوگیا کہ نکاح کا اختیار عورتوں کو ہے۔

خبر مشہور کے مقابلہ میں خبر آحاد کے آنے کی مثال یہ ہے کہ خبر آحاد میں وارد ہوا ہے کہ اگر مدعی کے پاس ایک گواہ ہو اور دوسرے گواہ کے بدلہ مدعی قسم کھالے تو نصاب شہادت پورا ہو جائے گا۔ یہ مخالف دوسری مشہور حدیث **البینة علی المدعی والیمین علی من انکر** یعنی گواہ کا لانا مدعی کے ذمہ ہے اور مدعا علیہ کے ذمہ درصورت مدعی کے پاس گواہ موجود نہ ہونے کے قسم کا کھانا ہے کیونکہ اس صحیح حدیث میں جو بمنزلہ مشہور کے ہے مدعی کی جانب گواہی صرف اور مدعا علیہ کی طرف صرف قسم کھانا قرار دے دیا گیا ہے۔ اسی واسطے علماء حنفیہ حدیثِ آحاد پر اس وقت عمل نہیں کرتے جب کہ وہ ظاہر کے مخالف ہو۔

منجملہ ظاہر حال کے مخالف صورتوں کے نہ مشہور ہونا حدیث کا صدر اوّل میں ایسے معاملہ میں بلوے عام ہو یعنی عام حالات میں اس کی ضرورت ہو جیسے نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھنے کی حدیث۔ صدرِ اوّل اور ثانی میں مشہور نہیں ہوئی حالانکہ ہر روز بار بار اس کے پڑھنے کی ضرورت ہوتی تھی اور ان دونوں زمانہ والے اہل اسلام تقصیر عمل میں بدنام نہیں ہیں باوجود ضرورت اور عموم بلوے کے پھر مشہور نہ ہونا دلیل ہے عدم صحت اس حدیث کی۔

حکمیات میں مثال یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص نے خبر دی کہ اس کی عورت بوجہ رضاع طاری کے اس پر حرام ہوگئی۔ یعنی کسی نے یہ خبر دی کہ اس عورت کو اور تجھ کو صغر سنی میں فلاں عورت نے دودھ پلایا ہے۔ پس جائز ہے کہ اس خبر پر بھروسہ کرے اور اس کی بہن سے شادی کرلے اور اگر کسی نے یہ خبر دی کہ رضاع کے سبب عقدِ نکاح ہی اوّل سے باطل تھا یہ خبر مقبول نہیں ہوگی۔

عنوانات، فہرست، تسہیل،
کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ

اجمل الحواشی
علٰی
اصول الشاشی

تالیف
حضرت مولانا جمیل احمد سکروڈھوی
استاذ دار العلوم (وقف) دیوبند

تسہیل و عنوانات
مولانا محمد شفیق صاحب
فاضل جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

دار الاشاعت کراچی

اضافہ عنوانات، فہرست، تسہیل، کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ پہلی بار

احسن الحواشی

علیٰ

اصول الشاشی

تالیف

حضرت مولانا جمیل احمد سکروڈھوی

استاذ دارالعلوم (وقف) دیوبند

تسہیل وعنوانات

مولانا محمد شفیق صاحب

فاضل جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

دارالاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ

کراچی پاکستان 2213768

ترجمہ:.........اور کتاب اللہ پر پیش کرنے کی نظیر حدیث مس ذکر میں ہے، رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ جس نے اپنا ذکر چھوا وہ وضو کرے پس ہم نے اس کو کتاب اللہ پر پیش کیا تو یہ حدیث باری تعالیٰ کے قول فیہ رجال یحبون ان یتطھروا کے مخالف نکلی اس لئے کہ وہ لوگ ڈھیلے سے استنجاء کرتے تھے پھر پانی سے دھوتے تھے۔ اگر مس ذکر حدث ہوتا تو استنجاء بالماء ناپاک کرنا ہوتا نہ کہ علی الاطلاق پاک کرنا اور اسی طرح حضور ﷺ نے فرمایا ہے جس نے بغیر اذن ولی کے خود نکاح کیا اس کا نکاح باطل ہے باطل ہے یہ حدیث باری تعالیٰ کے قول فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن کے مخالف نکلی اس لئے کہ کتاب اللہ عورتوں سے ثبوت نکاح کو واجب کرتی ہے۔

تشریح:.........مصنف فرماتے ہیں کہ خبر واحد کو کتاب اللہ پر پیش کرنے کی نظیر یہ ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے من مس ذکرہ فلیتوضا جو آدمی اپنا ذکر چھولے اس کو وضو کرنا چاہئے۔ ہم نے اس حدیث کو قرآن فیہ رجال یحبون ان یتطھروا پر پیش کیا تو یہ حدیث اس کے مخالف نکلی کیونکہ یہ آیت اہل قباء کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس کا شان نزول یہ ہے کہ اہل قباء استنجاء بالاحجار کے بعد استنجاء بالماء کیا کرتے تھے اس عمل پر باری تعالیٰ نے ان کی تعریف کی ہے اب آپ دیکھئے کہ استنجاء بالماء جو اللہ کے نزدیک امر محمود ہے بغیر مس ذکر کے ممکن نہیں ہے اور حدیث میں مس ذکر کو حدث اور ناقض وضو قرار دیا گیا ہے پس حدیث اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ مس ذکر حدث اور ناقض وضو ہو اور کتاب اللہ کی یہ آیت جس میں استنجاء بالماء کو پسند کیا گیا ہے اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ مس ذکر حدث اور ناقض وضو نہ ہو کیونکہ اگر مس ذکر حدث ہوگا تو استنجاء بالماء جو مس ذکر کے بغیر ممکن نہیں ہے تطہیر نہیں ہوگا حالانکہ استنجاء بالماء کا تطہیر ہونا آیت سے ثابت ہے پس علماء احناف نے حدیث مس ذکر کو آیت کے مخالف ہونے کی وجہ سے ترک کردیا ہے مصنف نے دوسری نظیر بیان کرتے ہوئے کہا کہ خبر واحد ایما امرأۃ نکحت نفسھا بغیر اذن ولیھا فنکاحھا باطل باطل باطل اس پر دلالت کرتی ہے کہ عورتوں کو نکاح کا اختیار نہ ہو اور قرآن کی آیت فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن (عورتوں کو مت روکو کہ وہ اپنا نکاح اپنے سابقہ شوہروں سے کریں) اس پر دلالت کرتی ہے کہ عورتیں نکاح کے مسئلہ میں مختار ہیں اولیاء کی اجازت کی محتاج نہیں ہیں پس مذکورہ حدیث چونکہ آیت کے مخالف ہے اس لئے علماء احناف نے آیت کی وجہ سے حدیث کو ترک کردیا ہے اور اس بات کے قائل ہوگئے ہیں کہ عورتیں اپنا نکاح خود کرسکتی ہیں اپنے نکاح میں اولیاء کی اجازت کی محتاج نہیں ہیں اگرچہ حضرات شوافع کے نزدیک بغیر اذن ولی کے عورتوں کا نکاح صحیح نہیں ہے۔

خبر واحد کو خبر مشہور پر پیش کرنے کی نظیر

وَمِثَالُ الْعَرْضِ عَلَى الْخَبَرِ الْمَشْهُوْرِ رِوَايَةُ الْقَضَاءِ بِشَاهِدٍ وَيَمِيْنٍ فَإِنَّهُ خَرَجَ مُخَالِفًا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ.

ترجمہ:.........اور خبر واحد کو خبر مشہور پر پیش کرنے کی نظیر ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ دینے کی روایت ہے کیونکہ آنحضور ﷺ کے ارشاد البینة علی المدعی والیمین علی من انکر کے مخالف ہے۔

تشریح:.........مصنف کہتے ہیں کہ خبر واحد کو خبر مشہور پر پیش کرنے کی نظیر یہ ہے کہ خبر واحد ابو ہریرہؓ کی یہ حدیث ہے ان النبی

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

مَن یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیرًا یُّفَقِّھہُ فِی الدِّین (بخاری و مسلم)



اجودُ الحواشی

اُردو شرح

اصولُ الشّاشی

اعرابِ عبارت و ترجمہ، اصولِ فقہ کے مسائل کا خلاصہ تجزیہ عبارت کے عنوان سے تشریح عبارت کے تحت ائمہ کرامؒ کے اختلافی مسائل مع ادلہ، فوائدِ نافعہ واعتراضات وجوابات

تالیف

حضرت مولانا محمد اصغر علی صاحب

استاذ الحدیث

جامعہ اسلامیہ عربیہ

مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْهُ فِی الدِّیْن (بخاری ومسلم)

اجود الحواشی

اردو شرح

اصول الشاشی

اعرابِ عبارت وترجمہ، اصولِ فقہ کے مسائل کا خلاصہ تجزیہ عبارت کے عنوان سے تشریح عبارت کے تحت ائمہ کرامؒ کے اختلافی مسائل مع ادلہ، فوائدِ نافعہ واعتراضات وجوابات

تالیف

حضرت مولانا محمد اصغر علی صاحب

استاذ الحدیث

جامعہ اسلامیہ عربیہ

مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

الْخَبَرُ مَعَ شِدَّةِ الْحَاجَةِ وَعُمُوْمِ الْبَلْوٰى كَانَ ذَالِكَ عَلَامَةُ عَدَمِ صِحَّتِهٖ وَمِثَالُهٗ فِى الْحُكْمِيَّاتِ إذَا أَخْبَرَ وَاحِدٌ "أَنَّ اِمْرَأَتَهٗ حَرُمَتْ عَلَيْهِ بِالرِّضَاعِ الطَّارِئِ" جَازَ أَنْ يَّعْتَمِدَ عَلٰى خَبَرِهٖ وَيَتَزَوَّجَ أُخْتَهَا وَلَوْ أَخْبَرَ "أَنَّ الْعَقْدَ كَانَ بَاطِلًا بِحُكْمِ الرَّضَاعِ" لَايُقْبَلُ خَبَرُهٗ وَكَذَالِكَ إِذَا أُخْبِرَتِ الْمَرْأَةُ بِمَوْتِ زَوْجِهَا أَوْ طَلَاقِهَا إِيَّاهَا وَهُوَ غَائِبٌ جَازَ أَنْ تَعْتَمِدَ عَلٰى خَبَرِهٖ وَتَتَزَوَّجَ بِغَيْرِهٖ وَلَوِ اشْتَبَهَتْ عَلَيْهِ الْقِبْلَةُ فَأَخْبَرَهٗ وَاحِدٌ عَنْهَا وَجَبَ الْعَمَلُ بِهٖ وَلَوْ وَجَدَ مَاءً لَايَعْلَمُ حَالَهٗ فَأَخْبَرَهٗ وَاحِدٌ عَنِ النَّجَاسَةِ لَايَتَوَضَّأُ بِهٖ بَلْ يَتَيَمَّمُ

ترجمہ: اور خبر واحد کو کتاب اللہ پر پیش کرنے کی مثال مس ذکر کی اس حدیث میں ہے جو رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ جس نے اپنے ذکر کو چھوا تو اس کو چاہئے کہ وہ وضو کرے، پس ہم نے اسے کتاب اللہ پر پیش کیا تو یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے فرمان "فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا" کے مخالف نکلی، اس لئے کہ وہ ڈھیلے سے استنجا کیا کرتے تھے پھر وہ پانی سے دھوتے تھے، اگر مس ذکر حدث ہوتا تو استنجاء بالماء ناپاک کرنا ہوتا، نہ کہ مطلق طور پر پاک کرنا ہوتا،

اور اسی طرح حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل ہے باطل ہے باطل ہے، تو یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مخالف نکلی "کہ تم عورتوں کو اس بات سے نہ روکو کہ وہ اپنا نکاح اپنے خاوندوں سے کریں" اس لئے کہ کتاب اللہ ان عورتوں کی طرف سے نکاح کے پائے جانے کو ثابت کرتی ہے،

اور خبر واحد کو خبر مشہور پر پیش کرنے کی مثال ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کرنے کی روایت ہے کیونکہ یہ حضور اقدس ﷺ کے اس فرمان "اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَ الْيَمِيْنُ عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ" کے مخالف ہے اور اسی معنی کے اعتبار سے ہم نے کہا ہے کہ خبر واحد جب ظاہر حال کے مخالف ہو تو خبر واحد پر عمل نہیں کیا جائے گا، اور ظاہر حال کے مخالف ہونے کی صورتوں میں سے خبر واحد کا مشہور نہ ہونا ہے اس مسئلہ میں کہ جس میں لوگوں کا ابتلاء عام ہو صحابہؓ اور تابعینؒ کے دور میں کیونکہ یہ حضرات سنت مطہرہ کی پیروی کرنے میں کوتاہی کے ساتھ متہم نہیں ہیں پس جب خبر واحد شدت حاجت اور عموم بلویٰ کے باوجود مشہور نہیں ہوئی تو یہ خبر واحد کے صحیح نہ ہونے کی علامت ہوگی،

اور اس کی مثال احکام شرعیہ میں یہ ہے کہ جب کوئی آدمی کسی کو خبر دے کہ اس پر اس کی بیوی حرام ہوگئی ہے رضاعت طاریہ کی وجہ سے یعنی نکاح پر پیش آنے والی رضاعت کی وجہ سے تو جائز ہے یہ بات کہ خاوند اس آدمی کی خبر پر اعتماد کرے اور بیوی کی بہن سے نکاح کرے، اگر ایک آدمی نے اس کو خبر دی کہ حکم رضاعت کی وجہ سے عقد نکاح باطل تھا تو اس کی خبر کو قبول نہیں کیا جائے گا، اور اسی طرح جب عورت کو خبر دی گئی اس کے خاوند کے مرجانے کی یا خاوند کے اس کو طلاق دینے کی اور خاوند غائب ہو تو جائز ہے کہ عورت اس آدمی کی خبر پر اعتماد کرے اور کسی دوسرے آدمی سے نکاح کرلے،

اور اگر کسی آدمی پر قبلہ مشتبہ ہوگیا اور اس کو ایک آدمی نے قبلے کی خبر دی تو اس پر عمل کرنا واجب ہے، اور اگر کسی نے ایسا پانی پایا کہ جس کا حال معلوم نہیں ہے پھر اس کو کسی نے اس پانی کی نجاست کی خبر دی تو وہ اس پانی سے وضو نہیں کرے گا بلکہ تیمم کرے گا۔

ہے جو حکمتوں سے بھرا ہوا وہ خزانہ ہاتھ میں آ گیا
وہ رفیقِ درس ملا مجھے سبھی ہمسروں پہ جو چھا گیا

محقّق ومدلّل

نجوم الحواشی

شرح اردو

اصول الشاشی

تالیف
حسین احمد ہردواری مدرس دارالعلوم دیوبند

مکتبہ رحمانیہ
اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ
اردو بازار۔ لاہور

ہے جو حکمتوں سے بھرا ہوا وہ خزانہ ہاتھ میں آگیا
وہ رفیقِ درس ملا مجھے سبھی ہمسروں پہ جو چھا گیا

محقّق و مدلّل

نجوم الحواشی

شرح اردو

اصول الشاشی

حسب ہدایت
فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا سیّد ارشد صاحب مدنی
استاذ حدیث و ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند

تالیف
حسین احمد ہردواری
مدرس دارالعلوم دیوبند

ناشر
مکتبہ رحمانیہ
اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

کرسکتی اور قرآن شریف کی آیت فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ عورت اپنا نکاح از خود کر سکتی ہے چنانچہ ولیوں کو حکم ہے کہ تم لوگ عورتوں کو نہ روکو کہ وہ اپنا نکاح اپنے سابق شوہروں سے کر لیں اس آیت میں يَنْكِحْنَ صیغہ جمع مؤنث غائب کی نسبت عورتوں کی طرف ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ نکاح کا تحقق اور اس کا ثبوت عورتوں کی جانب سے ہو سکتا ہے، اسی طرح قرآن کی دوسری آیات حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ اور اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا میں بھی نکاح کی نسبت عورت کی طرف کی گئی ہے، لہٰذا خبر واحد چونکہ کتاب اللہ کے مخالف ہے اس لئے اس کو ترک کر دیا جائے گا اور بالغہ لڑکی کا نکاح بغیر اجازتِ ولی کے متحقق ہو جائے گا، اس کا تفصیلی بیان احناف وشوافع کے اختلاف کے ساتھ ماقبل میں بھی گذر چکا ہے۔

اللغة: مسٌّ مصدر نصر وضرب، چھونا، عَرَضْنَا (ض) پیش کرنا۔

وَمِثَالُ الْعَرْضِ عَلَى الْخَبَرِ الْمَشْهُوْرِ رِوَايَةُ الْقَضَاءِ بِشَاهِدٍ وَّيَمِيْنٍ فَاِنَّهٗ خَرَجَ مُخَالِفًا لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ.

ترجمہ

اور خبر واحد کو خبر مشہور پر پیش کرنے کی نظیر ایک گواہ اور ایک قسم سے فیصلہ کرنے کی روایت ہے پس یہ روایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثِ مشہور البيّنةُ على المدعي واليمينُ علٰى مَنْ اَنْكَرَ کے مخالف ہے (ترجمہ) بینہ مدعی پر ہے اور قسم منکر پر۔

تشریح: خبر واحد کو خبر مشہور پر پیش کرنے کی مثال یہ حدیث ہے عن ابن عباسؓ اَنَّ رسولَ اللهِ صلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قضى بيَمِيْنٍ وشاهِدٍ اس خبر واحد کا مفہوم یہ ہے کہ نبیؐ نے ایک قسم اور ایک گواہ کے ساتھ فیصلہ کیا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کسی مدعی کے پاس دو گواہ نہ ہوں بلکہ ایک گواہ ہو تو دوسرے گواہ کے بدلہ میں وہ خود قسم کھا سکتا ہے جس سے نصابِ شہادت پورا ہو جائے گا حالانکہ یہ خبر واحد اس حدیثِ مشہور کے خلاف ہے جس میں گواہ پیش کرنا صرف مدعی کے ذمہ ثابت کیا ہے (نہ کہ مدّعیٰ علیہ پر) اور قسم کو صرف مدعیٰ علیہ (منکر) کے ذمہ ثابت کیا ہے (نہ کہ مدّعِی کے ذمہ) اور وہ حدیث مشہور یہ ہے البيّنةُ عَلَى المدعِي واليمينُ عَلٰي مَنْ اَنْكَرَ لہٰذا جب یہ خبر واحد خبر مشہور کے مخالف ہے تو حسب ضابطہ خبر واحد کو ترک کر دیا جائے گا، اور قسم میں شرکت صحیح نہیں ہوگی کہ قسم مدعیٰ علیہ پر بھی ہو اور ایک گواہ کے بعوض مُدّعِی پر بھی ہو بلکہ گواہ صرف مدعی کے ذمہ پیش کرنے ضروری ہوں گے اور قسم صرف مدعیٰ علیہ پر ہوگی نیز یہ خبر واحد قرآن کے بھی مخالف ہے قرآن میں ہے واستشهدوا شهيدين من رجالكم اس آیت کا مقتضی یہ ہے کہ شاہد یعنی گواہ دو ہونے چاہئیں ایسا نہ ہو کہ ایک گواہ ہو اور دوسرے گواہ کے بدلہ میں مدعی قسم کھا بیٹھے جیسا کہ امام شافعیؒ کا مسلک ہے۔

صفوة الحواشي

شرح

اصول الشاشي

تالیف

حضرت مولانا عبد الغفار صاحب

استاذ الحدیث

جامعة العلوم الاسلامیة الفریدیة ای سیون اسلام آباد

ناشر: مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد

قال النبي صلى الله عليه وسلم من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين

صفوة الحواشي

شرح

اصول الشاشي

تالیف

حضرت مولانا عبد الغفار صاحب

استاذ الحدیث

جامعة العلوم الاسلامية الفريدية

ای سیون ——— اسلام آباد

ناشر: مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد

فون: 14-2654813 - 2653178 -051

يتهمون بالتقصير في متا بعة السنة فاذا لم يشتهر الخبر مع شدة الحاجةوعموم البلوىٰ كان ذالک علامة عدم صحته ومثاله في الحكميات اذا اخبر واحد ان امر أته حرمت عليه بالر ضاع الطارئی جازان يعتمد على خبر ه ويتزو ج اختها ولوا خبر ان العقد كان باطلا بحكم الر ضا ع لا يقبل خبر ه و كذ الک اذا اخبرت المرأ ة بموت زوجها او طلاقه ايّا ها وهو غائب جازان تعتمد على خبره وتتزو ج بغيره ولوا شتبهت عليه القبلة فاخبره واحد عنها وجب العمل به ولو وجدماء لا يعلم حاله فاخبره واحد عن النجاسة لا يتو ضأبه بل يتيمم۔

ترجمہ:- اورخبر واحدکوخبر مشہور پر پیش کرنے کی مثال ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ کرنے کی روایت ہےاس لئے کہ یہ نبی علیہ السلام کے اس فرمان کے مخالف ہوکر نکلی ہے "البينة على المدعی واليمين على من انكر" (ترجمہ) گواہ پیش کرنا مدعی کے ذمے ہےاورقسم اس آدمی کے ذمے ہےجس نے دعویٰ کا انکار کیا ہو اوراسی معنی کے اعتبار کی وجہ سے ہم نے کہا کہ خبر واحد ظاہر حال کے مخالف ہوکر نکلی ہوتو اس پر عمل نہیں کیا جائے گا اور ظاہرِ حال کے مخالف ہونے کی صورتوں میں سے خبر واحد کا مشہور نہ ہونا ہے اس مسئلہ میں جس میں لوگوں کا ابتلا عام ہو دورصحابہ اور دور تابعین میں اس لئے کہ وہ لوگ کوتاہی کی تہمت کے لائق نہیں ہیں سنت کی پیروی کرنے میں پس جب خبر واحد مشہور نہ ہوئی شدت حاجت اور عموم بلویٰ کے باوجودتو یہ مشہور نہ ہونا خبر واحد کے صحیح نہ ہونے کی علامت ہوگا اس کی مثال شرعی احکام میں یہ ہے کہ جب ایک آدمی خبر دے اس بات کی کہ اس کی بیوی اس پرحرام ہوگئی ہے نکاح پر پیش آنیوالی رضاعت کی وجہ سےتو جائز ہے یہ بات کہ خاونداس آدمی کی خبر پر اعتماد کرے اور بیوی کی بہن سے شادی کرے اور اگر ایک آدمی نے خبر دی کہ عقد نکاح ہی باطل تھا حکم رضاعت کی وجہ سے تو اس آدمی کی خبر کو قبول نہیں کیا جائے گا اور اسی طرح جب کسی عورت کوخبر دی جائے اس کے خاوند کے مرنے کی یا خاوند کا اس کوطلاق دینے کی اور خاوند غائب ہو تو جائز ہے کہ وہ عورت اس آدمی کی خبر پر اعتماد کرے اور کسی دوسرے مرد سے شادی کرے اور اگر کسی آدمی پر قبلہ مشتبہ ہوگیا اور اس کو ایک آدمی نے قبلے کی خبر دی تو اس پر عمل کرنا واجب ہے اور اگر

كشف الأسرار

شرح المصنّف على المنار

للإمام أبي البركات عبدالله بن أحمد
المعروف بحافظ الدّين النسفي المتوفى ٧١٠ هـ

مع

شرح نور الأنوار على المنار

لمولانا حافظ شيخ أحمد المعروف بملاجيون بن أبي سعيد
بن عبيد الله الحنفي الصدّيقي الميهوي
صاحب الشمس البازغة
المتوفى ١١٣٠ هـ

الجزء الثاني

دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

المعارضة تقابل الحجتين على السواء لا مزية لإحداهما في حكمين متضادين، وشرطها اتحاد المحل والوقت مع تضاد الحكم، وحكمها بين الآيتين المصير إلى السنة . .

فلا تعارض في نفس الأمر لأن أحدهما يكون منسوخاً، والآخر ناسخاً، وكيف يقع التعارض في كلامه تعالى، لأن ذلك من أمارات العجز تعالى الله عن ذلك علواً كبيراً.

(فلا بد من بيانه) أي بيان التعارض (فركن المعارضة تقابل الحجتين على السواء لا مزية لإحداهما) على الأخرى في الذات والصفة، فلا يكون بين المفسر والمحكم مثلاً، ولا بين العبارة والإشارة إلا معارضة صورية، لأن أحدهما أولى من الآخر باعتبار الوصف، ولا يكون بين المشهور والآحاد من الحديث، ولا بين الخاص والعام المخصوص البعض من الكتاب معارضة أصلاً، لأن أحدهما أولى من الآخر باعتبار الذات (في حكمين متضادين) بأن يكون في أحدهما الحل، وفي الآخر الحرمة مثلاً، وإلا فلا تعارض.

وهذا القيد إنما ذكر في الركن تبعاً وضمناً، وإلا فهو داخل في الشرط على ما قال.

(وشرطها اتحاد المحل والوقت، مع تضاد الحكم) فإن النكاح يوجب الحل في الزوجة، والحرمة في أمها، ولا يسمى هذا تعارضاً لعدم اتحاد المحل، وكذا الخمر كان حلالاً في ابتداء الإسلام، ثم حرم، ولا يسمى هذا تعارضاً أيضاً لعدم إتحاد الوقت وكذا لو لم يكن الحكم متضاداً لا يسمى معارضة أيضاً، وهو ظاهر، وقيل: لا بد من قيد اتحاد النسبة أيضاً لأن الحل في المنكوحة بالنسبة إلى الزوج، والحرمة بالنسبة إلى غيره لا يسمى تعارضاً أيضاً.

(وحكمها بين الآيتين المصير إلى السنة) لأن الآيتين إذا تعارضتا تساقطتا، فلا بد للعمل من المصير إلى ما بعده وهو السنة، ولا يمكن المصير إلى الآية الثالثة

وبين السنتين المصير إلى أقوال الصحابة، أو القياس) اعلم أن الحجج الشرعية التي سبق ذكرها من الكتاب والسنة لا يقع بينهما التعارض والتناقض حقيقة، لأن ذلك من أمارات العجز، والله تعالى يتعالى عن أن يوصف بالعجز، وإنما يقع التعارض فيما بيننا لجهلنا بالناسخ من المنسوخ، ولجهلنا بالتاريخ حتى إذا علم التاريخ لا تقع المعارضة بوجه، ولكن اللاحق ناسخ للسابق، فتحتاج إلى تفسير المعارضة والمناقضة فنقول: المعارضة لغة المقابلة على سبيل الممانعة، يقال: عرض لي أمر أي استقبلني فمنعني، ومنه سميت الموانع عوارض، وشريعة المقابلة بين الحجتين المتساويتين على سبيل الممانعة فهي تتعرض للحكم لا للدليل، والمناقضة لغة: إبطال أحد الشيئين بالآخر، وشريعة إبطال إحدى الحجتين بالأخرى، وركن المعارضة يقابل الحجتين المتساويتين على وجه يوجب كل واحدة منهما ضد ما توجبه الأخرى، لأن ركن الشيء ما يقوم به ذلك

لأنه يفضي إلى الترجيح بكثرة الأدلة، وذلك لا يجوز ومثاله قوله تعالى: ﴿فاقرؤا ما تيسر من القرآن﴾[1] مع قوله تعالى: ﴿واذا قرىء القرآن فاستمعوا له وأنصتوا﴾[2] فإن الأول بعمومه يوجب القراءة على المقتدي والثاني بخصوصه ينفيه.

وقد وردا في الصلاة جميعاً فتساقطا فيصار إلى حديث بعده، وهو قوله عليه السلام: «من كان له إمام فقراءة الإمام قراءة له».

(وبين السنتين المصير إلى أقوال الصحابة أو القياس) هكذا ذكر فخر الاسلام بكلمة، أو فلا يفهم الترتيب بينهما وقيل أقوال الصحابة مقدمة على القياس سواء كان فيما يدرك بالقياس، أو لا، وقيل: القياس مقدم مطلقاً.

وقيل. في التطبيق: إن أقوال الصحابة مقدمة فيما لا يدرك بالقياس، والقياس مقدم فيما يدرك به، ومثاله ما روي أن النبي صلى الله عليه وسلم صلى صلاة الكسوف ركعتين كل ركعة بركوع وسجدتين، وروت عائشة رضي الله

---

(١) سورة المزمل: الآية ٢٠. (٢) سورة الأعراف: الآية ٢٠٤.

قوت الاخیار

اردو شرح

نور الانوار

سنّت اجماع قیاس

جدید



تالیف

حضرت مولانا اسلام الحق اسعدی مظاہری

حصّہ سوم و حصّہ چہارم

قدیمی کتب خانہ
مقابل آرام باغ کراچی ۱

قوت الاخیار

اردو شرح

نور الانوار

سنّت — اجماع — قیاس

جدید

تالیف

حضرت مولانا اسلام الحق اسعدی مظاہری

حصہ سوم و حصہ چہارم

قدیمی کتب خانہ

مقابل آرام باغ۔ کراچی ۱

تعلق ایک زمانہ سے ہے اور نہ حرمت (والی نص کا تعلق) دوسرے زمانہ سے ہے لہٰذا اس کو بھی تعارض نہیں کہا جاسکتا اور اسی طرح اگر حکم متضاد نہ ہوں تو اس کو بھی تعارض سے موسوم نہیں کیا جاسکتا۔

بعض حضرات کی رائے ہے کہ اتحاد نسبت بھی ہونا ضروری ہے تعارض ثابت کرنے کیلئے چنانچہ منکوحہ میں حلت زوج کی جانب نسبت کے اعتبار سے ہے دوسرے کی جانب نہیں، لہٰذا اس کو بھی تعارض نہیں کہہ سکتے۔

وحکمها الخ:۔ اس تعارض کا حکم یہ ہے کہ جب دو آیتوں میں تعارض ہوگیا تو سنت کی جانب رخ کرنا ہوگا۔ اس وجہ سے کہ اس صورت میں ہر دو آیت پر عمل ممکن نہیں رہا اور جب تعارض ہوگا تو دونوں ہی ساقط ہوں گی لہٰذا عمل کیلئے سنت پر نظر کرنا ہوگی کہ اس کا درجہ اس کے بعد ہے کسی تیسری آیت کی جانب رجوع کرنا ممکن نہیں۔ اس وجہ سے کہ اس صورت میں کثرت دلائل کی وجہ سے ترجیح دینا لازم آجائے گا جو کہ درست نہیں (جیسا کہ دو اور دو سے زائد شاہد برابر کا درجہ رکھتے ہیں)

مثال! قال تعالیٰ فاقرؤا ما الخ۔ اس کے بالمقابل دوسری آیت قال تعالیٰ "وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ الخ" وارد ہوئی۔ لہٰذا تعارض ہوگیا کہ اول آیت علی العموم مقتدی پر قرأت کو ثابت کرتی ہے اور ثانی خاص صورت میں اس کی نفی کرتی ہے حالانکہ حضرات مفسرین کی تصریح کے مطابق ہر دو آیت نماز کیلئے ہیں۔ اس وجہ سے اب ضرورت ہوئی سنت کی جانب متوجہ ہونے کی۔ اس میں ہے قال علیه السلام من کان له الخ جس سے ثابت ہوگیا کہ مقتدی قرأت نہ کرے۔

وبين السنتين المصير إلى أقوال الصحابة أو القياس، هكذا ذكر فخر الإسلام بكلمة أو، فلايفهم الترتيب بينهما، وقيل: أقوال الصحابة مقدّمة على القياس، سواء كان فيما يدرك بالقياس أولا، وقيل: القياس مقدّم مطلقًا، وقيل في التطبيق: إن أقوال الصحابة مقدّمة فيما لا يدرك بالقياس، والقياس مقدّم فيما يدرك به، ومثاله: ما روى أن النبي عليه السلام صلّى صلاة الكسوف ركعتين كل ركعة بركوع وسجدتين، وروت عائشة أنه صلّاها بأربع ركوعات وأربع سجدات فيتعارضان، فيصار إلى القياس بعده، وهو الاعتبار بسائر الصلوات. وعند العجز يجب تقرير الأصول، أي إذا عجز عن المصير بأن تعارضت السنتان وأقوال الصحابة والقياس أيضًا، أو لم يوجد دليل بعده، فحينئذٍ يجب تقرير الأصول، أي تقرير كل شيء على أصله، وإبقاء ما كان على ما كان. كما في سؤر الحمار لما تعارضت الدلائل وجب تقرير الأصول، فإنه روى أنه عليه السلام نهى عن لحوم الحمر الأهلية في يوم خيبر، وأمر بإلقاء قدور طبخ فيها لحومها، وروى غالب بن فهر أنه قال لرسول الله عليه السلام: لم يبق من مالي إلا حميرات، فقال: كُل من سمين مَالِك فأباح لحومها، فلما وقع التعارض في لحومها لزم الاشتباه في سؤرها؛ لأنه متولّد منها، وأيضا روى جابر أنه عليه السلام سُئل: أنتوضأ بماء هو فضالة الحمر؟ قال: نعم، و روى أنس أنه عليه السلام نهى عن الحمر الأهلية وقال: إنها رجس، وهذا يدل على نجاسة سؤرها، والقياسان أيضا متعارضان؛ لأنه لا يمكن إلحاقه بالعرق ليكون طاهرًا لِقلَة الضرورة فيه وكثرتها في

التقرير والتحبير

شرح العلامة المحقق ابن أمير الحاج الحلبي

المتوفى سنة ٨٧٩ هـ

على

التحرير في أصول الفقه

الجامع بين اصطلاحي الحنفية والشافعية

للإمام محمد بن عبد الواحد بن عبد الحميد السيواسي ثم السكندري

كمال الدين ابن الهمام الحنفي

المتوفى سنة ٨٦١ هـ

ضبطه وصححه

عبد الله محمود محمد عمر

المجلد الثاني

منشورات
محمد علي بيضون
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

التقرير والتحبير

شرح العلامة المحقق ابن أمير الحاج الحلبي

المتوفى سنة ٨٧٩ هـ

على

التحرير في أصول الفقه

الجامع بين اصطلاحي الحنفية والشافعية

للإمام محمد بن عبد الواحد بن عبد الحميد السيواسي ثم السكندري

كمال الدين ابن الهمام الحنفي

المتوفى سنة ٨٦١ هـ

ضبطه وصححه

عبد الله محمود محمد عمر

الجزء الثاني

منشورات

محمد علي بيضون

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

وقد أفتى في زمن الصحابة، ولم يكن يفتي في زمنهم إلا مجتهد وروى عنه أكثر من ثمانمائة رجل ما بين صحابي وتابعي منهم ابن عباس وجابر وأنس، وهذا هو الصحيح.

(ومجهول العين والحال كوابصة) بن معبد والتمثيل به مشكل فإن المراد بالمجهول المذكور عندهم من لم يعرف ذاته إلا برواية حديث أو حديثين ولم تعرف عدالته ولا فسقه ولا طول صحبته وقد عرفت عدالة الصحابة بالنصوص، واشتهر طول صحبتهم فكيف يكون داخلاً فيه وهو صحابي، وقد يجاب بأنه وأمثاله كسلمة بن ابن المحبق، ومعقل بن سنان وإن رأوا النبي ﷺ ورووا عنه لا يعدّون من الصحابة عند الأصوليين لعدم معرفة صحبتهم، إليه أشار شمس الأئمة ولا يعرى عن نظر كما لا يخفى على أن أبا داود، والترمذي، وابن ماجه أخرجوا لوابصة قال: «أتيت النبي ﷺ وأنا أريد أن لا أدع شيئاً من البر والإثم إلا سألته عنه الحديث، وإن رجلاً صلى خلف الصف وحده فأمره النبي ﷺ أن يعيد». وابن ماجه أخرج له أيضاً: «رأيت رسول الله ﷺ إذا ركع سوّى ظهره حتى لو صب عليه الماء لاستقر». والطبراني أخرج له ثلاثة أحاديث أخرى: أحدها: سمعت رسول الله ﷺ يقول: «لاَ تَتَّخِذُوا ظُهُورَ الدَّوَابِ مَنَابِرَ». ثانيها: سألت رسول الله ﷺ عن كل شيء حتى سألته عن الوسخ الذي يكون في الأظفار فقال: «دَعْ ما يُرِيبُكَ إِلى ما لا يُرِيبُكَ». ثالثها: سمعت رسول الله ﷺ يقول في حجة الوداع: «لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الغَائِبَ». وسلمة بن المحبق واسم المحبق صخر أخرج له الطبراني أربعة أحاديث، وأحمد حديثين، وابن ماجه حديثاً. نعم معقل روى له أصحاب السنن حديثاً والنسائي حديثاً **(فإن قبله السلف أو سكتوا إذا بلغهم أو اختلفوا قبل)** وقدّم على القياس **(كحديث معقل)** السابق في بروع فإن السلف اختلفوا في قبوله كما تقدم، ووجه بأنه لما قبله بعض الفقهاء المشهورين صار كأنه رواه بنفسه فإذا قبله السلف أو سكتوا عن رده بعد ما بلغهم فبطريق أولى لأنهم عدول أهل فقه لا يتهمون بالتقصير في أمر الدين بقبول ما لم يصح عندهم أنه ثابت عن رسول الله ﷺ، ولا بالسكوت عن رد ما يجب ردّه في موضع الحاجة إلى البيان لأنه لا يحل إلا على وجه الرضا بالمسموع **(أو ردّوه)** أي السلف حديث المجهول **(لا يجوز)** العمل به **(إذا خالفه)** القياس لأنهم لا يتهمون برد الحديث الصحيح، فيكون اتفاقهم على الرد دليلاً على أنهم اتهموه في الرواية **(وسموه منكراً كحديث فاطمة بنت قيس)** أن رسول الله ﷺ **(لم يجعل لها سكنى ولا نفقة)** كما في صحيح مسلم وغيره. **(ردّه عمر)** فقال: لا نترك كتاب ربنا وسنة نبينا لقول امرأة لا ندري لعلها حفظت أو نسيت رواه مسلم أيضاً **(وقال مروان في صحيح مسلم حين أخبر)** بحديثها المذكور **(لم يسمع هذا الأمر إلا امرأة سنأخذ بالعصمة التي وجدنا الناس عليها وهم)** أي الناس يومئذٍ **(الصحابة رضي الله عنهم فدل أنه مستنكر وإن لم يظهر)** حديث المجهول **(في السلف بل)** ظهر **(بعدهم فلم يعلم ردهم وعدمه)** أي عدم رده **(جاز)** العمل به **(إذا لم يخالف)** القياس لترجح جانب الصدق في خبره باعتبار ثبوت العدالة ظاهراً لغلبتها في ذلك الزمان **(ولم يجب)** العمل به لأن الوجوب شرعاً لا يثبت بمثل هذا الطريق ذكره شمس الأئمة **(فيدفع)** بالنصب على أنه جواب النفي أي

كشف الأسرار

عن أصول فخر الإسلام البزدوي

تأليف
الإمام علاء الدين عبد العزيز بن أحمد البخاري
المتوفى سنة ٧٣٠هـ

وضع حواشيه
عبد الله محمود محمد عمر

الجزء الثاني

منشورات
محمد علي بيضون
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

. . . .

وأصهاراً وأنصاراً» واختيار اللّه عزّ وجلّ لا يكون لمَنْ ليس بعَدْل ولا تعديل أعلى من تعديل علام الغيوب وتعديل رسوله كيف ولو لم يرد الثناء لكان ما اشتهر وتواتر من حالهم في الهجرة والجهاد وبذلهم المهج والأموال وقتلهم الآباء والأولاد في مُوالاة الرّسول ونُصرته كافياً في القطع بعَدالتهم وأما ما جرى بينهم من الفِتْن فبناءً على التأويل والاجتهاد فإن كل فريق ظنّ أن الواجب ما صار إليه وأنه أوفق للدين وأصلح لأمور المسلمين فلا يُوجب ذلك طعناً فيهم.

ولكنهم اختلفوا في تفسير الصَّحابي فذهب عامة أصحاب الحديث وبعض أصحاب الشافعي إلى أن من صَحِب النبي عليه السلام لحظة فهو صحابي لأن اللفظ مشتق من الصحبة وهي تعُم القليلَ والكثير. وذهب جُمهور الأصوليين إلى أنه اسمٌ لمن اختصّ بالنبي عليه السلام وطالب صحبته مع على طريق التتبُّع له والأخذ منه. ولهذا لا يُوصف من جالس عالماً ساعَةً بأنه من أصحابه وكذا إذا أطال المجالسة معه إذا لم يكن على طريق التتبع له والأخذ عنه. وكذا لو حلف زيد أنه ليس صاحب عمرو وقد صحبه عمرو وقد صحبه لحظة لا يحنث بالاتفاق. قال الغزالي رحمه اللّه: الاسم لا ينطلق إلا على من صَحَبه ثم يكفي للاسم من حيث الوَضع الصحبة ولو ساعة ولكن العرب تخصص الاسم بمن كثرت صحبته ويعرف ذلك بالتواتر والنقل الصحيح ولا حدٌّ لتلك الكثرة بتقدير بل بتقريب. قلتُ وسمعت عن شيخي رحمه اللّه: أن أدناها ستة أشهر. وذُكر في «الكفاية» لأبي بكر أحمد بن علي البغدادي: أن سعيد بن المسيب كان يَقول الصحابة لا نعدهم إلا من أقام مع رسول اللّه ﷺ سَنَةً أو سنتين وغزا معه غزوةً أو غزوتين.

وإذا عرفت هذا علمتَ أن المجهول في الصدر الأول لا يكون من الصحابة لأن المراد منه من لم يعرف ذاته إلا برواية الحديث النبي رواه ولم يعرف عدالته ولا فسقه ولا طول صحبته وقد عرفت عدالة الصحابة واشتهر طول صحبتهم فكيف يكون هو داخلاً فيهم؟ وعلمت أن وابصة وسلمة ومعقلاً وإنْ رأوا النبي عليه السلام ورَوُوا عنه لا يُعدُّون من الصحابة على ما اختاره الأصوليون لعدم معرفة طول صحبتهم. ويؤيده ما ذكر شمس الأئمة رحمه اللّه: وإنما نعني بهذا اللفظ أي بالمجهول من لم يشتهر بطول الصحبة مع الرسول عليه السلام وإنما عُرف بما روي من حديث أو حديثين. وإنا فسر الشيخ المجهول بقوله: نعني به المجهول في رواية الحديث لأنه قد يراد بهذا اللفظ: مجهول النسب وتلك الجهالة مانعة عن القبول عند البعض وإن لم تكن مانعة عند عامّة الأصوليين وأهل الحديث فكأنه احترز به عنها. وسملة بن المحبق بكسر الباء لا غير كذا في «المغرب» وأصحابُ

التوضيح مع التلويح

لمتن التنقيح في أصول الفقه

شرحه التلويح

للإمام سعد الدين مسعود بن عمر التفتازاني

والتنقيح مع شرحه المسمى بالتوضيح

للإمام صدر الشريعة عبيد الله بن مسعود الحنفي

قديمي كتب خانه

مقابل آرام باغ كراچی

التوضيح مع التلويح

لمتن التنقيح في أصول الفقه

شرحه التلويح

للإمام سعد الدين مسعود بن عمر التفتازاني

والتنقيح مع شرحه المسمّى بالتوضيح

للإمام صدر الشريعة عبيد الله بن مسعود الحنفي

ضبطه وخرّج آياته وأحاديثه

الشيخ زكريا عميرات

الجزء الثاني

قديمي كتب خانه

مقابل آرام باغ - كراچى

قيس أنه عليه السلام لم يجعل لها نفقة ولا سكنى وقد طلقها زوجها ثلاثاً فرده عمر وغيره من الصحابة وإن لم يظهر حديثه في السلف كان يجوز العمل به في زمن

(وأما المجهول فإن روى عنه السلف وشهدوا له بصحة الحديث صار مثل المعروف بالرواية، وإن سكتوا عن الطعن بعد النقل فكذا لأن السكوت عند الحاجة إلى البيان بيان، وإن قبل البعض ورد البعض مع نقل الثقات عنه يقبل إن وافق قياساً كحديث معقل بن سنان في بروع مات عنها هلال بن مرة وما سمي لها مهراً وما دخل بها فقضى عليه السلام لها بمهر مثل نسائها فقبله ابن مسعود ورده علي رضي الله تعالى عنهما) وقال ما نصنع بقول أعرابي بوال على عقبيه. قال شمس الأئمة الكردري: إن من عادة الإعرابي الجلوس محتبياً، فإذا بال يقع البول على عقبيه وهذا لبيان قلة احتياط الأعراب حيث لم يستنزهوا البول وهذا طعن من علي رضي الله تعالى عنه. (وقد روى عنه الثقات كابن مسعود وعلقمة ومسروق وغيرهم فعملنا به لما وافق القياس عندنا فإن الموت كالدخول) بدليل وجوب العدة في الموت (ولم يعمل به الشافعي رحمه الله تعالى) لما خالف القياس عنده (وإن رده الكل فهو مستنكر لا يعمل به كحديث فاطمة بنت قيس أنه عليه السلام لم يجعل لها نفقة ولا سكنى وقد طلقها زوجها ثلاثاً فرده عمر وغيره من الصحابة) وقال عمر لا تدع كتاب ربنا ولا سنة نبينا بقول امرأة لا تدري أصدقت أم كذبت، أحفظت أم نسيت. قال عيسى بن أبان فيه: أراد بالكتاب

. . . .

وسيصرح المصنف رحمه الله تعالى في فصل الانقطاع بأن هذا الحديث معارض لقوله تعالى: ﴿فاعتدوا عليه بمثل ما اعتدى عليكم﴾ [البقرة: ١٩٤].

قوله: (وأما المجهول) ذهب بعضهم إلى أن هذا كناية عن كونه مجهول العدالة والضبط، إذ معلوم العدالة والضبط لا بأس بكونه منفرداً بحديث أو حديثين. فإن قيل: عدالة جميع الصحابة ثابتة بالآيات والأحاديث الواردة في فضائلهم قلنا: ذكر بعضهم أن الصحابي اسم لمن اشتهر بطول صحبة النبي عليه الصلاة والسلام على طريق التتبع له والأخذ منه، وبعضهم أنه اسم لمؤمن رأى النبي عليه السلام سواء طالت صحبته أم لا إلا أن الجزم بالعدالة مختص بمن اشتهر بذلك، والباقون كسائر الناس فيهم عدول وغير عدول.

قوله: (في بروع) بفتح الباء وأصحاب الحديث يكسرونها.

قوله: (لما خالف القياس عنده) وذلك أن المهر لا يجب إلا بالفرض بالتراضي أو بقضاء القاضي أو باستيفاء المعقود عليه، فإذا عاد المعقود عليه إليها سالماً لم يستوجب بمقابلته عوضاً كما لو طلقها قبل الدخول بها وكهلاك المبيع قبل القبض.

قوله: (كحديث فاطمة بنت قيس) ولقائل أن يقول: هو مما قاله ابن عباس وقال به الحسن وعطاء والشعبي وأحمد، فكيف يكون مما رده الكل اللهم إلا أن يجعل للأكثر حكم الكل مع كونه مخالفاً لظاهر الكتاب والسنة.

التوضيح مع التلويح

لمتن التنقيح في أصول الفقه

شرحه التلويح

للإمام سعد الدين مسعود بن عمر التفتازاني

والتنقيح مع شرحه المسمى بالتوضيح

للإمام صدر الشريعة عبيد الله بن مسعود الحنفي

قديمي كتب خانه

مقابل آرام باغ كراچی

التوضيح مع التلويح

لمتن التنقيح في أصول الفقه

شرحه التلويح

للإمام سعد الدين مسعود بن عمر التفتازاني

والتنقيح مع شرحه المسمّٰى بالتوضيح

للإمام صدر الشريعة عُبيد الله بن مسعود الحنفي

ضبطه وخرّج اٰياته وأحاديثه

الشيخ زكريا عميرات

الجزء الأوّل

قديمي كتب خانه

مقابل آرام باغ۔ کراچی

إلى الصلاة﴾ ونظائره دليل فيه شبهة وأما المخصوص بالكلام فعند الكرخي لا يبقى

. . . .

(وإذا ثبت هذا فإن تعارض الخاص والعام فإن لم يعلم التاريخ حمل على المقارنة) مع أن في الواقع أحدهما ناسخ والآخر منسوخ، لكن لما جهلنا الناسخ والمنسوخ حملنا على المقارنة وإلا يلزم الترجيح من غير مرجح (فعند الشافعي رحمه الله يخص به وعندنا يثبت حكم التعارض في قدر ما تناولاه وإن كان العام متأخراً ينسخ الخاص عندنا وإن كان

قوله: (وإذا ثبت هذا) أي كون العام قطعياً عندنا خلافاً للشافعي، فإن تعارض الخاص والعام بأن يدل أحدهما على ثبوت حكم والآخر على انتفائه، فإما أن يعلم تأخر أحدهما عن الآخر أو لا، فإن لم يعلم حمل على المقارنة وإن جاز أن يكون أحدهما في الواقع ناسخاً لتأخره متراخياً والآخر منسوخاً لتقدمه، وإنما قيدنا بالجواز لاحتمال أن يكون الخاص في الواقع موصولاً بالعام فيكون مخصصاً لا ناسخاً. وإذا حمل على المقارنة فعند الشافعي يخص العام بالخاص في الواقع لأنه ظني والخاص قطعي، فلا يثبت حكم التعارض. وعندنا يثبت حكم التعارض في القدر الذي تناوله الخاص والعام جميعاً لا في القدر الذي تفرد العام بتناوله، فإن حكمه ثابت بلا معارض وسيجيء حكم تعارض النصين عند الجهل بالتاريخ مثال ذلك قوله تعالى: ﴿والذين يتوفون منكم﴾ [البقرة: ٢٣٤] الآية. وقوله تعالى: ﴿وأولات الأحمال﴾ [الطلاق: ٤] على رأي علي رضي الله تعالى عنه، فيثبت حكم التعارض في الحامل المتوفى عنها زوجها لا في الحامل المطلقة إذ لا يتناولها الأول، ولا في غير الحامل المتوفى عنها زوجها إذ لا يتناولها الثاني. فإن قيل: كل من الآيتين عام قلنا: المراد بالخاص ههنا الخاص بالنسبة إلى العام بأن يتناول بعض أفراده كلها، سواء كان خاصاً في نفسه أو عاماً متناولاً لشيء آخر، فيكون العموم والخصوص من وجه كما في المثال، أو غير متناول فيكون العموم والخصوص مطلقاً كما في «اقتلوا الكافرين ولا تقتلوا أهل الذمة»، فإن علم التاريخ فالمتأخر إما العام وإما الخاص. فعلى الأول العام ناسخ للخاص، وعلى الثاني الخاص مخصص للعام إن كان موصولاً به، وناسخ له في قدر ما تناولاه إن كان متراخياً عنه كما في الآيتين على رأي ابن مسعود رضي الله تعالى عنه، فإن قوله تعالى: ﴿وأولات الأحمال﴾ متراخ عن قوله تعالى: ﴿والذين يتوفون منكم﴾ فمن حيث إنه عام من وجه وخاص من وجه يكون مثالاً لتأخر العام عن الخاص وعكسه، ويكون ناسخاً لقوله تعالى: ﴿والذين يتوفون﴾ في حق الحامل المتوفى عنها زوجها. فإن قلت: انتساخ الخاص بالعام المتأخر ينبغي أيضاً أن يقيد بقدر ما تناولاه لأن ذلك الخاص يجوز أن يتناول أفراداً لا يتناولها العام فلا ينسخ في حقها كما في قوله تعالى: ﴿والذين يتوفون﴾ في حق غير الحامل. قلت: هو من هذه الحيثية يكون عاماً لا خاصاً، وإنما يكون خاصاً من حيث تناوله لبعض أفراد العام فالخاص المتقدم ينسخ بالعام في حق كل ما تناوله من حيث أنه خاص فلا حاجة إلى التقييد، وإنما يحتاج إلى ذلك إذا عبر عنه بالعام فإنه إنما يكون عاماً من حيث تناوله للخاص المتأخر وغيره.

قوله: (حتى لا يكون) تفريع على جعل الخاص المتراخي ناسخاً لا مخصصاً يعني يكون العام فيما لم يتناوله الخاص قطعياً لا ظنياً كما إذا كان الخاص المتأخر موصولاً به على ما سيجيء.

أفوض أمري إلى الله إن الله عليم بحالي

اعلم ان اصول الفقه علم يبحث فيه عن اثبات الادلة

الاحكام فموضوعه على المختار هو الادلة والاحكام جميعا

الاول من حيث انه مُثبِت والثاني من حيث انه مُثبَت

بتائيد ايزدي در شهر دهلي كتاب در علم اصول فقه مسمى به

حسامي

بتاريخ يازدهم ماه شعبان ١٢٦٨ سنه يكهزار و دوصد و شصت و هشت هجري

في المطبع الحنفي آغاز طبع شد باهتمام كريم بخش بفرمايش كاتب

الحروف محمد منصور على تجاوز الله عن

سيئاته وحتى الوسع جهد تمام نموده در تصحيح متن وحاشيه آن شد

وهو حسبي ونعم الوكيل في امري

انه لا يقبل رواية من انتحل الهوى ودعى الناس
اليه لان المحاجة والدعوة الى الهوى سبب
داع الى التقول فلا يؤتمن على حديث رسول
الله صلعم واذا ثبت ان خبر الواحد حجة قلنا
ان كان الراوي معروفا بالفقه والتقدم في
الاجتهاد كالخلفاء الراشدين والعبادلة
الثلثة وزيد بن ثابت ومعاذ بن جبل وابي
موسى الاشعري وعائشة رضوان الله عليهم
اجمعين وغيرهم ممن اشتهر بالفقه والنظر
كان حديثهم حجة يترك به القياس وان كان
الراوي معروفا بالعدالة والحفظ والضبط

دون الفقه مثل ابي هريرة وانس بن مالك رض

فان وافق حديثه القياس عمل به وان خالفه

لم يترك الا للضرورة وانسداد باب الرأي

وذلك مثل حديث ابي هريرة رض في المصراة و

ان كان الراوي مجهولا لا يعرف الا بحديث رواه

او بحديثين مثل وابصة بن معبد وسلمة بن

المحبق فان روى عنه السلف وشهدوا بصحته

او سكتوا عن الطعن صار حديثه مثل حديث

المعروف وان اختلف فيه مع نقل الثقات

عنه فكذلك عندنا وان لم يظهر من السلف

الا الرد لم يقبل حديثه وصار مستنكرا وان كا

مُنتخَب

الحُسَامِي

للشيخ الإمام حسام الدين محمد بن محمد عمر الأخسيكثي رحمه الله

المتوفى ٦٤٤هـ

مع شرحه العجيب المسمى ب

النَّامِي

للعلامة أبي محمد عبد الحق الحقاني رحمه الله

طبعة جديدة مصححة ملونة

مكتبة البشرى

كراتشي - باكستان

مُنتخبُ

الحُسَامِي

للشّيخ الإمام حسام الدين محمّد بن محمّد عمر الأخسيكثي رحمه الله
المتوفى ٦٤٤هـ

مع شرحه العجيب المسمى ب

النّامِي

للعلامة أبي محمّد عبد الحق الحقاني رحمه الله

طبعة جديدة مصححة ملونة



فلا يؤتمن على حديث رسول الله ﷺ.

[خبر الراوي المعروف]

وإذا ثبت أن خبر الواحد حجة **قلنا**: إن كان الراوي معروفاً بالفقه والتقدّم **في الاجتهاد**، كالخلفاء الراشدين **والعبادلة الثلاثة** وزيد بن ثابت ومعاذ بن جبل وأبي موسى الأشعري وعائشة رضوان الله عليهم أجمعين وغيرهم ممن **اشتهر بالفقه والنظر**، كان حديثهم حجة، **يترك به القياس**، وإن كان الراوي معروفاً بالعدالة والحفظ دون الفقه،

= في الفرق الضالّة حيث يدعون الحديث على مزخرفاهم وينسبونه إلى النبي ﷺ.

فلا يؤتمن: أي لايظن صاحب الهوى أنه أمين على حديث رسول الله ﷺ، وتفصيل المقام أنه لايخلو أهل الهوى إما أن بلغ اعتقاده إلى الكفر، كغُلاة الروافض والمجسّمة أو لا، فإن كان الأول فقد اختلف فيه، فذهب جماعة من أهل الأصول إلى قبول شهادته وروايته؛ لأنه من أهل القبلة يتمسّك بالإسلام، وذهب الأكثرون إلى ردهما؛ لأنه كافر، وهو ليس بأهل الشهادة ولا الرواية، واختلف في القسم الثاني أيضاً فقال القاضي أبو بكر الباقلاني ومن تبعه: لايقبل شهادته ولا روايته؛ لأنه فاسق لايبالي بالمعصية، فكيف يعتمد على قوله، وذهب الجمهور إلى أنه يقبل شهادته، وأما الرواية فعند البعض مقبولة على الإطلاق، وقال البعض: لايقبل إذا كان اتخذ هواه ملة، ودعا الناس إليه وهو مذهب عامة أهل الفقه والحديث، وبه رضي المصنف في المتن واختصاره، ونقل عن أبي اليسر رحمه الله أنه إن كان يكفّر لايقبل حديثه، وإن لم يكن يكفّر فإن كان ممن يجوز وضع الأحاديث على رسول الله ﷺ لايقبل خبره لتوهم الكذب كالكرّامية.

قلنا: ولما فرغ من تقسيم الحديث باعتبار قلة رواته وكثرته واتصاله وانفصاله شرع في تقسيمه باعتبار حال الراوي بأنه إما معروف أو مجهول، والمعروف إما معروف بالفقه أو بالعدالة، والمجهول على خمسة أنواع.

في الاجتهاد: كلمة "في" بمعنى اللام، والمعنى أن له تقدمًا على غيره درجةً لأجل الاجتهاد.

والعبادلة الثلاثة: والعبادلة جمع عبدل، مرخّم عبد الله، والمراد هم عبد الله بن مسعود وعبد الله بن عمر وعبد الله بن عباس، وقيل: عبد الله بن زبير بدل عبد الله بن مسعود، وقال الكرماني: العبادلة أربعة: عبد الله بن زبير، وعبد الله بن عباس، وعبد الله بن عمر، وعبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهم. **اشتهر بالفقه والنظر**: مثل أبي بن كعب وأبي الدرداء رضي الله عنهما. **يترك به القياس**: خلافاً لمالك؛ لأن عنده القياس مقدّم على خبر الواحد إذا خالفه، كما روي أن أباهريرة لما روى مرفوعاً: "من غسل الميت فليغتسل، ومن حمله فليتوضأ". (رواه أبو داود[رقم:٣١٦١] والترمذي [رقم:٩٩٣]وابن ماجه[رقم:١٤٦٣]وابن حبان والنسائي وأحمد، وقال أحمد: لايصح في هذا الباب شيء) =

مثل أبي هريرة وأنس بن مالك ﵄. فإن وافق حديثه القياس عمل به، وإن خالفه لم يترك إلا للضرورة **وانسداد باب الرأي**، وذلك مثل **حديث أبي هريرة** في المصرّاة.

= قالت عائشة: أوينجس موتى المسلمين؟ وما على رجل لوحمل عوداً. (أخرجه أبو منصور البغدادي في كتابه من طريق محمد بن عمرو بن يحيى بن عبد الرحمن بن حاطب) فتأمل*.

ونحن نقول: القياس محتمل بأصله في كل وصف؛ إذ كل وصف من أوصاف النص يحتمل أن يكون هو المؤثر في الحكم ويحتمل أن لايكون، وخبر الواحد يقين بأصله، وإنما الشبهة في طريق وصوله، والاحتمال الثابت في الأصل أقوى من الاحتمال الثابت في الطريق بعد اليقين بالأصل فلا يعارض الخبر.

وانسداد باب الرأي: قوله: "وانسداد" عطف تفسيريّ لقوله: "للضرورة"، والمعنى إنما يترك حديث غير الفقيه إذا خالف القياس للضرورة، وهي أنه لو عمل بالحديث وقت المخالفة أيضاً لانسدّ باب القياس من كل وجه، وقد أمر الله تعالى بالقياس بقوله: ﴿فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ﴾ (الحشر:٢)، والحال أن الراوي غير فقيه، ويحتمل أنه نقل ذلك الحديث بالمعنى؛ لأنه كان شائعاً ذائعا فيهم فيمكن أنه أخطأ فيه، و لم يدرك مراد رسول الله ﷺ، فحينئذ كيف يعتمد على قوله: ويترك به القياس الثابت بقوله تعالى، فلهذه الضرورة تركنا هذا الحديث وعملنا بالقياس. **حديث أبي هريرة** ﷺ: وهو ما روى أبو هريرة أن النبي ﷺ قال: "لاتصرّوا الإبل والغنم فمن ابتاعها بعد ذلك فهو بخير النظرين بعد أن يحلبها، إن رضيها أمسكها وإن سخطها ردّها وصاعاً من تمر". رواه مسلم[رقم:٣٨١٥]وأبو داود، [رقم:٣٤٤٣] والتصرية تفعيل من الصرعى، وهو في اللغة الجمع، يقال: صرّيت الماء وصريته إذا جمعته، والمراد به في الحديث جمع اللبن في الضرع بالشد، وترك الحلب مدة ليحلب المشتري بعد ذلك، فيغترّ بكثرة لبنه ويشريه بثمن غال.

فهذا الحديث مخالف للقياس من كل وجه؛ لأن القياس في ضمان العدوانات والبياعات كلها أن يكون مقدّراً بالمثل في المثلي، وبالقيمة في ذوات القيم، فضمان اللبن المشروب إما باللبن مثله وإما بالقيمة، ولو كان التمر قيمة فيه فينبغي أن يكون بحسب اللبن، لا أنه يجب صاع التمر قل اللبن أو كثر، فإذا لم يعمل بالحديث لكونه مخالفاً للقياس فليس للمشترى ولاية الردّ بسبب التصرية من غير شرط؛ لأن البيع يقتضي سلامة المبيع، وبقلة اللبن لاتفوت وصف السلامة؛ لأن اللبن ثمرة، وبعدمها لاينعدم وصف السلامة، فبقلتها أولى، هذا عند أبي حنيفة ﵀=

---

* فتأمل: إشارة إلى أنه لايحسن إيراد هذه الرواية كأن أباهريرة لم يكن مجتهداً.

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

الحمد لله الذي جعل أصول الفقه مبنى الحلال والحرام على أن وفقنا الطبع

الحُسَامِي

للشيخ الإمام الألمعي والفقيه الهمام اللوذعي حسام الدين محمد بن محمد بن عمر الاخسيكثي

ترجمة المصنف: عمر محمد بن محمد بن عمر حسام الدين الاخسيكثي رحمه الله، كان إماما بارعا مات يوم الاثنين العشرين من ذي القعدة سنة أربع وأربعين وستمائة، وتفقه عليه محمد بن عمر النوجاباذي ومحمد بن محمد البخاري، والاخسيكثي نسبة الى اخسيكث بفتح الالف وسكون الخاء المعجمة وكسر السين المهملة ثم الكاف المفتوحة ثم الثاء بلدة من بلاد فرغانة وقد يختصر بالحسامي نسبة الى لقبه حسام الدين، كذا ذكره السمعاني.

مع شرحه العجيب المسمى

بالنَّامِي

الذي صنفه النحرير المدقق العالم الفاضل المحقق المولوي الحافظ عبد الحق الحقاني بن محمد امير

مير محمد كتب خانه آرام باغ كراچى

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

الحمد لله الذی جعل اصول الفقه مبنی للحلال والحرام علی ان وفقنا الطبع

الحسامی

للشیخ الامام الالمعی والقرم الهمام اللوذعی حسام الدین محمد بن محمد بن عمر الاخسیکثی

ترجمة المصنف، هو محمد بن محمد بن عمر حسام الدین الاخسیکثی رحمه الله، کان اماما بارعا مات یوم الاثنین فی العشرین من ذی القعدة سنة اربع واربعین وستمائة وتفقه علیه محمد بن عمر النوحاباذی ومحمد بن محمد البخاری، والاخسیکثی نسبة الی اخسیکث بفتح الالف وسکون الخاء المعجمة وکسر السین المهملة ثم التحتیة ثم الکاف المفتوحة ثم المثلثة بلدة من بلاد فرغانة والمنتخب الحسامی نسبة الی لقبه حسام الدین، کذا ذکره السمعانی.

مع شرحه العجیب المسمّٰی

بالنامی

الذی صنفه النحریر المدقق العالم الفاضل المحقق المولوی ابو محمد عبد الحق الحقانی بن محمد امیر

ملتزم الطبع والنشر

میر محمد کتب خانہ مرکزِ علم و ادب آرام باغ کراچی

واذا ثبت ان خبر الواحد حجة قلنا ان كان الراوي معروفا بالفقه والتقدم
في الاجتهاد كالخلفاء الراشدين والعبادلة الثلثة وزيد بن ثابت ومعاذ بن
جبل وابي موسى الاشعري وعائشة رضوان الله عليهم اجمعين وغيرهم
ممن اشتهر بالفقه والنظر كان حديثهم حجة يترك به القياس وان كان الراوي
معروفا بالعدالة والحفظ والضبط دون الفقه مثل ابي هريرة وانس بن مالك

ودعا الناس اليه وهو مذهب عامة اهل الفقه والحديث وبه رضي المص في المتن واختصاره ونقل عن
ابي اليسر انه ان كان يكفر لا يقبل حديثه وان لم يكن يكفر فان كان ممن يجوز وضع الاحاديث
على رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يقبل خبره لتوهم الكذب كالكرامية واذا ثبت ان خبر الواحد
حجة قلنا ولما فرغ من تقسيم الحديث باعتبار قلة رواته وكثرتهم واتصاله وانفصاله شرع في تقسيمه
باعتبار حال الراوي بانه اما معروف او مجهول والمعروف اما معروف بالفقه او بالعدالة والمجهول
على خمسة انواع فقال ان كان الراوي معروفا بالفقه والتقدم في الاجتهاد كلمة في بمعنى اللام والمعنى
ان له تقدما على غيره درجة لاجل الاجتهاد كالخلفاء الراشدين والعبادلة الثلثة والعبادلة
جمع عبدل مرخم عبد الله والمراد بهم عبد الله بن مسعود وعبد الله بن عمر وعبد الله بن عباس و
قيل عبد الله بن زبير بدل عبد الله بن مسعود وقال الكرماني العبادلة اربعة عبد الله بن زبير و
عبد الله بن عباس وعبد الله بن عمر وعبد الله بن عمرو بن العاص وزيد بن ثابت ومعاذ بن جبل وابي موسى
الاشعري وعائشة رضوان الله عليهم اجمعين وغيرهم ممن اشتهر بالفقه والنظر مثل ابي بن كعب وابي الدرداء
كان حديثهم حجة يترك به القياس خلافا لمالك لان عنده القياس مقدم على خبر الواحد اذا خالفه كما
روي ان ابا هريرة لما روى مرفوعا من غسل الميت فليغتسل ومن حمله فليتوضأ (رواه ابو داود و
الترمذي وابن ماجة وابن حبان والنسائي واحمد وقال احمد لا يصح في هذا الباب شئ) قالت عائشة
او ينجس موتى المسلمين وما على رجل لو حمل عودا اخرجه ابو منصور البغدادي في كتابه من طريق محمد
ابن عمرو بن يحيى بن عبد الرحمن بن حاطب) فتأمل ونحن نقول القياس محتمل باصله في كل
وصف اذ كل وصف من اوصاف النص يحتمل ان يكون هو المؤثر في الحكم ويحتمل ان لا يكون و
خبر الواحد يقين باصله وانما الشبهة في طريق وصوله والاحتمال الثابت في الاصل اقوى من الاحتمال
الثابت في الطريق بعد اليقين بالاصل فلا يعارض الخبر وان كان الراوي معروفا بالعدالة
والحفظ والضبط دون الفقه مثل ابي هريرة وانس بن مالك رضي الله عنهما

له اشارة الى انه ليس ايراد نزه الرواية كان ابا هريرة لم يكن مجتهدا ۱۲ منه

فان وافق حديثه القياس عمل به وان خالفه لم يترك الا للضرورة وانسداد باب الرأى وذلك مثل حديث ابى هريرة فى المصراة و ان كان الراوى مجهولا

فان وافق حديثه القياس عمل به وان خالفه لم يترك الا للضرورة وانسداد باب الرأى قوله و انسداد عطف تفسيرى لقوله للضرورة والمعنى انما يترك حديث غير الفقيه اذا خالف القياس للضرورة وهى انه لو عمل بالحديث وتمت المخالفة ايضا لانسد باب القياس من كل وجه وقد امر الله تعالى بالقياس بقوله فاعتبروا يا اولى الابصار والحال ان الراوى غير فقيه ويحتمل انه نقل ذلك الحديث بالمعنى لانه كان شائعا ذائعا فيهم فيمكن انه اخطأ فيه ولم يدرك مراد رسول الله صلى الله عليه وسلم فكيف يعتمد على قوله ويترك به القياس الثابت بقوله تعالى فلهذه الضرورة تركنا هذا الحديث وعملنا بالقياس وذلك مثل حديث ابى هريرة رض فى المصراة وهو ما روى ابو هريرة ان النبى صلى الله عليه وسلم قال لا تصروا الابل والغنم فمن ابتاعها بعد ذلك فهو بخير النظرين بعد ان يحلبها ان رضيها امسكها و ان سخطها ردها وصاعا من تمر رواه مسلم وابوداؤد والتصرية تفعيل من الصرى وهو فى اللغة الجمع يقال صريت الماء وصريته اذا جمعته والمراد به فى الحديث جمع اللبن فى الضرع بالشد و ترك الحلب مدة ليحلب المشترى بعد ذلك فيغتر بكثرة لبنه ويشتريه بثمن غال فهذا الحديث مخالف للقياس من كل وجه لان القياس فى ضمان العدوانات والبياعات كلها ان يكون مقدرا بالمثل فى المثلى وبالقيمة فى ذوات القيم فضمان اللبن المشروب اما باللبن مثله واما بالقيمة ولو كان التمر قيمة فيه فينبغى ان يكون بحسب اللبن لا انه يجب صاع التمر قل اللبن او كثر فاذا لم يعمل بالحديث لكونه مخالفا للقياس فليس للمشترى ولاية الرد بسبب التصرية من غير شرط لان البيع يقتضى سلامة المبيع وبقلة اللبن لا تفوت وصف السلامة لان اللبن ثمرة وبعدمها لا ينعدم وصف السلامة فبقلتها اولى هذا عند ابى حنيفة وذهب الشافعى ومالك الى ان التصرية عيب حتى كان للمشترى الخيار ان شاء ردها وصاعا من تمر وان شاء امسكها عملا بظاهر الحديث ف اعلم ان هذا مذهب عيسى بن ابان واما عند الكرخى ومن تابعه من اصحابنا فليس فقه الراوى شرطا لتقدم الحديث على القياس بل يقبل خبر كل عدل ضابط اذا لم يكن مخالفا للكتاب و السنة المشهورة ويقدم على القياس ح هذا هو الحق المبين واليه مال اكثر العلماء وهو الماثور من الصحابة والتابعين وان كان الراوى مجهولا اى فى رواية الحديث

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

درسِ حُسامی

شرح اردو

مُنتخب الحُسامی



مؤلف

مولانا مفتی محمد یوسف صاحب تاؤلی

استاذ دار العلوم دیوبند

ناشر

ایچ ایم سعید کمپنی

ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

درسِ حُسَامی

شرح اردو

مُنتخب الحسامی

مؤلف

مولانا مفتی محمد یوسف صاحب تاؤلی

استاذ دارالعلوم دیوبند

ناشر

ایچ ایم سعید کمپنی

ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی

ملکہ رکھتا ہے تو اس کی خبر از قیاس کے مخالف ہو تو قیاس کو چھوڑ دیا جائے گا اور حدیث پر عمل ہوگا جیسے خلفاء راشدینؓ اور عبادلہ ثلاثہؓ اور یہ سارے حضرات جو یہاں مذکور ہیں ۔

اور اگر راوی میں حفظ و عدالت وغیرہ تو ہیں مگر فقہ نہیں ہے تو ان کی روایت اگر قیاس کے خلاف نہ ہو تو قابل قبول ہے اور اگر قیاس کے خلاف ہو تو بربنا ضرورت کہ قیاس کا دروازہ بند نہ ہو جائے حدیث کو چھوڑ دیا جائے گا جیسے حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیثِ مصراۃ میں ایسا ہی ہوا ہے اس کی عبارت ملاحظہ ہو ۔

واذا ثبت اَنَّ خبرَ الواحدِ حجۃٌ قلنا اِنْ کان الراوی معروفًا بالفقہِ والتقدُّمِ فی الاجتہادِ کالخلفاء الراشدین والعبادلۃِ الثلثۃِ وزیدِ بنِ ثابتٍ ومعاذِ بنِ جبلٍ وابی موسی الاشعری وعائشۃَ رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہم ممّن اشتہرَ بالفقہ والنظر کان حدیثہ حجۃً یُترکُ بہ القیاسُ وان کان الراوی معروفًا بالعدالۃِ والحفظ والضبطِ دون الفقہِ مثل ابی ھریرۃ وانس بن مالکؓ رضؓ فان وافق حدیثُہ القیاسَ عُمِلَ بہ وان خالفہ لم یُترکْ الا للضرورۃِ والسدادِ بابِ الرأیِ

ترجمہ اور جبکہ یہ بات ثابت ہوگئی کہ خبر واحد حجت ہے تو ہم کہیں گے کہ اگر راوی معروف ہو فقہ اور اجتہاد میں تقدم کے ساتھ جیسے خلفاء راشدین اور تینوں عبد اللہ اور زید بن ثابت اور معاذ بن جبل ابو موسیٰ اشعری اور عائشہ رضؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے علاوہ ان لوگوں میں سے جو فقہ و نظر کے ساتھ مشہور رہیں تو ان کی حدیث حجت ہوگی جس کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا جائے گا اور اگر راوی عدالت اور حفظ اور ضبط کے ساتھ معروف ہو نہ کہ فقہ کے ساتھ جیسے ابو ہریرہ رضؓ اور انس ابن مالکؓ پس اگر ان کی حدیث قیاس کے موافق ہو تو اس پر عمل کیا جائے گا اور اگر قیاس کے خلاف ہو تو چھوڑا نہ جائیگا مگر ضرورت کی وجہ سے اور وہ ضرورت اجتہاد کے دروازہ کا بند ہونا ہے ۔

تشریح عبادلہ ثلاثہ ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، ہیں یعنی فقہاء کے نزدیک اور محدثین کے نزدیک عبد اللہ ابن زبیر ہیں ابن مسعود کی جگہ اور باقی بدستور رہیں ۔

ممن اشتہر بالفقہ والنظر الخ جیسے حضرت ابی ابن کعبؓ اور حضرت ابو الدرداءؓ، ابو ہریرہ اور انسؓ ابن مالک کا یہ ذکر ان کی تنقیص کے لئے نہیں ہے بلکہ اس مقام پر ترک حدیث کا نکتہ بیان کرنا ہے ،

حدیث مصراۃ یہ ہے لا تصروا الابل والغنم فمن ابتاعها بعد ذلك فهو بخير النظرين بعد ان يحلبها ان رضيها امسكها وان سخطها ردها وصاعًا من تمر ۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی خریدار دھوکہ میں پھنس گیا تو اس کو اختیار رہے کہ اگر چاہے تو اسی قیمت پر جانور کو رکھ لے اور اگر ناپسند ہو تو اسے

أصول الشاشي

نظام الدين أبي علي أحمد بن محمد بن إسحاق الشاشي

المتوفى سنة ٣٤٤هـ

وبهامشه

عمدة الحواشي

شرح أصول الشاشي

للمولى محمد فيض الحسن الكنكوهي

ضبطه وصححه

عبد الله محمد الخليلي

تنبيه:

وضعنا «أصول الشاشي» في أعلى الصفحات، ووضعنا شرحه «عمدة الحواشي» في أسفل الصفحات على شكل حواشٍ، وفصلنا بينهما بخط

منشورات
محمد علي بيضون
لنشر كتب السنة والجماعة
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

القهقهة، وترك القياس. وروي حديث تأخير النساء في مسألة المحاذاة وترك القياس.

وروي عن عائشة حديث[1] القيء وترك القياس به.

وروي عن ابن مسعود حديث[2] السهو بعد السّلام وترك القياس.

والقسم الثاني من الرواة: هم المعروفون بالحفظ والعدالة دون الاجتهاد والفتوى: كأبي هريرة وأنس بن مالك.

فإذا صحّت رواية مثلهما عندك.

فإن وافق الخبر القياس فلا خفاء في لزوم العمل به.

وإن خالفه: كان[3] العمل بالقياس أولى، مثاله: ما روى أبو هريرة الوضوء ممّا

---

(١) قوله (حديث القيء) الخ... وهو ما روي أنَّه قال عليه الصلوة (من قاء أو رعف في صلوته فلينصرف وليتوضأ وليبن على صلوته ما لم يتكلم).
والقياس يقتضي أن لا يفسد الوضوء بالرعاف والقيء، لأن الخارج ليس بنجس لأنه خرج من أعلى المعدة وهو ليس بمحل النجاسة.
فإن قلت: المرة والبلغم والطعام المختلطة بها رطوبات نجسة، ولذا يتنفر عنها الطبع.
قلت لو كانت هذه الأشياء نجسة لاستوى فيها القليل والكثير كما في الدم السائل. وروي هذا الحديث عن عائشة (رض) وهي فقيهة الأمة، قال عليه السلام في شأنها (خذوا من هذه الحميراء ثلثي دينكم) والحميراء لقب عائشة رضي الله عنها.

(٢) قوله (حديث السهو) الخ... وهو قوله عليه السلام «لكل سهو سجدتان بعد السلام». والقياس يقتضي أن يسجد قبل السلام كما قال به الشافعي رح، لأنه يجبر الفائت، والجابر يقوم مقام الفائت في الصلوة، فكذا ما هو جابر بعد السلام خارج من وجه فلم يكن في الصلوة من كل الوجه.
ثم اعلم: أن المسألة مختلف فيها. فعندنا يسجد بعده، وبه قال علي، وابن مسعود، وسعد، وعمار، وابن عباس، وابن الزبير، والحسن، وإبراهيم، وابن أبي ليلى، والثَّوْري، والحسن بن صالح، ابن يحيى، وأنس وعمر بن عبد العزيز.
وعنده يسجد قبل السلام، وبه قال الليث، ومالك، وأحمد، وإسحق، والزهري والأوزاعي وغيرهم.
وقال مالك في رواية: إن كان في الزيادة فبعد السلام لحديث ذي اليدين. وإن كان بالنقصان فقبله لحديث ابن بُحينة.

(٣) قوله (كان العامل بالقياس أولى) لأنه لو عمل بالحديث في هذه الصورة أيضاً لانسد باب الرأي من كل وجه، وقد أمر الله تعالى بالقياس حيث قال ﴿فَٱعۡتَبِرُواْ يَٰٓأُوْلِي ٱلۡأَبۡصَٰرِ ۝٢﴾.
والحال: إن الراوي غير مشهور بالتَّفَقُّهْ والنقل بالمعنى كان مستفيضاً فيما بينهم، فلعل الراوي نقل الحديث بالمعنى على حسب فهمه وأخطأ ولم يدرك مراد رسول الله ﷺ، لأن الوقوف على كل ما أراده عظيم الخطر، فإنه عليه السلام أُوتي جوامع الكلم وإنما يكون الوقوف بالعلم والاجتهاد. =

مسّته النار. فقال له ابن عباس أرأيت لو توضأت بماء سخين أكنت تتوضأ منه؟ فسكت.

وإنما ردّه بالقياس إذ لو كان عنده خبر لرواه.

وعلى[1] هذا ترك أصحابنا رواية أبي هريرة في مسألة[2] المصّراة[3] بالقياس وباعتبار اختلاف أحوال الرّواة.

= فإذا لم يكن الراوي مجتهداً لم يكن واقفاً على كل ما راده صح، كيف يعتمد على قوله ويترك به القياس.
فلهذه الضرورة يترك الحديث ويعمل بالقياس وهذا ليس ازدراء بأبي هريرة واستخفافاً به حاشا وكلا بل بياناً لنكتة في هذا المقام.

(١) قوله (على هذا) أي على أن الخبر يترك بالقياس إذا لم يكن الراوي معروفاً بالفقه والاجتهاد.

(٢) قوله (في مسألة المصراة) الخ... وهو ما روى ابن هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي ﷺ أنه قال: «لا تصروا الإبل والغنم فمن ابتاعها بعد ذلك فهو بخير النظرين بعد أن يجلبها إن رضيها أمسكها وإن سخطها ردها وصاعاً من تمر» أي مكان اللبن فهو مخالف للقياس من كل وجه.
لأنهم أجمعوا على أن ضمان العدوان فيما له مثل مقدر بالمثل صورة، وفيما لا مثل له مقدر بالمثل معنى وهو القيمة، وصاع من تمر ليس بمثل اللبن لا صورة ولا معنى، فلذا تركه أصحابنا رح.
ولكن هنا رقّة قوية وهي: أنَّ هذا الحديث جاء في البخاري برواية عبد الله بن مسعود (رض) أيضاً والحال أنه معروف بالفقه والاجتهاد.
ثم اعلم أن رواية غير الفقيه إنما لا يقبل عند مخالفة القياس إذا لم تلقه الأمة بالقبول، أما إذا تلقته يقبل.
ثم اعلم أن هذا مذهب عيسى بن أبان واختاره القاضي الإمام أبو زيد رحمه الله وتابعه أكثر المتأخرين.
وأما عند الشيخ أبي الحسن الكرخي رح ومن تابعه، فيس فقه الراوي شرطاً لتقديم الخبر على القياس، بل يقبل خبر كل عدل مطلقاً بشرط إن لم يكن مخالفاً للكتاب والسنة المشهورة، لأن التغيير من الرواي بعد ثبوت عدالته وضبطه موهوم والظاهر أنه يروى كما سمع.
ولو غيره لغيّر على وجه لا يتغير المعنى، هذا هو الظاهر من أحوال الحفاظ الرواة العدول خصوصاً من الصحابة رضي الله عنهم لمشاهدتهم أحوال النصوص وهم من أهل اللسان وهو الصحيح بحسب الظاهر. وليت شعري لم أختار المصنف هذا القول بل اختاره مذهب عيسى بن أبان.

(٣) قوله (المصراة) من التصرية وهو في اللغة: الجمع، يقال: صريت الماء إذا جمعت.
والمراد في الحديث جمع اللبن في الضرع بالشدّ وترك الحلب مرة تُبَاعَ ويغتر بها المشتري أنها غزيرة اللبن.

أصول الشاشي

للإمام نظام الدين الشاشي

طبعة جديدة ملونة مصححة
بإضافة عناوين البحوث في رؤوس الصفحات

على أساس حاشية
الشيخ الحافظ محمد بركت الله اللكنوي المسمّى به

"أحسن الحواشي"

بإضافة نبذة من التعليقات الأخرى مع تخريج الأحاديث

مكتبة البشرى كراتشي باكستان

وَلَوۡ رَدُّوهُ إِلَى ٱلرَّسُولِ وَإِلَىٰٓ أُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنۡهُمۡ لَعَلِمَهُ ٱلَّذِينَ يَسۡتَنۢبِطُونَهُۥ مِنۡهُمۡۗ (النساء: ٨٣)

أصول الشاشي

للإمام نظام الدين الشاشي

المتوفى سنة ٣٢٥

على أساس حاشية الشيخ الحافظ محمد بركت الله اللكنوي
المسمى به

"أحسن الحواشي"

بإضافة نبذة من التعليقات الأخرى مع تخريج الأحاديث

مكتبة البشرى
كراتشي باكستان

وترك القياسَ به، وروى **حديثَ تأخير النساء** في مسألة المحاذاة وترك القياسَ، وروى عن عائشة رضي الله عنها **حديث القيء** وترك القياس به، وروى محمد عن ابن مسعود رضي الله عنه **حديثَ السهو** بعد السلام وترك القياسَ به.

والقسمُ الثاني من الـــرواة: هم المعروفون بالحفظِ والعدالـــة دون الاجتهاد والفتوى، كأبي هريرة وأنس بن مالك رضي الله عنهما، فإذا صحت رواية مثلهما عندك، فإن وافق الخبرُ القياس فلا خفاءَ في لزوم العَمَل به، وإن خالَفَهُ **كان العمل** بالقياس أولى.

= والقياس فيه أن لا يكون ناقضاً؛ لأن علة نقض الطهارة هي خروج النجاسة؛ لأن اتصاف البدن بالنجاسة مما ينافي اتصافه بالطهارة، وفي القهقهة ليس ذلك أي: خروج النجاسة، فترك القياس بهذا الحديث.

حديثَ تأخير النساء إلخ: وهو قول النبي ﷺ في حق محاذاة النساء للرجال: "أخروهن من حيث أخر هن الله". [الشافي: ص ٢٢١]. **حديث القيء إلخ:** وهو ما روي أنه قال عليه السلام: "من قاء أو رعف في صلاة فلينصرف وليتوضأ، وليبن على صلاته ما لم يتكلم"، والقياس يقتضي أن لا يفسد الوضوء بالرعاف والقي؛ لأن الخارج ليس بنجس؛ لأنه خرج من أعلى المعدة وهو ليس بمحل النجاسة.

حديثَ السهو إلخ: وهو قوله عليه السلام: "لكل سهو سجدتان بعد السلام"، والقياس يقتضي أن يسجد قبل السلام كما قال به الشافعي رحمه الله؛ لأنه يجبر الفائت، والجابر يقوم مقام الفائت في الصلاة، فكذا ما هو جابر، وبعد السلام خارج من وجه فلم يكن في الصلاة من كل الوجه، ثم اعلم أن المسألة مختلف فيها، فعندنا يسجد بعده، وبه قال علي، وابن مسعود، وسعد، وعمار، وابن عباس، وابن زبير، والحسن، وإبراهيم، وابن أبي ليلى، والثوري، والحسن بن صالح بن حيي، وأنس، وعمر بن عبد العزيز، وعنده: يسجد قبل السلام وبه قال الليث، ومالك، وأحمد، وإسحاق، والزهري، والأوزاعي وغيرهم، وقال مالك في رواية: إن كان في الزيادة فبعد السلام بحديث ذي اليدين، وإن كان بالنقصان فقبله؛ لحديث ابن بحينة كذا في "الحصول".

كان العمل إلخ: لأن الشبهة تمكنت في رواية غير الفقيه من وجهين: أحدهما: شبهة الاتصال بنا، والثاني: شبهة الغلط في النقل، فـــإن نقل الحـــديث بالمعنى كان شائعاً بين الصحابة رضي الله عنهم، وغير الفقيه يحتمل أن ينقل بعبارته ولا ينتظم تلك العبارة ما انتظم به عبارة النبي ﷺ من المعاني بقصور دركها إذا نقل بالمعنى لا يتحقق إلا بعد فهم =

مثاله: ما روى أبو هريرة ﷺ الوضوء ممّا مسّته النار، فقال له ابن عباس ﷺ: أرأيتَ لو توضّأت بماءٍ سخين أكنت تتوضّأ منه" فسكت* (أبوهريرة)، وإنما رده بالقياس؛ إذ لو كان (ابن عباس) عنده خبرٌ لرواه. وعلى هذا ترك أصحابنا رواية أبي هريرة في مسألة "المصراة" ** بالقياس.

= المعنى، فيتمكن فيه شبهة في متن الخبر بعد ما تمكنت شبهة في الاتصال، بخلاف القياس، فإن الشبهة فيه ليست إلا في الوصف الذي هو أصل القياس كذا في "المعدن". وعلى هذا إلخ: أي على أن الخبر يترك بالقياس إذا لم يكن الراوي معروفاً بالفقه والاجتهاد.

في مسألة المصراة إلخ: المصراة من التصرية وهو في اللغة: الجمع، يقال: صريت الماء إذا جمعت، والمراد في الحديث جمع اللبن في الضرع بالشد وترك الحلب مرة تباع ويغتر بها المشتري أنها غزيرة اللبن. [عمدة الحواشي: ص ١٧٥] وهو ما روى أبو هريرة ﷺ عن النبي ﷺ أنه قال: "لا تصروا الإبل والغنم فمن ابتاعها بعد ذلك فهو بخير النظرين بعد أن يحلبها إن رضيها أمسكها وإن سخطها ردها وصاعاً من تمر أي: "مكان اللبن" فهو مخالف القياس من كل وجه؛ لأنهم أجمعوا على أن ضمان العدوان فيما له مثل مقدر بالمثل صورة، وفيما لا مثل له مقدر بالمثل معنى وهو القيمة، وصاع من تمر ليس بمثل للبن لا صورة ولا معنى، ولذا تركه أصحابنا، ولكن ههنا دقة قوية، وهي: أن هذا الحديث جاء في البخاري برواية عبد الله بن مسعود ﷺ أيضاً، والحال أنه معروف بالفقه والاجتهاد، ثم اعلم أن رواية غير الفقيه إنما لا يقبل عنه مخالفة القياس إذا لم تلقته الأمة بالقبول، أما إذا تلقته يقبل، ثم اعلم أن هذا مذهب عيسى بن أبان واختاره القاضي الإمام أبو زيد ﷺ وتابعه أكثر المتأخرين، وأما عند الشيخ أبي الحسن الكرخي ﷺ ومن تابعه، فليس فقه الراوي شرطاً لتقديم الخبر على القياس، بل يقبل خبر كل عدل مطلقاً بشرط إن لم يكن مخالفاً للكتاب والسنة المشهورة؛ لأن التغيير من الراوي بعد ثبوت عدالته وضبطه موهوم، والظاهر أنه يروي كما سمع ولو غيره بغير على وجه لا يتغير المعنى هذا هو الظاهر من أحوال الحفاظ =

* أخرجه الترمذي في باب ما جاء في الوضوء مما غيرت النار رقم: ٧٩، والنسائي في باب الوضوء مما غيرت النار، رقم: ١٧٤، وابن ماجه في باب الوضوء مما غيرت النار رقم: ٤٨٥، عن أبي هريرة ﷺ بألفاظ مختلفة.

** أخرجه البخاري في باب إن شاء رد المصراة وفي حلبتها صاع من تمر، رقم: ٢٠٤٤ ومسلم في باب حكم بيع المصراة، رقم: ١٥٢٤، والترمذي في باب ما جاء في المصراة رقم: ١٢٥١، وأبو داود في باب من اشترى مصراة فكرهها، رقم: ٣٤٤٣، والنسائي في باب النهي عن المصراة رقم:٤٤٨٧، عن أبي هريرة ﷺ.

أصول الشاشي

(مختصر في أصول الفقه الإسلامي)

تأليف

الإمام الفقيه نظام الدين الشاشي

(من رجال القرن السابع الهجري)

مع مقدمة

لفضيلة الشيخ العلامة الفقيه يوسف القرضاوي

حققه وراجع نصوصه وعلق عليه

الأستاذ محمد أكرم الندوي



(مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيرًا يُفقِّهْهُ فِي الدِّين)

أُصُولُ الشَّاشِي

(مختصرٌ في أصُولِ الفِقهِ الإسْلامي)

تـأليف

الإمام الفقيه نظام الدّين الشاشي

(مِن رِجالِ القَرنِ السّابع الهِجري)

مَع مُقَـدِّمَة

لفضيلة الشيخ العلّامة الفقيه يوسُف القرضاوي

حَقّقهُ وَراجَعَ نصُوصَهُ وَعلّقَ عَليه

الأستاذ محمّد أكرَم النّدوي



وروى[1] عن ابن مسعود حديث السهو بعد السلام وترك القياس به[2].

٢- والقسم الثاني من الرواة (هم المعروفون)[3] بالحفظ والعدالة دون الاجتهاد والفتوى كأبي هريرة[4] وأنس بن مالك[5] رضي الله عنهما.

انظر ترجمتها في: سير أعلام النبلاء ٢: ١٣٥-٢٠١، وحلية الأولياء ٢: ٤٣، وأسد الغابة ٧: ١٨٨، والإصابة ١٣: ٣٨، وشذرات الذهب ١: ٦١-٦٣.

٦ مر تخريجه.

١ ش: وروى محمد.

٢ وهو الحديث الذي رواه علقمة أن ابن مسعود سجد سجدتي السهو بعد السلام، وذكر أن النبي صلى الله عليه وسلم فعل ذلك.
أخرجه ابن ماجة في الصلاة، باب ما جاء في من سجدها بعد السلام.

٣ ش: المعروفين، هم قوم معروف.

٤أبو هريرة عبد الرحمن بن صخر، الإمام الفقيه المجتهد الحافظ الدوسي اليماني، سيد الحفاظ الأثبات، حمل عن النبي صلى الله عليه وسلم علماً كثيراً طيباً مباركاً فيه، وحدث عنه خلق كثير من الصحابة والتابعين، قال البخاري: روى عنه ثمان مئة أو أكثر، قال أبوصالح: كان أبوهريرة من أحفظ الصحابة، وقال الشافعي: أبوهريرة أحفظ من روى الحديث في دهره، وعن ابن عمر أنه قال: يا أبا هريرة كنت ألزمنا لرسول الله صلى الله عليه وسلم، وأعلمنا بحديثه،

ولم يُحْسن المؤلف وغيره من فقهاء الحنفية إذ لم يعدوا أباهريرة رضي الله عنه من أصحاب الفتيا والاجتهاد، قال الذهبي ردّ عليهم: هذا لا شيء، بل احتج المسلمون قديماً وحديثاً بحديثه لحفظه وجلالته وإتقانه وفقهه، وناهيك أن مثل ابن عباس يتأدب معه، ويقول: أفت يا أباهريرة، وقال الذهبي: وقد عمل الصحابة فمن بعدهم بحديث أبي هريرة في مسائل كثيرة تخالف القياس، كما عملوا كلهم بحديثه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: لاتنكح المرأة على عمتها ولا خالتها، وعمل أبوحنيفة والشافعي وغيرهما بحديثه عن النبي صلى الله عليه وسلم أن من أكل ناسياً فليتم صومه، مع أن القياس عند أبي حنيفة أنه يفطر، فترك القياس بخبر أبي هريرة، بل قد ترك أبوحنيفة القياس لما هو دون حديث أبي هريرة في مسألة القهقهة لذاك الخبر المرسل. وقال الذهبي: وقد كان أبوهريرة وثيق الحفظ، ما علمنا أنه أخطأ في حديث، مات سنة تسع وخمسين.

فإذا صحت رواية مثلهما عندك، فإن وافق الخبر القياس فلا خفاء في لزوم العمل به،
وإن خالفه كان العمل بالقياس أولى.

مثاله[1]:

ما[2] روى أبوهريرة رضي اللّه عنه: الوضوء مما مسته النار، فقال له[3] ابن عباس: أرأيت لو توضأت بماء سخين أكنت تتوضأ[4] منه؟

وذكر العلامة المحدّث الفقيه محمد عبد الحي اللكنوي أبا هريرة رضي اللّه عنه من الصحابة المكثرين إفتاءً، وقال: "وبهذا يُردُّ على من قال من أصحاب الأصول الحنفيّة: إن أبا هريرة لم يكن فقيهًا، فإنه قد عُدَّ من المفتين في العهد النبوي وبعده، ولايُفتي في ذلك الزمان إلا الفقيه، وقد أنكر هذا القولَ من أصحابنا أيضًا ابنُ الهمام محمد بن عبد الواحد، مؤلّف "فتح القدير" في كتابه "تحرير الأصول". (ظفر الأماني بشرح مختصر السيد الشريف الجرجاني، بتحقيق شيخنا عبد الفتاح أبو غدة ص ٥٤٣).
انظر ترجمته في: سير أعلام النبلاء ٢: ٥٧٨-٦٣٢، وحلية الأولياء ١: ٣٧٦-٣٨٥، وأسد الغابة ٦: ٣١٨، والإصابة ١٢: ٦٣، وشذرات الذهب ١: ٦٣.

٥ أنس بن مالك بن النضر، الإمام المفتي، المقرئ المحدث، راوية الإسلام، أبو حمزة الأنصاري الخزرجي المدني، خادم رسول اللّه صلى اللّه عليه وسلم، وآخر أصحابه موتاً، روى عن النبي صلى اللّه عليه وسلم علماً جمّاً، وقد سرد المزي نحو مأتي نفس من الرواة عن أنس، صحب أنس النبي صلى اللّه عليه وسلم أتم الصحبة، ولازمه أكمل الملازمة منذ هاجر إلى أن مات، وغزا معه غير مرة، وبايع تحت الشجرة، قال أبوهريرة: ما رأيت أحداً أشبه بصلاة رسول اللّه صلى اللّه عليه وسلم من ابن أم سليم، يعني أنساً، وعن ثمامة قال: كان أنس يصلي حتى تفطّر قدماه مما يطيل القيام رضي اللّه عنه، مات سنة ثلاث وتسعين.
انظر ترجمته في: سير أعلام النبلاء ٣: ٣٩٥-٤٠٦، وأسد الغابة ١: ١٥١، والإصابة ١: ٥١، وشذرات الذهب ١: ١٠٠-١٠١.

[1] سقط من: ش.

[2] ش: كما.

[3] "له" سقط من: ر، ش.

فسكت[1]،

وإنما رده بالقياس، إذ لو كان عنده خبر لرواه،

وعلى هذا ترك أصحابنا رواية أبي هريرة في مسألة المصراة[2] بالقياس[3].

[شروط العمل بخبر الواحد]:

وباعتبار أحوال الرواة قلنا: شرط العمل بخبر الواحد:

١- أن لايكون مخالفاً للكتاب،

٢- والسنة المشهورة،

٣- وأن لايكون مخالفاً للظاهر.

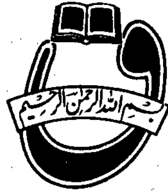
---

٤ ر، ش: متوضياً.

١ أخرجه الترمذي في كتاب الطهارة، باب ما جاء في الوضوء مما غيرت النار، وابن ماجة في كتاب الطهارة، باب الوضوء مما غيرت النار، وأبوداود في كتاب الطهارة، باب التشديد في ذلك.

٢أخرج البخاري في كتاب البيوع، باب إن شاء رد المصراة وفي حلبتها صاع من تمر، عن ثابت مولى عبد الرحمن بن زيد أنه سمع أباهريرة يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من اشترى غنماً مصراة، فاحتلبها، فإن رضيها أمسكها، وإن سخطها، ففي حلبها صاع من تمر، ومسلم في كتاب البيوع، باب حكم بيع المصراة، وأبوداود في كتاب البيوع، باب من اشترى مصراة فكرهها، والترمذي في كتاب البيوع باب ما جاء في المصراة، والنسائي في كتاب البيوع، باب النهي عن المصراة، والدارمي في كتاب البيوع، باب في المحفلات، وغيرهم.

٣وهذا من أكبر التناقض أن يتركوا حديثاً مرفوعًا متصلاً صحيح الإسناد لمخالفته القياس، ثم يأتون إلى خبر مرسل في مسألة القهقهة ويتركون به القياس، وهم لايعرفون من رواه عن النبي صلى الله عليه وسلم، فضلاً عن أن يعرفوا أكان الراوي فقيهاً أم غير فقيه، فيا للعجب، اللّهم إلا أن يقال: عملوا بالخبر المرسل في مسألة القهقة في أمر تعبدي لاسبيل للقياس إليه.



نحمد الله تعالیٰ علی طبع المتن المتین فی اصول الفقه والدین المسمےٰ بالخمسین المشهور ب

أُصُولُ الشَّاشِی

مع

أَحْسَنُ الْحَوَاشِی

قال العلامة اللکنوی رحمه الله :

"امّا المختصر فی علم الأصول المعروف باصول الشاشی المتداول فی زماننا.... فذکر صاحب الکشف أن اسمه "الخمسین" وأنه لنظام الدین الشاشی، قیل کان سنّ المصنف لما صنّفه خمسین سنة فسمّاه به".

(الفوائد البهیة، ص ۲۴۴)

النّاشر

قدیمی کتب خانه - مقابل آرام باغ - کراچی

بهذا الشرط ثم الراوي في الاصل قسمان معروف بالعلم والاجتهاد كالخلفاء الاربعة وعبد الله بن مسعود وعبد الله بن عباس وعبد الله بن عمر وزيد بن ثابت ومعاذ بن جبل وامثالهم رضي الله تعالى عنهم فاذا صحت عندك روايتهم عن رسول الله عليه الصلوة والسلام يكون العمل بروايتهم اولى من العمل بالقياس ولهذا روى محمد حديث الاعرابي الذي كان في عينه سوء في مسئلة القهقهة وترك القياس به وروى حديث تاخير النساء في مسئلة المحاذاة وترك القياس به وروى عن عائشة حديث القيء وترك القياس به وروى عن ابن مسعود حديث السهو بعد السلام وترك القياس به والقسم الثاني من الرواة هم المعروفون بالحفظ والعدالة دون الاجتهاد والفتوى كابي هريرة وانس بن مالك فاذا صحت رواية مثلهما عندك فان وافق الخبر القياس فلا خفاء في لزوم العمل به وان خالفه كان العمل بالقياس اولى مثاله ما روى ابو هريرة رض الوضوء مما مسته النار فقال له ابن عباس ارأيت لو توضأت بماء سخين اكنت تتوضأ منه فسكت وانما رده بالقياس اذ لو كان عنده خبر لرواه وعلى هذا ترك اصحابنا رواية ابي هريرة

بحث تقسيم الراوي على قسمين

في مسئلة المصراة بالقياس وباعتبار اختلاف احوال الرواة قلنا
شرط العمل بخبر الواحد ان لا يكون مخالفا للكتاب والسنة المشهورة
وان لا يكون مخالفا للظاهر قال عليه السلام تكثر لكم الاحاديث بعدي
فاذا روي لكم عني حديث فاعرضوه على كتاب الله فما وافق فاقبلوه
وما خالف فردوه وتحقيق ذلك فيما روي عن علي بن ابي طالب انه
قال كانت الرواة على ثلثة اقسام مؤمن مخلص صحب رسول الله صلى الله
عليه وسلم وعرف معنى كلامه واعرابي جاء من قبيلة فسمع بعض ما سمع
ولم يعرف حقيقة كلام رسول الله صلى الله عليه وسلم فرجع الى قبيلته فروى
بغير لفظ رسول الله صلى الله عليه وسلم فتغير المعنى وهو يظن ان
المعنى لا يتفاوت ومنافق لم يعرف نفاقه فروى ما لم يسمع
وافترى فسمع منه اناس فظنوه مؤمنا مخلصا فرووا ذلك
واشتهر بين الناس فلهذا المعنى وجب عرض الخبر على الكتاب
والسنة المشهورة ونظير العرض على الكتاب في حديث مس الذكر
فيما يروى عنه من مس ذكره فليتوضأ فعرضناه على الكتاب
فخرج مخالفا لقوله تعالى فيه رجال يحبون ان يتطهروا فانهم

بحث شرط العمل بخبر الواحد

ولم يلتفت الى غيره ١٢ احسن الحواشي

اُصُولُ الشّاشی رحمہ اللہ

فی اُصُولِ الفِقہ

اردو

اصول فقہ کی مشہور کتاب اصول الشاشی کا مستند اردو ترجمہ



تصنیف

حضرت علامہ نظام الدین شاشی

رحمۃ اللہ علیہ



ترجمہ

جناب مولانا محمد مشتاق احمد انبیہٹوی رحمہ اللہ

مکتبۃ العلم

اردو بازار، لاہور

(042) 37211788

اور عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، زید بن ثابت، معاذ بن جبل اور جو ان کے درجہ کے ہیں، راضی ہوا اللہ ان سب سے۔ پس جب ان کی روایت رسول اللہ ﷺ تک صحیح اسناد سے ثابت ہو ان کی روایت پر عمل کرنا مقدم ہے۔ قیاس کو ان کے مقابلہ میں چھوڑ دینا چاہیے۔ اسی واسطے امام محمدؒ نے اس اعرابی کی حدیث کو روایت کیا جس کی آنکھ میں نقصان تھا۔ مسئلہ قہقہہ میں اور حکم دے دیا کہ جو نمازی بالغ بحالتِ نماز بلند آواز سے ہنسے اور قہقہہ کرے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اور قیاس پر عمل نہیں کیا۔

اور امام محمدؒ نے مسئلہ محاذات میں حدیث تاخیر صفت مستورات کو روایت کیا، قیاس پر عمل نہیں کیا۔ مسئلہ محاذات یہ ہے کہ ایک صفت میں ایک نماز کی نیت سے بالغہ عورت اور مرد بلا حائل کسی چیز کے ایک دوسرے کے پاس کھڑے ہوں۔ اس صورت میں مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

اور امام محمدؒ نے سلام کے بعد سجدۂ سہو کرنے کی حدیث روایت کر کے اس پر عمل کیا اور قیاس کو چھوڑ دیا۔ دوسری قسم کے راوی وہ ہیں جو حافظہ کے اچھے ہونے اور عادل ہونے میں تو مشہور ہیں مگر اجتہاد اور فتویٰ دینے کا درجہ نہ رکھتے ہوں جیسے ابی ہریرہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما ہیں۔ ان جیسے راویوں کی روایت صحیح ہونے پر اگر وہ قیاس کے موافق ہے تو یقیناً اس پر عمل کرنا لازم ہے اور اگر قیاس کے مخالف ہے تو قیاس پر عمل کرنا بہتر ہوگا۔ مثلاً حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کی: الوضوء مما مست النار: "آگ کی پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو از سر نو کرنا چاہیے"۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے ابو ہریرہؓ سے کہا: بھلا بتاؤ تو اگر تم گرم پانی سے وضو کرو تو پھر اس کے بعد اور وضو جدید کرو گے؟ ابو ہریرہؓ خاموش ہو گئے اور عبداللہ بن عباسؓ نے اس موقعہ پر قیاس ہی کو پیش کیا کیونکہ اگر اس باب میں ان کے پاس کوئی حدیث ہوتی تو اس کو پیش کرتے۔ اسی واسطے علماء حنفیہ نے مسئلہ مصراۃ میں قیاس کے مقابلہ میں حدیثِ ابی ہریرہؓ پر عمل نہیں کیا۔

عنوانات، فہرست، تسہیل،
کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ

اجمل الحواشی

علیٰ

اصول الشاشی

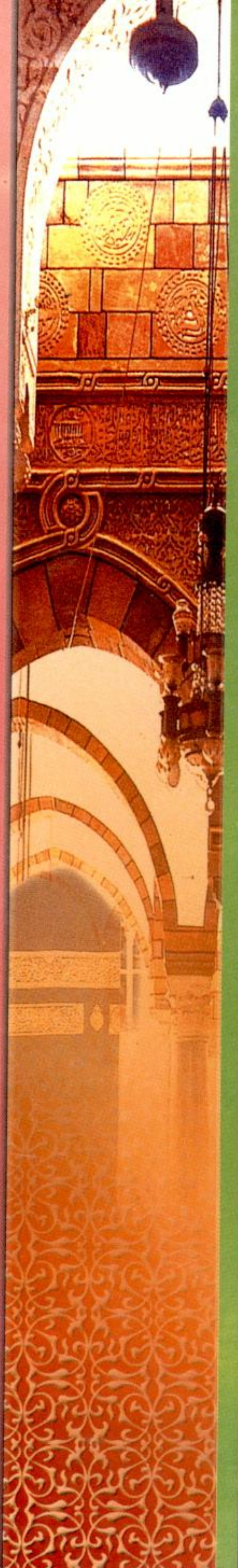
تالیف

حضرت مولانا جمیل احمد سکروڈھوی
استاذ دار العلوم (وقف) دیوبند

تسہیل و عنوانات

مولانا محمد شفیق صاحب
فاضل جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

دار الاشاعت کراچی



اضافہ عنوانات، فہرست، تسہیل، کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ پہلی بار

اجمل الحواشی

علیٰ

اصول الشاشی

تالیف

حضرت مولانا جمیل احمد سکروڈھوی

استاذ دارالعلوم (وقف) دیوبند

تسہیل وعنوانات

مولانا محمد شفیق صاحب

فاضل جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

دارالاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ

کراچی پاکستان 2213768

مِـمَّامَسَّتْهُ النَّارُ فَقَالَ لَهُ اِبْنُ عَبَّاسٍؓ اَرَأَيْتَ لَوْ تَوَضَّأْتَ بِمَاءٍ سَخِيْنٍ اَكُنْتَ تَتَوَضَّأُ مِنْهُ فَسَكَتَ وَاِنَّمَا رَدَّهُ بِالْقِيَاسِ اِذْ لَوْ كَانَ عِنْدَهُ خَبَرٌ لَرَوَاهُ وَعَلٰى هٰذَا تَرَكَ اَصْحَابُنَاؒ رِوَايَةَ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ فِيْ مَسْئَلَةِ الْمُصَرَّاةِ بِالْقِيَاسِ.

ترجمہ:.........اور راویوں کی دوسری قسم وہ حضرات ہیں جو حفظ اور عدالت کے ساتھ معروف ہیں نہ کہ اجتہاد اور فتویٰ کے ساتھ جیسے ابو ہریرہؓ، انس بن مالکؓ۔ پس اگر ان جیسوں کی روایت تیرے پاس بطریق صحت پہنچ جائے پس اگر خبر قیاس کے موافق ہوگی تو اس پر عمل کے لازم ہونے میں کوئی خفاء نہیں ہے اور اگر خبر قیاس کے مخالف ہے تو قیاس پر عمل کرنا اولیٰ ہے اس کی مثال وہ ہے جس کو ابو ہریرہؓ نے روایت کیا ہے کہ آگ نے جس چیز کو چھولیا (اس کے کھانے سے) وضو (واجب) ہوگا۔ پس ابن عباسؓ نے ابو ہریرہ سے کہا آپ بتائیے اگر آپ گرم پانی سے وضو کریں تو کیا آپ اس سے بھی وضو کریں گے پس ابو ہریرہ نے سکوت اختیار کیا اور ابن عباس نے قیاس سے حدیث ابی ہریرہ کو رد کر دیا اگر ابن عباس کے پاس حدیث ہوتی تو اس کو ضرور روایت کرتے۔ اور اسی بناء پر ہمارے علماء نے مصرات کے مسئلہ میں حدیث ابی ہریرہؓ کو قیاس کی وجہ سے ترک کر دیا۔

تشریح:.........راوی کی دو قسموں میں سے دوسری قسم یہ ہے کہ حدیث کے راوی ایسے حضرات صحابہ ہوں جن کا حفظ اور عدالت تو معروف اور مشہور ہو لیکن ان کا فقیہ اور مجتہد ہونا معروف اور مشہور نہ ہو جیسے حضرت ابو ہریرہؓ، انس بن مالکؓ، عقبہ بن عامرؓ ان حضرات کی حدیث کے بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ اگر ان کی حدیث بطریق صحت ثابت ہو تو دیکھا جائے گا حدیث قیاس کے موافق ہے یا مخالف، اگر موافق ہے تو بلاشبہ حدیث پر عمل کیا جائے گا اور اگر مخالف ہے تو اس صورت میں قیاس پر عمل کرنا اولیٰ ہوگا مثلاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ جب ابو ہریرہؓ نے یہ حدیث بیان کی تو ابن عباسؓ نے کہا یہ بتائیے اگر آپ گرم پانی سے وضو کریں تو کیا دوبارہ سادہ پانی سے وضو کرنا واجب ہوگا۔ ابن عباسؓ کا منشاء یہ تھا کہ اگر آگ کو نقض وضو میں دخل ہے تو اگر کوئی باوضو آدمی دوبارہ گرم پانی سے وضو کرلے تو اسکا وضو ٹوٹ جانا چاہئے، یا وضو کرنے کے بعد گرم تیل لگائے تو اس کا وضو ٹوٹ جانا چاہئے حالانکہ اس صورت میں نقض وضو کے آپ بھی قائل نہیں ہیں۔ ابو ہریرہؓ نے ابن عباسؓ کے قیاس کو سن کر سکوت اختیار کیا اور ابن عباسؓ نے ابو ہریرہ کی حدیث کو مخالف قیاس ہونے کی وجہ سے رد فرما دیا۔ صاحب اصول الشاشی فرماتے ہیں کہ اگر ابن عباسؓ کے پاس حدیث ابی ہریرہؓ کے مخالف کوئی حدیث ہوتی تو وہ اس موقعہ پر اس کو ضرور روایت کرتے کیونکہ حدیث کو حدیث کے ذریعہ رد کرنا اقویٰ ہے۔ پس حضرت ابن عباس کا کوئی حدیث روایت نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے پاس حدیث ابو ہریرہ کے خلاف کوئی حدیث نہیں ہے۔ الحاصل اس واقعہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ غیر فقیہ کی حدیث اگر قیاس کے مخالف ہو تو اسکو رد کر دیا جائے گا اور قیاس پر عمل کیا جائے گا۔

صاحب اصول الشاشی فرماتے ہیں کہ اس ضابطہ پر کہ راوی حدیث صحابی اگر فقہ اور اجتہاد کے ساتھ معروف نہ ہو تو اس کی حدیث کو قیاس کی وجہ سے ترک کر دیا جائیگا۔ علماء احناف نے کہا کہ مصرات کے مسئلہ میں ابو ہریرہ کی حدیث کو قیاس کی وجہ سے ترک کر دیا جائے گا۔ حدیث مصرات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اونٹنی اور بکری کے تھنوں میں دودھ مت روکو، پس جس نے ایسی اونٹنی یا بکری کو خریدا تو دودھ نکالنے کے بعد اس کو دو باتوں کا اختیار ہے اگر مشتری اس پر راضی ہو جائے تو اس کو روک لے اور اگر راضی نہ ہو تو اس کو واپس کر دے اور ایک صاع تمر واپس کر دے۔ تصریہ، کہتے ہیں جانور کے تھنوں میں دودھ روکنا۔ مصرات وہ جانور کہلاتا ہے جس کے



باسمه سبحانه وتعالیٰ

مَن یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیرًا یُّفَقِّھْهُ فِی الدِّین (بخاری ومسلم)

اجودُ الحواشی

اُردو شرح

اُصولُ الشاشی

اعرابِ عبارت وترجمہ، اصولِ فقہ کے مسائل کا خلاصہ تجزیہ عبارت کے عنوان سے تشریح عبارت کے تحت ائمہ کرامؒ کے اختلافی مسائل مع ادلّہ، فوائدِ نافعہ واعتراضات وجوابات

تالیف

حضرت مولانا محمد اصغر علی صاحب

استاذ الحدیث

جامعہ اسلامیہ عربیہ

مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

باسمه سبحانه وتعالیٰ

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ (بخاری ومسلم)

اجود الحواشی

اردو شرح

اصول الشاشی

اعرابِ عبارت وترجمہ، اصولِ فقہ کے مسائل کا خلاصہ تجزیہ عبارت کے عنوان سے
تشریح عبارت کے تحت ائمہ کرامؒ کے اختلافی مسائل مع ادلہ، فوائدِ نافعہ واعتراضات وجوابات

تالیف

حضرت مولانا محمد اصغر علی صاحب

استاذ الحدیث

جامعہ اسلامیہ عربیہ

مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

اِخْتِلَافِ اَحْوَالِ الرُّوَاةِ قُلْنَا شَرْطُ الْعَمَلِ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ اَنْ لَّا يَكُوْنَ مُخَالِفًا لِكِتَابِ وَالسُّنَّةِ الْمَشْهُوْرَةِ وَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ مُخَالِفًا لِلظَّاهِرِ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ "تَكْثُرُ لَكُمُ الْاَحَادِيْثُ بَعْدِيْ فَاِذَا رُوِيَ لَكُمْ حَدِيْثٌ فَاعْرِضُوْهُ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ فَمَا وَافَقَ فَاقْبَلُوْهُ وَمَا خَالَفَ فَرُدُّوْهُ" وَتَحْقِيْقُ ذَالِكَ فِيْمَا رُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اَنَّهٗ قَالَ كَانَتِ الرُّوَاةُ عَلٰى ثَلَاثَةِ اَقْسَامٍ مُؤْمِنٌ مُخْلِصٌ صَحِبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَعَرَفَ مَعْنٰى كَلَامِهٖ وَاَعْرَابِيٌّ جَاءَ مِنْ قَبِيْلَةٍ فَسَمِعَ بَعْضَ مَا سَمِعَ وَلَمْ يَعْرِفْ حَقِيْقَةَ كَلَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَرَجَعَ اِلٰى قَبِيْلَتِهٖ فَرَوٰى بِغَيْرِ لَفْظِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَتَغَيَّرَ الْمَعْنٰى وَهُوَ يَظُنُّ اَنَّ الْمَعْنٰى لَا يَتَفَاوَتُ وَمُنَافِقٌ لَمْ يُعْرَفْ نِفَاقُهٗ فَرَوٰى مَا لَمْ يَسْمَعْ وَافْتَرٰى فَسَمِعَ مِنْهُ اُنَاسٌ فَظَنُّوْهُ مُؤْمِنًا مُخْلِصًا فَرَوَوْا ذَالِكَ وَاشْتَهَرَ بَيْنَ النَّاسِ فَلِهٰذَا الْمَعْنٰى وَجَبَ عَرْضُ الْخَبَرِ عَلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ الْمَشْهُوْرَةِ

ترجمہ: اور راویوں کی دوسری قسم وہ ہے جو حفظ اور عدالت کے ساتھ مشہور ہوں نہ کہ اجتہاد اور فتوی کے ساتھ جیسے حضرت ابو ہریرۃؓ اور حضرت انس بن مالکؓ، پس اگر ان جیسے راویوں کی روایت تیرے ہاں صحیح طور پر ثابت ہو جائے، پس اگر وہ خبر قیاس کے مطابق ہو تو اس پر عمل کے لازم ہونے میں کوئی خفا نہیں اور اگر وہ خبر قیاس کے مخالف ہو تو قیاس پر عمل کرنا اولیٰ ہے اس کی مثال وہ حدیث ہے جس کو حضرت ابو ہریرۃؓ نے روایت کیا ہے کہ وضو واجب ہوتا ہے اس چیز (کے کھانے پینے) سے جس چیز کو آگ نے چھوا ہو، تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت ابو ہریرۃؓ سے فرمایا کہ آپ بتائیں کہ اگر آپ گرم پانی سے وضو کریں تو کیا آپ اس سے بھی وضو کریں گے پس حضرت ابو ہریرۃؓ نے سکوت اختیار کیا اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے قیاس سے حدیثِ ابی ہریرۃؓ کو رد کر دیا اور اگر ابن عباسؓ کے پاس کوئی حدیث ہوتی تو وہ اس کو ضرور روایت کرتے، اور اسی بنا پر ہمارے علماء نے مصراۃ کے مسئلے میں حضرت ابو ہریرۃؓ کی حدیث کو قیاس کی وجہ سے ترک کر دیا ہے۔ اور راویوں کے احوال مختلف ہونے کے اعتبار سے ہم احناف نے کہا ہے کہ خبر واحد پر عمل کی شرط یہ ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنتِ مشہورہ کے خلاف نہ ہو اور یہ کہ وہ ظاہر حال کے مخالف نہ ہو، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد تمہارے پاس احادیث بہت زیادہ آئیں گی جب تمہارے سامنے مجھ سے کوئی حدیث روایت کی جائے تو تم اس حدیث کو کتاب اللہ پر پیش کرو پس جو حدیث کتاب اللہ کے موافق ہو اس پر عمل کرو اور جو کتاب اللہ کے مخالف ہو اس کو رد کر دو۔

اور راویوں کے اختلافِ احوال کی تحقیق اس روایت میں ہے جو حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ راوی تین قسم پر ہیں، پہلی قسم وہ مخلص مؤمن جس کو حضور اقدس ﷺ کی صحبت حاصل ہوئی ہو اور اس نے آپ کے کلام کے معنی کو سمجھا، اور دوسری قسم وہ دیہاتی جو کسی قبیلہ سے آیا اور رسول اللہ ﷺ سے کچھ سنا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے کلام کی حقیقت کو نہیں سمجھا پھر قبیلہ کی طرف واپس چلا گیا اور رسول اللہ ﷺ کے لفظوں کے علاوہ کے ساتھ روایت کیا پس معنی بدل گئے اور وہ خیال کرتا ہے کہ معنی تبدیل نہیں ہوئے، اور تیسری قسم وہ منافق جس کا نفاق معلوم نہیں تھا پس اس نے بغیر سنی ہوئی بات روایت کی اور جھوٹ بولا پھر اس سے کچھ لوگوں نے سنا اور اس کو مخلص مؤمن شمار کیا پس اس کو روایت کر دیا اور وہ روایت لوگوں کے درمیان مشہور ہو گئی پس اس معنی کی وجہ سے خبر واحد کو کتاب اللہ اور سنت مشہورہ پر پیش کرنا واجب ہے۔

ہے جو حکمتوں سے بھرا ہوا وہ خزانہ ہاتھ میں آ گیا
وہ رفیقِ درس ملا مجھے سبھی ہمسروں پہ جو چھا گیا

محقق و مدلّل

نجوم الحواشی

شرح اردو

اُصُولُ الشّاشِی

تالیف

حسین احمد ہردواری مدرس دارالعلوم دیوبند

مکتبہ رحمانیہ
اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ
اردو بازار۔ لاہور

ہے جو حکمتوں سے بھرا ہوا وہ خزانہ ہاتھ میں آگیا
وہ رفیقِ درس بلا مجھے سبھی ہمسروں پہ جو چھا گیا

محقّق ومدلّل

نجوم الحواشی

شرح اردو

اصول الشاشی

حسب ہدایت
فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا سید ارشد صاحب مدنی
استاذ حدیث وناظم تعلیمات دار العلوم دیوبند

تالیف
حسین احمد ہردواری
مدرس دار العلوم دیوبند

ناشر
مکتبہ رحمانیہ
اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

اختیاری مطالعه

مسلکِ امام مالکؒ، امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر خبر واحد قیاس کے مخالف ہو تو خبر واحد کو ترک کر دیا جائے گا اور وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ خبر واحد میں تو شبہات کثیرہ ہیں مثلاً راوی کو سہو ہو جانا یا اس سے غلطی سرزد ہو جانا یا اس کا کاذب ہونا اور قیاس میں صرف ایک شبہ ہے یعنی شبهة الخطاء اور یہ بات ظاہر ہے کہ جس چیز میں صرف ایک ہی شبہ ہو وہ اس سے مقدم ہے جس میں شبہاتِ کثیرہ ہوں، لہٰذا قیاس جس میں فقط ایک شبہ ہے مقدم ہوگا، اس خبر واحد پر جو قیاس کے خلاف ہے اور اس میں شبہات کثیرہ موجود ہیں مگر ہماری دلیل اجماع صحابہ ہے کہ وہ حضرات حدیث کے سامنے اپنی رائے کو ترک فرما دیا کرتے تھے معلوم ہوا قیاس کے مقابلہ میں حدیث پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے، اسی بات سے ان متعصبین پر بھی رد ہو گیا جو امام صاحبؒ کو قیاسی کہتے ہیں حالانکہ امام صاحبؒ بجائے قیاس کے خبر واحد کو ترجیح دیتے ہیں، ویقال ان الخبر متیقن باصله وانما دخلتِ الشبهة في نقله.

اللغة: سُوْءٌ آفت، کمی، ج اَسْوَاء القَيء قَاءَ قَيْأً قے کرنا (ض) السهو مصدر نَصَرَ بھولنا۔

وَالقِسْمُ الثَّانِيْ مِنَ الرُّوَاةِ هُمُ الْمَعْرُوْفُوْنَ بِالْحِفْظِ وَالْعَدَالَةِ دُوْنَ الْاِجْتِهَادِ وَالْفَتْوٰى كَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَاِذَا صَحَّتْ رِوَايَةُ مِثْلِهِمَا عِنْدَكَ فَاِنْ وَافَقَ الْخَبَرُ الْقِيَاسَ فَلَا خَفَاءَ فِيْ لُزُوْمِ الْعَمَلِ بِهٖ وَاِنْ خَالَفَهُ كَانَ الْعَمَلُ بِالْقِيَاسِ اَوْلٰى مِثَالُهٗ مَارَوٰى اَبُوْهُرَيْرَةَ اَلْوُضُوْءُ مِمَّا مَسَّتْهُ النَّارُ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ اَرَأَيْتَ لَوْ تَوَضَّأْتَ بِمَاءٍ سَخِيْنٍ اَكُنْتَ تَتَوَضَّأُ مِنْهُ فَسَكَتَ وَاِنَّمَا رَدَّهٗ بِالْقِيَاسِ اِذْ لَوْ كَانَ عِنْدَهٗ خَبَرٌ لَرَوَاهُ وَعَلٰى هٰذَا تَرَكَ اَصْحَابُنَا رِوَايَةَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ فِيْ مَسْئَلَةِ الْمُصَرَّاةِ بِالْقِيَاسِ.

ترجمہ

اور راویوں کی قسم ثانی (یعنی دوسری قسم کے راوی) وہ حضرات ہیں کہ جو حفظ (حافظہ کا اچھا ہونا) اور عدالت میں معروف ہوں نہ کہ اجتہاد و فتویٰ میں جیسے حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت انس بن مالکؓ پس جب ان دونوں حضرات جیسوں کی روایت تیرے پاس پہنچے تو اگر خبر، قیاس کے موافق ہو تو اس پر عمل کے لازم ہونے میں کوئی خفاء نہیں ہے (یعنی حدیث پر عمل کرنا واجب ہے) اور اگر وہ خبر، قیاس کے خلاف ہو تو (اس صورت میں) قیاس پر عمل کرنا اولیٰ ہے اس خبر کی مثال جو قیاس کے مخالف ہو وہ حدیث ہے جس کو حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کیا ہے کہ اس چیز (کے استعمال کرنے) سے وضو (واجب) ہے جس کو آنچ لگی ہو (یعنی جو چیز آگ پر پکائی گئی ہو جیسے روٹی، چائے وغیرہ) تو حضرت ابو ہریرہؓ سے حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ آپ یہ بتائیے کہ اگر آپ گرم پانی سے وضو کریں تو کیا آپ اس گرم پانی (کے استعمال) کی وجہ سے وضو جدید کریں گے پس حضرت ابو ہریرہؓ خاموش ہو گئے اور حضرت ابن عباسؓ نے حدیث ابو ہریرہؓ کو قیاس سے رد کیا ہے، اس لئے کہ اگر حضرت ابن عباسؓ کے پاس کوئی خبر ہوتی تو حضرت ابن عباسؓ اس خبر کو ضرور روایت کرتے وعلی هذا!

الخ اور اسی اصل (کہ اگر راوی فقہ واجتہاد میں معروف نہ ہو تو اس کی روایت کو قیاس کی وجہ سے ترک کر دیا جاتا ہے) کی بناء پر ہمارے اصحاب احناف ؒ نے مصراۃ کے مسئلہ میں حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کو قیاس کی وجہ سے ترک کر دیا ہے۔

تشریح: مصنف ؒ نے اس سے قبل راوی کی دو قسمیں بیان کی تھیں، معروف اور مجہول، پھر معروف کی دو قسمیں ہیں جن میں سے قسم اول کا بیان تو گذر چکا ہے، اب یہاں سے مصنف ؒ قسم ثانی کا بیان شروع کر رہے ہیں، فرماتے ہیں کہ اگر راوی حافظہ اور عدالت میں تو معروف ہو مگر فقہ واجتہاد میں معروف نہ ہو، جیسے حضرت ابو ہریرہؓ اور انس بن مالکؓ وغیرہ تو ان جیسے حضرات کی روایت جب تجھ کو پہنچے تو دو حال سے خالی نہیں ہوگی یا تو وہ روایت قیاس کے موافق ہوگی یا قیاس کے مخالف، اگر قیاس کے موافق ہے تو اس پر عمل کے لازم ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے یعنی اس حدیث پر عمل کیا جائے گا اور اگر قیاس کے مخالف ہے تو اس صورت میں بجائے حدیث کے قیاس پر عمل کرنا بہتر ہوگا اس لئے کہ راوی کے غیر فقیہ ہونے کی صورت میں یہ احتمال ہے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد نہ سمجھا ہو اور روایت بالمعنی کر دی ہو جیسا کہ صحابہؓ کے درمیان روایت بالمعنی کرنے کا رواج تھا، لہٰذا راوی کے غیر فقیہ ہونے کی صورت میں بھی اگر قیاس پر عمل نہ کیا جائے تو پھر قیاس کا دروازہ بالکل ہی بند ہو جائے گا حالانکہ قیاس کا ثبوت قرآن سے ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْاَبْصَارِ اے عقل والو! تم عبرت حاصل کرو، یعنی دوسری چیزوں پر قیاس کر کے نصیحت حاصل کرو فَاعْتَبِرُوْا بمعنی قِيْسُوْا ہے نیز دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ نیز حدیث معاذؓ میں جس اجتہاد کا ذکر ہے اس سے مراد بھی قیاس ہی ہے۔

نوٹ: متن میں لفظ صَحَّتْ سے مراد مطلقاً بلوغ ہے نہ یہ کہ وہ روایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحت کے ساتھ ثابت ہے، اب آپ حضرات غیر فقیہ راوی کی روایت کردہ حدیث کا ملاحظہ فرمائیں جو قیاس کے مخالف ہے اور اس کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ ہیں اور حدیث یہ ہے اَلْوُضُوْءُ مِمَّا مَسَّتْهُ النَّارُ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس چیز کے کھانے سے وضو واجب ہے جس کو آگ نے چھوا ہو یعنی جو آگ پر پکائی گئی ہو، لہٰذا اس حدیث کی رو سے اگر کوئی باوضو شخص روٹی تناول کر لے یا چائے پی لے یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز کھالے جو آگ پر پکائی گئی ہو تو اس کو دوبارہ وضو کرنا ہوگا، جیسا کہ صحابہ کرامؓ کے ابتدائی دور میں بعض صحابہ جیسے حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت عائشہؓ وغیرہ اسی کے قائل تھے مگر صحابہ کرامؓ کے آخری دور سے آج تک اس بات پر اجماع ہے کہ آگ سے پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا، بالآخر یہ تفصیل تو ضمناً آ گئی تھی مجھے تو یہ عرض کرنا ہے کہ یہ حدیث قیاس کے خلاف ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ نے جب یہ حدیث بیان فرمائی تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ آپ یہ بتائیے کہ اگر آپ گرم پانی سے وضو کریں جس کو آگ پر گرم کیا گیا ہو تو کیا اس گرم پانی سے وضو کرنے کی وجہ سے آپ دوبارہ ٹھنڈے پانی سے وضو تجدید کریں گے، اس پر حضرت ابو ہریرہؓ خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دے سکے، دیکھئے اس حدیث کو جو خلاف قیاس ہے اور راوی اس کے بقول مصنف ؒ غیر فقیہ ہیں حضرت ابن عباسؓ نے قیاس کے ذریعہ رد کر دیا اور کوئی حدیث ذکر

صفوة الحواشي

شرح

اصول الشاشي

تاليف

حضرت مولانا عبد الغفار صاحب

استاذ الحديث

جامعة العلوم الاسلامية الفريدية ای سیون اسلام آباد

ناشر: مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین

صفوۃ الحواشی

شرح

اصول الشاشی

تالیف

حضرت مولانا عبد الغفار صاحب

استاذ الحدیث

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ الفریدیۃ

ای سیون ـــــ اسلام آباد

ناشر مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد

فون: 14-2654813 - 2653178 -051

والقسم الثانی من الرواۃ ھم المعروفون بالحفظ والعدالۃ دون الاجتھاد والفتویٰ کابی ھریرۃ وانس بن مالک رضی اللہ عنھما فاذا صحت روایۃ مثلھما عندک فان وافق الخبر القیاس فلا خفاء فی لزوم العمل بہ وان خالفہ کان العمل بالقیاس اولیٰ مثالہ ما روی ابوھریرۃ الوضوء مما مستہ النار فقال لہ ابن عباس رضی اللہ عنہ ارأیت لو توضأت بماءٍ سخین اکنتَ تتوضأ منہ فسکت وانما ردہ بالقیاس اذ لو کان عندہ خبر لرواہ۔

ترجمہ:- اور راویوں کی دوسری قسم وہ ہے جو حفظ اور عدالت کے ساتھ مشہور ہوں نہ کہ اجتہاد اور فتویٰ کے ساتھ جیسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ پس اگر ان جیسے راویوں کی روایت تیرے ہاں صحیح طور پر ثابت ہو جائے تو اگر وہ خبر قیاس کے موافق ہو تو اس پر عمل کے لازم ہونے کے حق میں کوئی خفاء نہیں ہے اور اگر وہ خبر قیاس کے مخالف ہو تو قیاس پر عمل کرنا اولیٰ ہے اس خبر کے اوپر عمل کرنے سے۔ اس کی مثال وہ حدیث ہے جس کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ وضو واجب ہوتا ہے اس چیز (کے کھانے پینے) سے جس کو آگ نے چھوا ہو۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ بتائیں کہ اگر آپ گرم پانی سے وضو کریں تو کیا آپ اس کی وجہ سے (پھر) وضو کریں گے پس ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو قیاس سے رد کیا اس لئے کہ اگر ان کے پاس کوئی حدیث ہوتی تو وہ اس کو ضرور روایت کرتے۔

تشریح:- مصنف رحمہ اللہ نے اس عبارت میں عہد صحابہ رضی اللہ عنہم کے راویوں کی دوسری قسم کو ذکر کیا ہے۔

دوسری قسم حدیث کے راوی ایسے صحابہ ہوں جو حفظ وعدالت کے ساتھ معروف اور مشہور ہوں لیکن فتویٰ اور اجتہاد کے ساتھ مشہور ومعروف نہ ہوں جیسے حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس بن مالک، اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم وغیرہ۔

مصنف رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام اس دوسری قسم میں ذکر کیا ہے لیکن در حقیقت حضرت ابو ہرہ رضی اللہ عنہ میں اجتہاد واستنباط کا ملکہ موجود تھا اگر چہ ان پر اکثار روایت کا غلبہ تھا۔ سب سے زیادہ روایات صحابہ میں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہیں۔ ان کے مجتہد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ایک مجلس میں

وعلی هذا ترک اصحابنا روایة ابی هریرة فی مسألة المصراة بالقیاس ۔

ترجمہ:۔ اور اسی بنا پر ہمارے علماء نے مصراۃ کے مسئلے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو قیاس کے ساتھ رد کر دیا ہے۔

تشریح:۔ مصنف رحمہ اللہ نے علامہ فخر الاسلام کے ذکر کردہ اصول پر ایک مسئلہ متفرع کیا ہے کہ غیر فقیہ صحابی کی روایت اگر قیاس کے مخالف ہو تو اس کو ترک کر دیا جائے گا اسی اصول کی وجہ سے ہمارے علماء نے مصراۃ کے مسئلہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو قیاس کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے۔

مصراۃ تصریہ سے ہے اس کا اصل معنی ہوتا ہے جمع کرنا کہا جاتا ہے صرّیت الماء میں نے پانی کو جمع کیا یہاں پر اس کا معنی جانور کے تھنوں میں دودھ کو جمع کرنا ہے۔

مسئلہ مصرات وہ ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " **لاتصروا الابل والغنم فمن ابتاعها بعد ذالک فهو بخیر النظرین بعد ان یحلبها ان رضیها امسکها وان سخطها ردها وصاعا من تمر** " تم اونٹنی یا بکری کے تھنوں میں دودھ مت روکو پس جس آدمی نے ایسی اونٹنی یا بکری کو خریدا جس کے تھنوں میں دودھ جمع کیا گیا تھا، تو اس کو دودھ نکالنے کے بعد دو باتوں میں سے زیادہ بہتر بات کا اختیار ہوگا اگر خریدنے والے کو وہ بکری یا اونٹنی پسند ہے تو اس کو اپنے پاس روکے رکھے اور اگر اس کو پسند نہیں ہے تو وہ اس بکری یا اونٹنی کو واپس کرے اور ساتھ کھجور کا ایک صاع بھی واپس کرے۔

مصراۃ اس جانور کو کہتے ہیں جس کے تھنوں میں دودھ جمع کیا گیا ہو جب کوئی دودھ والے جانور کو بیچنا چاہتا ہے تو وہ اس کے تھنوں میں دودھ کو روک لیتا ہے نکالتا نہیں تاکہ خریدار سمجھے کہ اس کا دودھ زیادہ ہے اور وہ زیادہ دودھ والا جانور سمجھ کر زیادہ قیمت کے ساتھ اسے خرید لے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ کسی نے مصراۃ جانور خریدا اور اس کا دودھ نکالا تو اس وقت تو دودھ زیادہ نکلا لیکن اس کے بعد وہ جانور دودھ کم دینے لگا تو خریدار کو پتہ چلا کہ مجھے دھوکہ دیا گیا ہے اس صورت میں نبی علیہ السلام نے اس کو دو باتوں کا اختیار دیا ہے اگر اس کو وہ جانور پسند ہے تو وہ اپنے پاس روکے رکھے اور اگر جانور پسند نہیں ہے تو وہ اس جانور کو بھی واپس کرے اور اس کے ساتھ کھجور کا ایک صاع بھی واپس کرے۔

الجزء الاول

الجامع المسند الصحيح المختصر من امور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وايامه

صحيح البخاري

للإمام أبي عبد الله محمد بن اسمعيل البخاري الجعفي رحمه الله

١٩٤هـ ـــــ ٢٥٦هـ

بحواشي الشيخ المحدث أحمد علي السهارنفوري (١٢٩٧هـ)

ومعه حاشية للإمام أبي الحسن السندي (١١٣٨هـ)

وفي بدايته "الأبواب والتراجم" لإمام الهند الشاه ولي الله الدهلوي (١١٧٦هـ)

ويليه

حل اللغات وأسماء رجال البخاري

صححه وحققه وراجعه

جمع من أساتذة جامعة الرشيد كراتشي باكستان

اعتنى بها

الطاف ايند سنز، كراتشي باكستان

للنشر و التوزيع



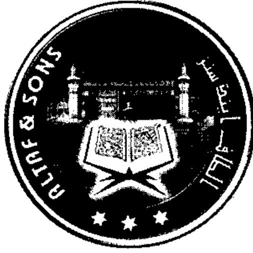
Fax : (92) 21 - 2512774
E-mail : altaf123@hotmail.com

صحیح البخاری

ناشر

اَلطَاف اینڈ سنز

Graphix & Printing : **AL-QADIR PRINTING PRESS**



سن طباعت باراوّل ۔۔۔۔ ۱۴۲۹ھ، مطابق ۲۰۰۸ء

تعداد باراوّل ۔۔۔۔ ۱۱۰۰ سیٹ

کل صفحات ۔۔۔۔ ۲۳۶۰

ملنے کا پتہ

اَلطَاف اینڈ سنز

پوسٹ بکس نمبر : 5882، کراچی - 74000 ، پاکستان۔

فیکس نمبر : (92) 21 - 2512774

مطبع......القادر پرنٹنگ پریس، کراچی

الْوَاحِدِ ثُمَّ يَرْفَعَهُ عَلَىٰ مَنْكِبِهِ وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ اللِّمَاسِ وَالنِّبَاذِ. [راجع: ٣٦٨]
فتبدو عورته

(٦٣) بَابُ بَيْعِ[1] الْمُنَابَذَةِ

وَقَالَ أَنَسٌ نَهَى [عَنْهُ] النَّبِيُّ ﷺ عَنْهُ.

٢١٤٦- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ثَنِي مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ وَعَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ. [راجع: ٣٦٨]
مر بيانهما عنقريب

٢١٤٧- وَحَدَّثَنِي [حَدَّثَنَا] عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ ثَنَا عَبْدُالْأَعْلَى ثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ لِبْسَتَيْنِ وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ. [راجع: ٣٦٧]
اى الاحتباء واشتمال الصماء كما مر

(٦٤) بَابُ النَّهْيِ [نَهْيِ الْبَائِعِ أَنْ يُحَفِّلَ الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ] لِلْبَائِعِ[2] أَنْ لَا يُحَفِّلَ الْإِبِلَ وَالْبَقَرَ وَالْغَنَمَ وَكُلَّ مُحَفَّلَةٍ[3]

وَالْمُصَرَّاةُ[4] الَّتِي صُرِّيَ لَبَنُهَا وَحُقِنَ فِيْهِ وَجُمِعَ فَلَمْ يُحْلَبْ أَيَّامًا وَأَصْلُ التَّصْرِيَةِ حَبْسُ الْمَاءِ يُقَالُ مِنْهُ صَرَّيْتُ الْمَاءَ إِذَا حَبَسْتَهُ.

٢١٤٨- حَدَّثَنَا ابْنُ بُكَيْرٍ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنِ الْأَعْرَجِ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ لَا تُصَرُّوا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدُ فَإِنَّهُ بِخَيْرِ[5] النَّظَرَيْنِ بَعْدَ [بَيْنَ] أَنْ يَحْلُبَهَا [يَحْتَلِبَهَا] إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ [أَمْسَكَهَا] وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعَ تَمْرٍ وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ وَمُجَاهِدٍ وَالْوَلِيْدِ بْنِ رَبَاحٍ وَمُوسَى بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ صَاعَ تَمْرٍ وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ وَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثًا وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ سِيرِيْنَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ وَلَمْ يَذْكُرْ ثَلَاثًا [قَالَ أَبُو عَبْدِاللهِ] وَالتَّمْرُ أَكْثَرُ. [راجع: ٢١٤٠]
ذكوان (قس) — وصله مسلم (قس) — وصله البزار — وصله احمد بن منيع — (قس) وصله مسلم — وصله مسلم ايضا — كلام البخارى (ع) اى من الطعام — رواية (ف)

٢١٤٩- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُوْلُ ثَنَا أَبُوْ عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ مَنِ اشْتَرَى شَاةً مُحَفَّلَةً
ابن سليمان — النهدى (قس)

---

١ قوله: بيع المنابذة وهي ان ينبذ كل واحد منهما ثوبه الي الآخر ولم ينظر واحد منهما الي ثوب صاحبه وقيل ان يجعل النبذ نفس البيع. (ع)

٢ قوله: باب النهي للبائع ان لا يحفل آه كذا في معظم الروايات ولا زائدة وقد ذكر ابونعيم بدون لا و يحتمل ان تكون مفسرة ولا يجعل بيانا للنهي وقيد النهي للبائع اشارة الي ان المالك لو حفل فجمع اللبن للولد او لعياله او لضيفه لم يحرم وذكر البقر في الترجمة وان لم يذكر في الحديث اشارة الى انها في معنى الابل والغنم خلافا لداود وانما اقتصر عليهما لغلبتهما عندهم والتحفيل بالمهملة والفاء التجميع سميت بذلك لان اللبن يكثر في ضرعها وكل شيء كثرته فقد حفلته. (فتح)

٣ قوله: وكل محفلة بالنصب عطفا على المفعول وهو من عطف العام على الخاص اشار الى ان الحاق غير النعم من ماكول اللحم بالنعم للجامع بينهما وهو تغرير المشتري وقال الحنابلة وبعض الشافعية يختص ذلك بالنعم واختلفوا في غير الماكول كالاتان والجارية فالاصح لا يرد للبن عوضا وبه قال الحنابلة في الاتان دون الجارية. (فتح الباري)

٤ قوله: والمصراة مرفوع لانه مبتدا وخبره قوله التي صري لبنها والمصراة اسم مفعول من التصرية يقال صريت الناقة بالتخفيف وصريتها بالتشديد واصريتها اذا حفلتها قوله وحقن فيه بمعني صري وعطف عليه علي سبيل العطف التفسيري لانه بمعناه والضمير في فيه يرجع الي الثدي بقرينة ذكر اللبن كذا في العيني.

٥ قوله: فانه بخير النظرين الخ اي بخير الامرين له اما امساكه المبيع اورده ايهما اختاره فعله كذا في المجمع قال العيني ظاهر الحديث ان الخيار لا يثبت الا بعد الحلب والجمهور علي انه اذا علم بالتصرية ثبت له الخيار ولو لم يحلب لكن لما كان التصرية لا تعرف غالبا الا بعد الحلب ذكر قيدا في ثبوت الخيار انتهى قال الشيخ في اللمعات اعلم ان ثبوت الخيار في المصراة ورد صاع من تمر او طعام هو مذهب الشافعي ومالك واحمد وابي يوسف مع خلاف في مذهب احمد في انه يجب على الفور او بعد ثلثة ايام واما مذهب ابي حنيفة وطائفة من العراقيين ومالك في رواية انه انما يثبت بالشرط لا بدونه ولا يجب رد صاع لانه يخالف القياس الصحيح من كل وجه لان الاصل ان الشيء انما يضمن بالمثل او بالقيمة في باب العدوانات او بالثمن في باب البياعات الصحيحة وهذا ثابت بالكتاب والسنة والاجماع والقياس الصحيح يقتضي وجوب القيمة والتمر ليس بقيمة اللبن قطعا ولا ثمنه ولا مماثلة بينهما صورة ولا معنى اما من حيث الصورة فظاهر واما من حيث المعنى فلان المثل من حيث المعنى لجميع الاشياء انما هو الدراهم والدنانير فيكون العمل به موجبا لانسداد باب القياس الصحيح والاصل عندنا ان الراوي ان كان معروفا بالعدالة والحفظ والضبط دون الفقه والاجتهاد ومثل ابي هريرة وانس بن مالك فان وافق حديثه القياس عمل به والا لم يترك الا لضرورة وانسداد باب الراي وتمامه في اصول الفقه انتهى وللعيني ههنا كلام طويل لا يسعه هذه الحاشية.

اسماء الرجال: باب بيع الملامسة الخ **سعيد** بن عفير هو سعيد بن كثير بن عفير المصري نسبته لجده لشهرته به **الليث** بن سعد الامام **عقيل** هو ابن خالد الايلي **ابن شهاب** هو الزهري **عامر** بن سعد بن ابي وقاص **قتيبة** بن سعيد الثقفي **عبدالوهاب** بن عبدالمجيد الثقفي **ايوب** السختياني **محمد** هو ابن سيرين الانصاري **اسماعيل** ابن ابي اويس الاصبحي **مالك** الامام المدني **ابي الزناد** عبدالله بن ذكوان **الاعرج** عبدالرحمن بن هرمز **عياش** ابن الوليد الرقام البصري **عبدالاعلي** هو ابن عبدالاعلي السامي **معمر** هو ابن راشد الازدي **الزهري** محمد بن مسلم **عطاء** ابن يزيد الليثي **ابي سعيد** الخدري باب النهي للبائع **يحيى** هو ابن عبدالله المخزومي **الليث** هو ابن سعد الامام المصري **جعفر** بن ربيعة بن شرحبيل بن حسنة المصري **الاعرج** عبدالرحمن بن هرمز **مسدد** هو ابن مسرهد الاسدي **معتمر** هو ابن سليمان بن طرخان **ابوعثمان** عبدالرحمن بن مل بتشديد اللام النهدي .

حل اللغات: **لا يحفل** من الحفل وهو الجمع منه المحفل لمجمع الناس **صري** لبنها اي ربط ضرعها.

وان لم يرفع الثوب الى منكبه والحاصل ان المنهي عنه هو الاحتباء بحيث تنكشف عورته. (قوله: وكل محفلة) اي كل ما يصلح ان تحفل. (قوله: لا تصروا) هو كقوله تعالى لا تزكوا انفسكم (قوله: عن عبدالله بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال من اشترى شاة الخ) هذا الحديث على اصول علمائنا الحنفية يجب ان يكون له حكم

اصحّ الكتب بعد كتاب الله تعالى تحت اديم السّمآء

صحيح البخاري

للامام محمد بن اسمٰعيل البخاري رحمه الله رحمة واسعة

مع حواشي

الحافظ الشيخ المحدث احمد على السهارنفوري رحمه الله رحمة واسعة

ومع حواشي الامام السندي

تراجم ابواب البخاري

للشيخ المحدث الشاه ولي الله الدهلوي رحمه الله رحمة واسعة

الجزء الاول



مكتبه رحمانيه

اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاهور
فون: 042-7224228-7355743

قال الله تعالیٰ

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يؤمن أحدكم حتى يكون هواه تبعا لما جئت به

الحمد لله الذي وفقنا لطبع هذا الكتاب المستجاب

صحيح البخاري

الجزء الاول

ووفقنا لسعي جميل في اداء حقوقه من صحة الكتابة والطباعة والتحقيق والتدقيق والصلوة والسلام على نبيه المختار الذي قد أعطى جوامع الكلم ووفق اتباعه المختارين لجمع احاديثه المباركة منهم

محمد بن اسمعيل البخاري رحمه الله رحمة واسعة

الذي جمعها واحسن في جمعها حتى اتفق علماء الارض بان تصنيفه المتين هو اصح الكتب بعد كتاب الله تعالى تحت اديم السماء، واجمع العلماء على توثيقه وامانته وضبطه وصيانته فالحمد لله على انه وفقنا لطبعه الصحيح مع

حواشي

الحافظ الشيخ المحدث احمد على السهارنفوري رحمه الله رحمة واسعة ومع حواشي الامام ابي الحسن السندي رحمه الله رحمة واسعة الشهيرة القبيلة بين العلماء الصالحين والنبغاء العارفين، وانا صححنا متنه وحواشيه وفق النسخ الصحيحة.

وقد بذلنا جهدا بليغا وصرفا كثيرا في تصحيحه وتدقيقه ثم الحقنا به حل اللغات وفق كل صفحة لكي يسهل على الطالب المطالعة عليه، ثم الحقنا مع مقدمة المجلد الاول كتابا

لتراجم ابواب البخاري

للشيخ المحدث الشاه ولي الله الدهلوي رحمه الله رحمة واسعة لكي يصل الطالب الى مراد البخاري من تراجمه لانه قيل: فقه البخاري في التراجم وقد كثر كلام العلماء فيها،

والأمر المخصوص الزائد

والميزة الخاصة لهذه الطبعة باننا جعلنا حواشي كل صفحة وفق متنه لاسيما حاشية السندي لكي يسهل على الطالب الحصول عليها، وذكرنا اسماء الرجال مع تراجمهم وقد اضفنا ترقيم الاحاديث والابواب لاول مرة فنشكر الله سبحانه وتعالى على هذا الطبع القدير بالذكر، ونصلي ونسلم على حبيبه الجدير بالذكر، وعلى اله وصحبه اجمعين.

خادم العلم والعلماء العبد الفقير إلى ربه عز وجل مقبول الرحمن عفا الله عنه



مکتبہ رحمانیہ

اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

فون: 042-7224228-7355743

بِشْرُ بنُ محمد انا عبدُ اللهِ انا الحُسَينُ المُكْتِبُ عن عَطَاءِ بنِ ابي رَبَاحٍ عن جابرِ بنِ عبدِ اللهِ انّ رجلاً اعتقَ غلاماً له عن دُبُرٍ فاحتاجَ فاخذَه النبيُّ صلى الله عليه وسلم فقال مَن يشتريه مني فاشتراه نُعَيمُ بنُ عبدِ الله بكذا وكذا فدفعه اليه **باب** النَّجْشِ ومن قال لا يجوزُ ذلك البيعُ وقال ابنُ ابي اوفى النّاجِشُ آكِلُ الربوا خائنٌ وهو خِداعٌ باطلٌ لا يحلّ قال النبيُّ صلى الله عليه وسلم الخديعةُ في النار ومن عَمِلَ عملاً ليس عليه امرُنا فهو رَدٌّ **حدثنا** عبدُ اللهِ بنُ مَسْلَمةَ ثنا مالكٌ عن نافعٍ عن ابنِ عمرَ قال نهى النبيُّ صلى الله عليه وسلم عن النَّجْشِ **باب** بيعِ الغَرَرِ وحَبَلِ الحَبَلَةِ **حدثنا** عبدُ اللهِ بنُ يوسفَ انا مالكٌ عن نافعٍ عن عبدِ اللهِ بنِ عمرَ انّ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم نهى عن بيعِ حَبَلِ الحَبَلَةِ وكان بيعاً يتبايعُه اهلُ الجاهليةِ كان الرجلُ يبتاعُ الجَزُورَ الى ان تُنتَجَ النّاقةُ ثم تُنتَجَ التي في بطنها **باب** بيعِ المُلامَسةِ وقال انسٌ نهى عنه النبيُّ صلى الله عليه وسلم **حدثنا** سعيدُ بنُ عُفَيرٍ ثني الليثُ ثني عُقَيلٌ عن ابنِ شهابٍ اخبرني عامرُ بنُ سعدٍ انّ اباسعيدٍ الخُدريَّ اخبرَه انّ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم نهى عن المُنابذةِ وهي طرحُ الرجلِ ثوبَه بالبيعِ الى الرجلِ قبلَ ان يُقلِّبَه او ينظرَ اليه ونهى عن المُلامَسةِ والمُلامَسةُ لمسُ الثوبِ لا ينظرُ اليه **حدثنا** قُتَيبةُ ثنا عبدُ الوهّابِ ثنا ايوبُ عن محمدٍ عن ابي هريرةَ قال نُهي عن لِبْسَتَينِ ان يحتبيَ الرجلُ في الثوبِ الواحدِ ثم يرفعَه على منكبِه وعن بيعتَينِ اللِّماسِ والنِّباذِ **باب** بيعِ المُنابذةِ وقال انسٌ نهى النبيُّ صلى الله عليه وسلم عنه **حدثنا** اسمٰعيلُ ثني مالكٌ عن محمدِ بنِ يحيى بنِ حَبّانَ وعن ابي الزِّنادِ عن الاعرجِ عن ابي هريرةَ انّ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم نهى عن المُلامَسةِ والمُنابذةِ وحدثني عَيّاشُ بنُ الوليدِ ثنا عبدُ الاعلى ثنا مَعمَرٌ عن الزهريِّ عن عطاءِ بنِ يزيدَ عن ابي سعيدٍ قال نهى النبيُّ صلى الله عليه وسلم عن لِبْسَتَينِ وعن بيعتَينِ المُلامَسةِ والمُنابذةِ **باب** النهيِ للبائعِ ان لا يُحَفِّلَ الابلَ والبقرَ والغنمَ وكلَّ مُحَفَّلةٍ والمُصَرّاةُ التي صُرِّيَ لبنُها وحُقِنَ فيه وجُمِعَ فلم يُحلَبْ اياماً واصلُ التصريةِ حبسُ الماءِ يقال منه صَرَّيتُ الماءَ اذا حبستَه **حدثنا** يحيى بنُ بُكَيرٍ ثنا الليثُ عن جعفرِ بنِ ربيعةَ عن الاعرجِ قال ابوهريرةَ عن النبيِّ صلى الله عليه وسلم لا تُصَرُّوا الابلَ والغنمَ فمن ابتاعَها بعدُ فانّه بخيرِ النَّظَرَينِ بعدَ ان يحتلبَها اِن شاءَ امسكَ وان شاءَ ردَّها وصاعَ تمرٍ ويُذكَرُ عن ابي صالحٍ ومجاهدٍ والوليدِ بنِ رَباحٍ وموسى بنِ يَسارٍ عن ابي هريرةَ عن النبيِّ صلى الله عليه وسلم صاعَ تمرٍ وقال بعضُهم عن ابنِ سيرينَ صاعاً

ربوا	٢ عنك	ثنا	٢ بيع	٢ عنه	حدثنا	نهى البائع ان يحفل الابل والغنم	يحتلبها	امسكها

۱ہ قوله من يشتريه مني الخ اختلفوا في بيع المدبر فذهب ابوحنيفة ومالك وجماعة من اهل الكوفة الى انه ليس للسيدان يبيع مدبره واجازه الشافعي واحمد واسحٰق وغيرهم وعن مالك يجوز بيعه عند الموت ولا يجوز في حال الحيوة واحتج المانعون بقوله صلى الله عليه وسلم المدبر لا يباع ولا يوهب وهو حر من الثلث قال ابو الوليد الباجي ان عمر رض رد بيع المدبرة في ملأ خير القرون وهم حضور متوافرون وهو اجماع منهم ان بيع المدبر لا يجوز والجواب عن حديث الباب انها قضية عين يحتمل التاويل وتأول بعض المالكية على انه لم يكن له مال غيره فرد تصرفه ويحتمل انه باع منفعته بان اجره ويحتمل انه باعه في وقت كان يباع الحر المديون كما روى انه صلى الله عليه وسلم باع حرا بدينه ثم نسخ بقوله تعالى وان كان ذو عسرة فنظرة الى ميسرة. ملتقط من العيني وسيجيء في باب بيع المدبر في ص ٢٩٣ ١٢ **۲ہ** قوله الى ان تنتج الناقة الخ بلفظ المجهول الى ان تلد الناقة ثم تلد ولدها كذا فسره الشافعي وسيجيء في ص ٢٩٦ ١٢ **۳ہ** قوله بيع الملامسة في المغرب الملامسة واللماس ان يقول لصاحبه اذا لمست ثوبك ولمست ثوبي فقد وجب البيع وعن ابي حنيفة هي ان يقول ابيعك هذا المتاع بكذا فاذا لمستك وجب البيع او يقول المشتري كذلك ١٢ ع **۴ہ** قوله بيع المنابذة وهي ان ينبذ كل واحد منهما ثوبه الى الآخر ولم ينظر واحد منهما الى ثوب صاحبه وقيل ان يجعل النبذ نفس البيع ١٢ ع. **۵ہ** قوله باب النهي للبائع ان لا يحفل. آه كذا في معظم الروايات ولا زائدة وقد ذكر ابونعيم بدون لا ويحتمل ان تكون مفسرة ولا يجعل بيانا للنهي وتقييد النهي للبائع اشارة الى ان المالك لو حفل فجمع اللبن للولد او لعياله او لضيفه لم يحرم وذكر البقر في الترجمة وان لم يذكر في الحديث اشارة الى انها في معنى الابل والغنم خلافا لداؤد وانما اقتصر عليهما لغلبتهما عندهم والتحفيل بالمهملة والفاء التجميع سميت بذلك لان اللبن يكثر في ضرعها وكل شيء كثرته فقد حفلته ١٢ فتح **۶ہ** قوله وكل محفلة بالنصب عطفا على المفعول وهو من عطف العام على الخاص اشارة الى الحاق غير النعم من ماكول اللحم بالنعم للجامع بينهما وهو تغرير المشتري وقال الحنابلة وبعض الشافعية يختص ذلك بالنعم واختلفوا في غير الماكول كالاتان والجارية فالاصح لا يرد للبن عوضا وبه قال الحنابلة في الاتان دون الجارية ١٢ فتح الباري **۷ہ** قوله والمصراة. مرفوع لانه مبتدأ وخبره قوله التي صري لبنها والمصراة اسم مفعول من التصرية يقال صريت الناقة بالتخفيف وصريتها بالتشديد وامريتها اذا حفلتها قوله وحقن فيه بمعنى صري وعطف عليه على سبيل العطف التفسيري لانه بمعناه والضمير في فيه يرجع الى الثدي بقرينة ذكر اللبن كذا في العيني ١٢ **۸ہ** قوله فانه بخير النظرين الخ. اي بخير الامرين له اما امساك المبيع او رده ايهما اختاره فعله كذا في المجمع قال العيني ظاهر الحديث ان الخيار لا يثبت الا بعد الحلب والجمهور على انه اذا علم بالتصرية ثبت له الخيار ولو لم يحلب لكن لما كان التصرية لا تعرف غالبا الا بعد الحلب ذكر قيدا في ثبوت الخيار انتهى قال الشيخ في اللمعات اعلم ان ثبوت الخيار في المصراة ورد صاع من تمر او طعام هو مذهب الشافعي ومالك واحمد وابي يوسف مع خلاف في مذهب احمد في انه يجب على الفور او بعد ثلثة ايام واما مذهب ابي حنيفة ومالك من العراقيين ومالك في رواية انه انما يثبت بالشرط لا بدونه ولا يجب رد صاع لانه يخالف القياس الصحيح من كل وجه لان الاصل ان الشيء انما يضمن بالمثل او بالقيمة في باب العدوانات او بالثمن في باب البياعات الصحيحة وهذا ثابت بالكتاب والسنة والاجماع والقياس الصحيح يقتضي وجوب القيمة والتدليس بقيمة اللبن قطعا ولا تمر ولا مماثلة بينهما صورة ولا معنى اما من حيث الصورة فظاهر واما من حيث المعنى فجميع الاشياء انما هو الدراهم والدنانير فيكون العمل به موجبا لانسداد باب القياس الصحيح والاصل عندنا ان الراوي ان كان معروفا بالعدالة والحفظ والضبط دون الفقه والاجتهاد مثل ابي هريرة وانس بن مالك فان وافق حديثه القياس عمل به والا لم يترك الا بالضرورة وانسداد باب الرأي وتمامه في اصول الفقه انتهى وللعيني ههنا كلام طويل لا يسعه هذه الحاشية ١٢

اسماء الرجال

بشر بن محمد هو ابو محمد المروزي **عبد الله** بن المبارك المروزي **الحسين المكتب** هو ابن ذكوان المعلم **باب النجش** الخ وقال ابن ابي اوفى عبد الله في حديث اورده المؤلف في الشهادات في باب قوله تعالى ان الذين يشترون بعهد الله وايمانهم ثمنا قليلا **باب بيع الغرر** الخ **عبد الله** بن يوسف هو التنيسي **مالك** و**نافع** تقدما **باب بيع الملامسة** الخ **سعيد** بن عفير هو سعيد بن كثير بن عفير المصري نسبة لجده لشهرته به **الليث** بن سعد الامام **عقيل** هو ابن خالد الايلي **ابن شهاب** هو الزهري **عامر** بن سعد بن ابي وقاص **قتيبة** بن سعيد الثقفي **عبد الوهاب** بن عبد المجيد الثقفي **ايوب** السختياني **محمد** هو ابن سيرين الانصاري **اسمٰعيل** بن ابي اويس الاصبحي **مالك** الامام المدني **ابي الزناد** عبد الله بن ذكوان **الاعرج** عبد الرحمن بن هرمز **عياش** بن الوليد الرقام البصري **عبد الاعلى** هو ابن عبد الاعلى السامي **معمر** هو ابن راشد الازدي **الزهري** محمد بن مسلم **عطاء** بن يزيد الليثي **ابي سعيد** الخدري **باب النهي للبائع** **يحيى** هو ابن عبد الله المخزومي **الليث** هو ابن سعد الامام المصري **جعفر** بن ربيعة بن شرحبيل بن حسنة المصري **الاعرج** عبد الرحمن بن هرمز ١٢

حل اللغات

لا يحفل من الحفل وهو الجمع ومنه المحفل لمجمع الناس صرى لبنها اي لا ضرعها **عہ** القرشي اسلم قديما واقام ...

(قوله كان الرجل يبتاع الجزور) حبل الحبلة على هذا يكون اجلا للبيع ويكون المبيع غيره فاضافة البيع اليها في قوله بيع حبل الحبلة لادنى ملابسة اي بيعا مشتملا على هذا الاجل والمتبادر من لفظ الحديث اي حبل الحبلة هو المبيع والمعنيان يناسبان النهي اما الثاني فلكون المبيع معدوما واما الاول فلكون الاجل مجهولا والله تعالى اعلم وحبل الحبلة بالفتحتين فيهما والاول مصدر والثاني بمعنى المحبولة اي المحمولة التي حملتها امها اي التي في بطن امها اي الى ان تحبل المحبولة التي هي في بطن امها هذا على تقدير الاجل واما على تقدير ان الحبل هو المبيع فيحمل على معنى المحبول فيصير المعنى بيع محبول للمحبولة اي ولد التي هي في بطن امها هذا هو الظاهر في تحقيق اللفظ واما ما ذكره الشراح فلا يوافق المقصود والله تعالى اعلم (قوله ان يحتبي الرجل بالثوب الواحد ثم يرفعه على منكبيه) الظاهر ان المراد الاحتباء باليد والجار والمجرور حال اي حال كون الرجل في ثوب واحد ثم يرفع ذلك الثوب على منكبيه فتصير العورة مكشوفة بخلاف ما اذا احتبى بالثوب وليس معه الا ذلك الثوب فانه تنكشف عورته وان لم يرفع الثوب الى منكبيه والحاصل ان المنهي عنه هو الاحتباء بحيث تنكشف عورته والله تعالى اعلم اه سندي (قوله وكل محفلة) اي كل ما يصلح ان تحفل (قوله لا تصروا) هو كقوله تعالى لا تزكوا انفسكم

قال الله تعالى قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ويغفر لكم ذنوبكم والله غفور رحيم

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يؤمن احدكم حتى يكون هواه تبعا لما جئت به

الحمد لله

الذى وفقنى لطبع صحيح البخارى وسعيت فى اداء حقوقه من صحة الكتابة والطباعة ما الافريد عليه

صحيح البخاري

١٣٨١ھ

قد اتفق الائمة على انه اصح الكتب بعد كتاب الله وعلى ان ليس له نظير فى علوم الحديث وعلى ان جامعه محمد بن اسمعيل البخارى امير المؤمنين فى الحديث وراس المحدثين فى القديم والحديث واستاذ الحفاظ الذى اجمعت الامة شرقا وغربا على توثيقه وامانته وضبطه وصيانته رضى الله تعالى عنه وعنا وعن جميع المؤمنين والمؤمنات

المحشى

بحواشى الحافظ الشيخ المحدث احمد على السهارنفورى المشهورة المقبولة بين اهل العلم بلا اختلاف وقد استكمل تصحيح المتن والحواشى مطابقا للنسخة الصحيحة المصطفائية المشهورة المطبوعة فى سنة ١٣٠٥ بعد جهد وسعى بليغ وصرف كثير والامر الملحوظ ان خط مطبوعنا هذا اوقله وطرزه فائق على جميع المطبوعات السابقة من اول عهده الى يومنا هذا

والامر المخصوص الزائد

اثنان احدهما انا اضفنا فى اخر كل صفحة حل لغات بقدر الضرورة والثانى انا الحقنا مع مقدمة الجلد الاول كتابا لتراجم ابواب البخارى للشيخ المحدث الشاه ولى الله الدهلوى فصار فائدته عاما من بعد انه كان قبل ذلك مع الاساتذة فقط فهذان الامران مخصوصان بمطبوعنا هذا ولا تجدها فى المطبوعات الاخر والحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام والبركات على سيدنا محمد واله واصحابه اجمعين والسلام علينا وعلى عباده الصالحين

خادم العلماء والمشائخ نور محمد نقشبندى، چشتى، قادرى

الناشر

قديمى كتب خانه

مقابل آرام باغ، كراچى ١

ومعه حاشية علية للامام ابى الحسن السندى

قال الله تعالى قل ان كنتم تحبون الله فاتبعونی يحببكم الله ويغفر لكم ذنوبكم والله غفور رحيم

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يؤمن احدكم حتى يكون هواه تبعا لما جئت به

الحمد لله

الذی وفقنی لطبع صحيح البخاری وسعيت فی ادآء حقوقه من صحة الكتابة والطباعة ما لا مزيد عليه

صحيح البخاری رحمه الله

قد اتفق الائمة على انه اصح الكتب بعد كتاب الله وعلى ان ليس له نظير فی علم الحديث وعلى ان جامعه محمد بن اسمٰعيل البخاری امير المؤمنين فی الحديث وراس المحدثين فی القديم والحديث واستاذ الحفاظ الذی اجمعت الامة شرقا وغربا على توثيقه وامانته وضبطه وصيانته رضی الله تعالى عنه وعنا وعن جميع المؤمنين والمؤمنات

المحشی

بحواشی الحافظ الشيخ المحدث احمد علی السهارنفوری المشهورة المقبولة بين اهل العلم بلا اختلاف وقد استكمل تصحيح المتن والحواشی مطابقا للنسخة الصحيحة المصطفائية المشهورة المطبوعة فی سنة ١٣٠٥ بعد جهد وسعی بليغ وصرف كثير والامر الملحوظ ان خط مطبوعنا هذا وقلمه وطرزه فائق على جميع المطبوعات السابقة من اول عهده الى يومنا هذا

والامر المخصوص الزائد

اثنان احدهما انا اضفنا فی اخر كل صفحة حل لغات بقدر الضرورة والثانی انا الحقنا مع مقدمة الجلد الاول كتابا لتراجم ابواب البخاری للشيخ المحدث الشاه ولی الله الدهلوی رح فصار فائدته عاما من بعد انه كان قبل ذلك مع الاساتذة فقط فهذان الامران مخصوصان بمطبوعنا هذا ولا تجدها فی المطبوعات الاخر والحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام والبركات على سيدنا محمد واله واصحابه اجمعين والسلام علينا وعلى عباده الصالحين

خادم العلماء والمشائخ نور محمد نقشبندی، چشتی، قادری

ملنے کا پتہ

قديمی کتب خانہ

مقابل آرام باغ کراچی

الطبع الاول دهلی ١٣٥٧ھ ١٩٣٨ء

الطبع الثانية كراچی ١٣٨١ھ ١٩٦١ء

ومعه حاشية عليه للامام ابی الحسن السندی رح

طبعه قديمی كتب خانه بالاتفاق مع نور محمد اصح المطابع كارخانه تجارت كتب

بیانِ صحت و تحسینِ صحیح بخاری

در صحت و تصحیح بخاری ہذا جہد و سعی بلیغ بکار بُردہ و زر کثیر صرف کردہ اغلاط کثیرہ کہ بمرور زمانہ از غفلت اہل مطابع در متن بخاری و در حواشی او کہ واقع شدہ بود آں را رفع کردہ و کار صحت و تصحیح متن و حواشی مطابق نسخہ صحیحہ مصطفائیہ مشہورہ بین اہل علم مطبوعہ ۱۳۰۵ھ کہ نزد ما برای ایں مطلب موجود بود بانجام رسید غرض کہ ہیچ کوتاہی در محاسن ظاہری و باطنی او نکردہ صرف زر کثیر و محنتِ شاقہ بقدر طاقت بشر بکار بُردم

پس ازیں جہد و سعی بلیغ و صرف زرِ کثیر چند امور بطور نتیجہ بظہور آمد

(اول) ایں کہ بر حاشیہ او حواشی مولانا مولوی حافظ احمد علی صاحب مرحوم محدث سہارنپوری کہ در میان اہل علم از مدتِ دراز تا ایں زماں بلا اختلاف مقبول بود مع بین السطور تمام و کمال بغایت صحت درج شد (دوم) تصحیح متن و حواشی مطابق نسخہ صحیحہ مصطفائیہ مطبوعہ ۱۳۰۵ھ بانجام رسید (سوم) در متن بر تمام آیات قرآنی بطریق استیعاب جدول کشیدہ بوضاحتِ تامہ رسید (چہارم) خط و قلم و صحت و طرز او بر تمام مطبوعات سابقہ من اول عہد اِلیٰ یومنا ہٰذا فوقیت تامہ یافت (پنجم) بعض بین السطور کہ طویل بود و مخل بوضاحتِ متن صرف آں طویل بین السطور را بر متن واضح نشان مثلاً ؏ دادہ بر حاشیہ منتقل کردم کہ اہل علم برائی ایں کار از عرصہ دراز بسیار آرزو می کردند (ششم) تقریباً بر تمام تخریجات مثلاً ف ۲ وغیرہ ہندسہ دادہ شد کہ مطبوعات سابقہ ازیں خالی بود۔

الامران الزائدان

(اول) آنکہ در آخر حاشیہ ہر صفحہ حل لغات بقدر ضرورت زائد نمودہ شد کہ اہل علم بسوئے آں بسیار حاجت می داشتند (دوم) آنکہ در ابتدائے جلد اول بخاری بعد از مقدمہ کتاب تراجم ابواب بخاری مُصنّفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح تمام و کمال بغایت صحت شامل شد و ایں کتاب تراجم ابواب بخاری درمیان اہل علم بغایت مقبول بود لیکن صرف بنزد اساتذہ یافتہ می شد الآن کہ در ابتدائے بخاری ملحق شد فائدہ او برائے تمام اساتذہ و طلبہ عام شد۔ ایں امر اہم ترین بود کہ ایں کتاب آئینہ است برائے معلومات فوائد ابواب بخاری و دیگر معلومات در فن احادیث۔ پس بالخصوص ایں دو امر زائد و نیز محاسن خاصہ مذکورہ بالا در دیگر مطبوعات یافتہ نمے شود فللہ الحمدُ ربّ السّمٰوٰتِ وربِّ الارضِ ربّ العٰلمِینَ والصلوٰۃ والسّلامُ والبرکات علی سیّدنا محمّدٍ وآلہٖ واَصحابہٖ اجمعین ۔

ناشر

قدیمی کتب خانہ

آرام باغ۔ کراچی

قدیمی کُتب خانہ نے نور مُحمّد کارخانہ تجارتِ کُتب کے ساتھ ایک معاہدہ کے تحت طبع کیا

۵۱ قوله باب النهي للبائع ان لا يحفل .آه كذا في معظم الروايات ولا زائدة وقد ذكر ابو نعيم بدون لا ويحتمل ان تكون مفسرة ولا يحفل بيانا للنهي وقيد النهي للبائع اشارة الى ان المالك لو حفل لجمع اللبن للولد او لعياله او لضيفه لم يحرم وذكر البقر في الترجمة وان لم يذكر في الحديث اشارة الى انها في معنى الابل والغنم خلافا لداؤد وانما اقتصر عليها لغلبتها عندهم والتحفيل بالمهملة والفاء التجميع سميت بذلك لان اللبن يكثر في ضرعها وكل شيء كثرته فقد حفلته ۱۲ فتح ۵۲ قوله وكل محفلة .بالنصب عطفا على المفعول وهو من عطف العام على الخاص اشار الى ان الحاق غير النعم من مأكول اللحم بالنعم للجامع بينهما وهو تغرير المشتري وقال الحنابلة وبعض الشافعية يختص ذلك بالنعم واختلفوا في غير المأكول كالاتان والجارية فالاصح لا يرد للبن عوضا وبه قال الحنابلة في الاتان دون الجارية ۱۲ فتح الباري ۵۳ قوله والمصراة مرفوع لانه مبتدأ وخبره قوله التي صري لبنها والمصراة اسم مفعول من التصرية يقال صريت الناقة بالتخفيف وصريتها بالتشديد واصريتها اذا حفلتها قوله وحقن فيه بمعنى صري وعطف عليه على سبيل العطف التفسيري لانه بمعناه والضمير في فيه يرجع الى الثدي بقرينة ذكر اللبن .كذا في العيني ۵۴ قوله فانه بخير النظرين الخ .اي بخير الامرين له اما امساكه المبيع او رده ايهما اختاره فعله كذا في المجمع قال العيني ظاهر الحديث ان الخيار لا يثبت الا بعد الحلب والجمهور على انه اذا علم بالتصرية ثبت له الخيار ولو لم يحلب لكن لما كان التصرية لا تعرف غالبا الا بعد الحلب ذكر قيدا في ثبوت الخيار انتهى قال الشيخ في اللمعات اعلم ان ثبوت الخيار في المصراة ورد صاع من تمر او طعام هو مذهب الشافعي ومالك واحمد وابي يوسف مع خلاف في مذهب احمد في انه يجب على الفور او بعد ثلثة ايام واما مذهب ابي حنيفة وطائفة من العراقيين ومالك في رواية انه انما يثبت بالشرط لا بدونه ولا يجب رد صاع لانه يخالف القياس الصحيح من كل وجه لان الاصل ان الشيء انما يضمن بالمثل او بالقيمة في باب العدوانات او بالثمن في باب البياعات الصحيحة .وهذا ثابت بالكتاب والسنة والاجماع والقياس الصحيح يقتضي وجوب القيمة والترليس بقيمة اللبن قطعا ولا ثمن ولا مماثلة بينهما صورة ولا معنى اما من حيث الصورة فظاهر واما من حيث المعنى فلان المثل من حيث المعنى لجميع الاشياء انما هو الدراهم والدنانير فيكون العمل به موجبا لانسداد باب القياس الصحيح والاصل عندنا ان الراوي ان كان معروفا بالعدالة والحفظ والضبط دون الفقه والاجتهاد مثل ابي هريرة وانس بن مالك فان وافق حديثه القياس عمل به والا لم يترك الا لضرورة وانسداد باب الرأي وتمامه في اصول الفقه انتهى وللعيني ههنا كلام طويل لا يسعه هذه الحاشية ۱۲ ۵۵ قوله ان تلقى البيوع .اي يستقبل والتلقي الاستقبال وهو بضم التاء وفتح اللام وشدة القاف ويروى بالتخفيف قوله البيوع اي اصحاب البيوع او المراد من البيوع المبيعات ۱۲ ع ۵۶ قوله لا تلقوا الركبان .قال في المجمع تلقي الركبان هو ان يستقبل الحضري البدوي قبل وصوله الى البلد ويخبره بكساد ما معه كذبا ليشتري منه سلعته بالوكس واقل من ثمن المثل انتهى ۱۲ ۵۷ قوله لا يبيع بعضكم على بيع بعض .المراد بالبيع المبايعة اعم من الشراء والبيع وهذا اذا تراضى المتعاقدان على مبلغ ثمن في المساومة وهو محل النهي في النكاح ايضا كذا في الهداية قوله ولا تناجشوا من النجش وهو ان يزيد في الثمن لا لرغبة فيها بل ليخدع غيره ويشتريه كذا في الكرماني قوله ولا يبيع حاضر لباد اي لا يتولى الحضري البيع من قبل البدوي لان فيه التضييق على الناس ومر بيان هذه الثلث في الصفحة ۲۸۰ السابقة ايضا ۱۲ ۵۸ قوله ففي حلبتها الخ .ظاهره ان صاع التمر في مقابلة المصراة واحدة كانت او اكثر نقله ابن بطال عن اكثر العلماء وابن قدامة عن الشافعية والحنابلة وعن اكثر المالكية يرد على كل واحدة صاعا ۱۲ ف ع ۵۹ قوله ولا يثرب .من التثريب وهو التعيير والاستقصار في اللوم اي لا يزيد في الحد ولا يؤذيه بالكلام قال الخطابي معناه انه لا يقتصر على التثريب بل يقام عليها الحد قال مالك هو عيب في العبد والامة وهو قول احمد واسحق وابي ثور وقول الشافعي كل ما ينقص من الثمن فهو عيب وقالت الحنفية هو عيب في الجارية دون الغلام ثم هل يجلد بالسيد لا فقال مالك والشافعي واحمد نعم وقال ابو حنيفة لا يقيم الحد الا الامام بخلاف التعزير ۱۲ عمدة القاري ۶۰ وعند الحنفية الزنا عيب في الامة لان المقصود منها الاستفراش وطلب الولد دون الغلام لان المقصود منه الاستخدام ۱۲ ع

حدثنا اسمعيل ثنى مالك عن محمد بن يحيى بن حبان وعن ابي الزناد عن الاعرج عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن الملامسة والمنابذة وحدثني عياش بن الوليد ثنا عبد الاعلى ثنا معمر عن الزهري عن عطاء بن يزيد عن ابي سعيد قال نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن لبستين وعن بيعتين الملامسة والمنابذة **باب** النهي للبائع ان لا يحفل الابل والبقر والغنم وكل محفلة والمصراة التي صري لبنها وحقن فيه وجمع فلم يحلب اياما واصل التصرية حبس الماء يقال منه صريت الماء اذا حبسته **حدثنا** يحيى بن بكير ثنا الليث عن جعفر بن ربيعة عن الاعرج قال ابو هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم لا تصروا الابل والغنم فمن ابتاعها بعد فانه بخير النظرين بعد ان يحتلبها ان شاء امسك وان شاء ردها وصاع تمر ويذكر عن ابي صالح ومجاهد والوليد بن رباح وموسى بن يسار عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم صاع تمر وقال بعضهم عن ابن سيرين صاعا من طعام وهو بالخيار ثلثا وقال بعضهم عن ابن سيرين صاعا من تمر ولم يذكر ثلثا والتمر اكثر **حدثنا** مسدد ثنا معتمر سمعت ابي يقول ثنا ابو عثمان عن عبد الله ابن مسعود قال من اشترى شاة محفلة فردها فليرد معها صاعا من تمر ونهى النبي صلى الله عليه وسلم ان تلقى البيوع **حدثنا** عبد الله بن يوسف انا مالك عن ابي الزناد عن الاعرج عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تلقوا الركبان ولا يبيع بعضكم على بيع بعض ولا تناجشوا ولا يبيع حاضر لباد ولا تصروا الغنم ومن ابتاعها فهو بخير النظرين بعد ان يحتلبها ان رضيها امسكها وان سخطها ردها وصاعا من التمر **باب** ان شاء رد المصراة وفي حلبتها صاع من تمر **حدثنا** محمد بن عمرو ثنا المكي ثنا ابن جريج اخبرني زياد ان ثابتا مولى عبد الرحمن بن زيد اخبره انه سمع ابا هريرة يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اشترى غنما مصراة فاحتلبها فان رضيها امسكها وان سخطها ففي حلبتها صاع من تمر **باب** بيع العبد الزاني وقال شريح ان شاء رد من الزنا **حدثنا** عبد الله بن يوسف ثنا الليث ثنى سعيد المقبري عن ابيه عن ابي هريرة انه سمعه يقول قال النبي صلى الله عليه وسلم اذا زنت الامة فتبين زناها فليجلدها ولا يثرب ثم ان زنت فليجلدها ولا يثرب ثم ان زنت الثالثة فليبعها ولو بحبل من شعر **حدثنا** اسمعيل ثنى مالك عن ابن شهاب عن عبيد الله بن عبد الله عن ابي هريرة وزيد بن خالد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم سئل عن الامة اذا زنت ولم تحصن قال ان زنت فاجلدوها ثم ان زنت فاجلدوها ثم ان زنت فبيعوها ولو بضفير قال ابن شهاب لا ادري بعد الثالثة او الرابعة **باب** الشرى والبيع مع النساء **حدثنا** ابو اليمان انا شعيب عن الزهري قال عروة بن الزبير قالت عائشة دخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكرت له فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم اشتري واعتقي فانما الولاء لمن اعتق ثم قام النبي صلى الله عليه وسلم من العشي فاثنى على الله بما هو اهله ثم قال اما بعد

اسماء الرجال اسمعيل ابن ابي اويس الاصبحي مالك الامام المدني ابي الزناد عبد الله بن ذكوان الاعرج عبد الرحمن بن هرمز عياش ابن الوليد الرقام البصري عبد الاعلى هو ابن عبد الاعلى السامي معمر هو ابن راشد الازدي الزهري محمد ابن مسلم عطاء ابن يزيد الليثي ابي سعيد الخدري باب النهي للبائع يحيى هو ابن عبد الله الخ .وى الليث هو ابن سعد الامام المصري جعفر بن ربيعة بن شرحبيل بن حسنة المصري الاعرج عبد الرحمن بن هرمز مسدد هو ابن مسرهد الاسدي معتمر هو ابن سليمان بن طرخان ابو عثمان عبد الرحمن بن مل بتشديد اللام النهدي عبد الله بن يوسف التنيسي مالك الامام المدني ابو الزناد والاعرج تقدما باب ان شاء محمد بن عمرو هو ابن جبلة

حل اللغات لا يحفل من الحفل وهو الجمع ومنه المحفل لجمع الناس صري لبنها اي ربط ضرعها الضفير فعيل بمعنى مفعول اي الحبل المفتول او المنسوج ۱۲

شاة والله تعالى اعلم وربما يقال انه اكتفى في الجزء الاول بانه ما ورد في الشرع للقدر حد ونبه عليه بعدم ذكر حديث له والاصل عدم التحديد في ذلك الا بالشرع فاذا لم يرد في الشرع فالوجه القول بالاطلاق ففيه رد على الحنفية القائلين بكراهة قدر النصاب والله تعالى اعلم (قوله لا يجمع بين متفرق) معناه عند الجمهور على النهي اي لا ينبغي للمالكين يجب على مال كل منهما صدقة وما لهما متفرق بان يكون لكل منهما اربعون شاة فيجب على كل منهما شاة ان يجمعا عند حضور المصدق فرارا عن لزوم الشاة الى نصفها اذ عند الجمع يؤخذ من كل المال شاة واحدة وعلى هذا قياس ولا يفرق بين مجتمع اذ ليس لشريكين ما لهما مجتمع بان يكون لكل منهما مائة شاة وشاة فيكون عليهما عند الاجتماع ثلاث شياه ان يفرقا ما لهما ليكون على كل واحد شاة واحدة فقط والحاصل ان الخلط عند الجمهور مؤثر في زيادة الصدقة ونقصانها لكن لا ينبغي لهما ان يفعلوا ذلك فرارا عن زيادة

مُنتخب الحُسامي

للشيخ الإمام حسام الدين محمد بن محمد عمر الأخسيكثي رحمه الله

المتوفى ٦٤٤هـ

مع شرحه العجيب المسمى ب

النّامي

للعلامة أبي محمد عبد الحق الحقاني رحمه الله

طبعة جديدة مصححة ملونة

مكتبة البشرى

كراتشي - باكستان

مُنتخب
الحُسَامِي

للشّيخ الإمام حسام الدين محمّد بن محمّد عمر الأخسيكثي رحمه الله
المتوفى ٦٤٤هـ

مع شرحه العجيب المسمى ب

النّامِي

للعلامة أبي محمّد عبد الحق الحقاني رحمه الله

طبعة جديدة مصححة ملونة



مثل أبي هريرة وأنس بن مالك رضي الله عنهما. فإن وافق حديثه القياس عمل به، وإن خالفه لم يترك إلا للضرورة **وانسداد باب الرأي**، وذلك مثل **حديث أبي هريرة** في المصرّاة.

= قالت عائشة: أوينجس موتى المسلمين؟ وما على رجل لوحمل عوداً. (أخرجه أبو منصور البغدادي في كتابه من طريق محمد بن عمرو بن يحيى بن عبد الرحمن بن حاطب) فتأمل*.

ونحن نقول: القياس محتمل بأصله في كل وصف؛ إذ كل وصف من أوصاف النص يحتمل أن يكون هو المؤثر في الحكم ويحتمل أن لايكون، وخبر الواحد يقين بأصله، وإنما الشبهة في طريق وصوله، والاحتمال الثابت في الأصل أقوى من الاحتمال الثابت في الطريق بعد اليقين بالأصل فلا يعارض الخبر.

وانسداد باب الرأي: قوله: "وانسداد" عطف تفسيريّ لقوله: "للضرورة"، والمعنى إنما يترك حديث غير الفقيه إذا خالف القياس للضرورة، وهي أنه لو عمل بالحديث وقت المخالفة أيضاً لانسدّ باب القياس من كل وجه، وقد أمر الله تعالى بالقياس بقوله: ﴿فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ﴾ (الحشر:٢)، والحال أن الراوي غير فقيه، ويحتمل أنه نقل ذلك الحديث بالمعنى؛ لأنه كان شائعاً ذائعا فيهم فيمكن أنه أخطأ فيه، ولم يدرك مراد رسول الله ﷺ، فحينئذ كيف يعتمد على قوله: ويترك به القياس الثابت بقوله تعالى، فلهذه الضرورة تركنا هذا الحديث وعملنا بالقياس. حديث أبي هريرة رضي الله عنه: وهو ما روى أبو هريرة أن النبي ﷺ قال: "لاتصرّوا الإبل والغنم فمن ابتاعها بعد ذلك فهو بخير النظرين بعد أن يحلبها، إن رضيها أمسكها وإن سخطها ردّها وصاعاً من تمر". رواه مسلم[رقم:٣٨١٥]وأبو داود، [رقم:٣٤٤٣] والتصرية تفعيل من الصرعى، وهو في اللغة الجمع، يقال: صرّيت الماء وصريته إذا جمعته، والمراد به في الحديث جمع اللبن في الضرع بالشد، وترك الحلب مدة ليحلب المشتري بعد ذلك، فيغترّ بكثرة لبنه ويشريه بثمن غال.

فهذا الحديث مخالف للقياس من كل وجه؛ لأن القياس في ضمان العدوانات والبياعات كلها أن يكون مقدّراً بالمثل في المثلي، وبالقيمة في ذوات القيم، فضمان اللبن المشروب إما باللبن مثله وإما بالقيمة، ولو كان التمر قيمة فيه فينبغي أن يكون بحسب اللبن، لا أنه يجب صاع التمر قل اللبن أو كثر، فإذا لم يعمل بالحديث لكونه مخالفاً للقياس فليس للمشترى ولاية الردّ بسبب التصرية من غير شرط؛ لأن البيع يقتضي سلامة المبيع، وبقلة اللبن لاتفوت وصف السلامة؛ لأن اللبن ثمرة، وبعدمها لاينعدم وصف السلامة، فبقلتها أولى، هذا عند أبي حنيفة رحمه الله=

---

* فتأمل: إشارة إلى أنه لايحسن إيراد هذه الرواية كأن أباهريرة لم يكن مجتهداً.

اللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

الحمد لله الذي جعل اصول الفقه مبنى الحلال والحرام عنوان وفقنا الطبع

الحسامي

للشيخ الامام الالمعي والقرم الهمام اللوذعي حسام الدين محمد بن محمد بن عمر الاخسيكثي

ترجمة المصنف: هو محمد بن محمد بن عمر حسام الدين الاخسيكثي رحمه الله، كان اماما بارعا مات يوم الاثنين الثاني والعشرين من ذي القعدة سنة اربع واربعين وستمائة وتفقه عليه محمد بن عمر النوجاباذي وهو ابن محمد البخاري، والاخسيكثي نسبة الى اخسيكث بفتح الالف وسكون الخاء المعجمة وكسر السين المهملة ثم الياء التحتية ثم الكاف المفتوحة ثم الثاء المثلثة بلدة من بلاد فرغانة والحسامي نسبة الى لقبه حسام الدين، كذا ذكره السمعاني.

مع شرحه العجيب المسمى

بالنامي

الذي صنفه التحرير المدقق العالم الفاضل المحقق المولوي الحافظ عبد الحق الحقاني بن محمد امير

مير محمد كتب خانه آرام باغ كراچی

اللهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

الحمد لله الذی جعل اصول الفقه مبنی للحلال والحرام علی ان وفقنا الطبع

الحسامی

للشیخ الامام الالمعی والقرم الهمام اللوذعی حسام الدین محمد بن محمد بن عمر الاخسیکثی

ترجمة المصنف، هو محمد بن محمد بن عمر حسام الدین الاخسیکثی رحمه الله، کان اماما بارعا مات یوم الاثنین فی العشرین من ذی القعدة سنة اربع واربعین وستمائة وتفقه علیه محمد بن عمر النوحاباذی ومحمد بن محمد البخاری، والاخسیکثی نسبة الی اخسیکث بفتح الالف وسکون الخاء المعجمة وکسر السین المهملة ثم الفعتیة ثم الکاف المفتوحة ثم المثلثة بلدة من بلاد فرغانة والمنتخب الحسامی نسبة الی لقبه حسام الدین، کذا ذکره السمعانی.

مع شرحه العجیب المسمّٰی

بالنامی

الذی صنفه النحریر المدقق العالم الفاضل المحقق المولوی ابو محمد عبد الحق الحقانی بن محمد امیر

ملتزم الطبع والنشر

میر محمد، کتب خانہ مرکز علم وادب آرام باغ کراچی

فان وافق حدیثه القیاس عمل به وان خالفه لم یترك الا للضرورة وانسداد باب الرأی وذلك مثل حدیث ابی هریرة فی المصراة و ان كان الراوی مجهولا

فان وافق حدیثه القیاس عمل به وان خالفه لم یترك الا للضرورة وانسداد باب الرأی قوله و انسداد عطف تفسیری لقوله للضرورة والمعنی انما یترك حدیث غیر الفقیه اذا خالف القیاس للضرورة وهی انه لو عمل بالحدیث وقت المخالفة ایضا لانسد باب القیاس من كل وجه وقد امر الله تعالی بالقیاس بقوله فاعتبروا یا اولی الابصار والحال ان الراوی غیر فقیه ویحتمل انه نقل ذلك الحدیث بالمعنی لانه كان شائعا ذائعا فیهم فیمكن انه اخطأ فیه ولم یدرك مراد رسول الله صلی الله علیه وسلم فكیف یعتمد علی قوله ویترك به القیاس الثابت بقوله تعالی فلهذا الضرورة تركنا هذا الحدیث وعملنا بالقیاس وذلك مثل حدیث ابی هریرة رض فی المصراة وهو ما روی ابو هریرة ان النبی صلی الله علیه وسلم قال لا تصروا الابل والغنم فمن ابتاعها بعد ذلك فهو بخیر النظرین بعد ان یحلبها ان رضیها امسكها و ان سخطها ردها وصاعا من تمر رواه مسلم وابوداؤد والتصریة تفعیل من الصری وهو فی اللغة الجمع یقال صریت الماء وصریته اذا جمعته والمراد به فی الحدیث جمع اللبن فی الضرع بالشد و ترك الحلب مدة لیحلب المشتری بعد ذلك فیغتر بكثرة لبنه ویشتریه بثمن غال فهذا الحدیث مخالف للقیاس من كل وجه لان القیاس فی ضمان العدوانات والبیاعات كلها ان یكون مقدرا بالمثل فی المثلی وبالقیمة فی ذوات القیم فضمان اللبن المشروب اما باللبن مثله واما بالقیمة ولو كان التمر قیمة فینبغی ان یكون بحسب اللبن لا انه یجب صاع التمر قل اللبن او كثر فاذا لم یعمل بالحدیث لكونه مخالفا للقیاس فلیس للمشتری ولایة الرد بسبب التصریة من غیر شرط لان البیع یقتضی سلامة المبیع وبقلة اللبن لا تفوت وصف السلامة لان اللبن ثمرة وبعدمها لا ینعدم وصف السلامة فبقلتها اولی هذا عند ابی حنیفة وذهب الشافعی ومالك الی ان التصریة عیب حتی كان للمشتری الخیار ان شاء ردها وصاعا من تمر وان شاء امسكها عملا بظاهر الحدیث ف اعلم ان هذا مذهب عیسی بن ابان واما عند الكرخی ومن تابعه من اصحابنا فلیس فقه الراوی شرطا لتقدم الحدیث علی القیاس بل یقبل خبر كل عدل ضابط اذا لم یكن مخالفا للكتاب و السنة المشهورة ویقدم علی القیاس و هذا هو الحق المبین والیه مال اكثر العلماء وهو المأثور من الصحابة والتابعین وان كان الراوی مجهولا ای فی روایة الحدیث

جامع الأسرار

في شرح المنار للنسفي

تأليف

الشيخ محمد بن محمد بن أحمد

الكاكي

المتوفى سنة ٧٤٩هـ

تحقيق الدكتور

فضل الرحمن عبد الغفور الأفغاني

الناشر

مكتبة نزار مصطفى الباز

مكة المكرمة - الرياض

الطبعة الثانية
١٤٢٦ هـ . ٢٠٠٥م

مكتبة نزار مصطفى الباز

المملكة العربية السعودية

مكة المكرمة: الشامية - المكتبة ت ٥٧٤٩٠٢٢/٥٧٤٥٠٤٤
المستودع: ٥٢١٨٠٢١ ص.ب: ٣٠١٩
الرياض: شارع السويدي العام المتقاطع مع شارع
كعب بن زهير - خلف أسواق الراجحي ص.ب: ٦٦٩٣٠
المكتبة: ٤٢٤٠٣٥٢ المستودع: ٤٢١١٩١١ الرمز البريدي ١١٥٨٦
القاهرة: ٠١٢٢١٠٧٢٥٣

جامع الأسرار

في شرح المنار

"للنسفي"

تأليف

الشيخ محمد بن محمد بن أحمد الكاكي

المتوفى سنة ٧٤٩هـ

تحقيق الدكتور

فضل الرحمن عبد الغفور الأفغاني

الجزء الثالث

الناشر

مكتبة نزار مصطفى الباز

وإن عرف بالعدالة ، والضبط دون الفقه كأنس وأبي هريرة - رضي الله عنهما - إن وافق حديثه القياس عمل به ، وإن خالفه ، لم يترك إلا بالضرورة .

***** ***** ***** *****

قلنا : الكلام في خبر (يخالف القياس) [1] وفي هذه الصورة لا احتمال .

والثاني : من عرف بالعدالة والضبط ، ولم يعرف بالفقه - أي قليل الفقه- مثل أبي هريرة - رضي الله عنه - وأنس بن مالك ، وسلمان ، وبلال - رضي الله عنهم - وغيرهم (ممن) [2] اشتهر بالصحبة مع الرسول - ﷺ - في الحضر والسفر ، ولكنه لم يكن من أهل [3] الاجتهاد ، فما وافق حديثه القياس عمل به ، وإن خالفه لم يترك إلا بالضرورة وهي انسداد باب الرأي .

وجه عدم القبول عند انسداد باب الرأي : أن ضبط الحديث عظيم الخطر ، لأنه - ﷺ - قد أوتي (جوامع) [4] / [5] الكلم ، والوقوف على كل معنى ضمنه في كلامه أمر عظيم . ولهذا قلت رواية الكبار من الصحابة -رضي الله عنهم - وقد كان نقل الحديث بالمعنى مستفيضا فيهم على ما جاء في كثير من الأخبار : أمر النبي - ﷺ - بكذا ، ونهى عن كذا ،ولما ظهر ذلك منهم احتمل أن هذا الراوي نقل معنى كلام الرسول - ﷺ -

---

(١) في ب (مخالف للقياس) .

(٢) في ح (من) وهو خطأ .

(٣) وفيه نظر : وذلك أن أبا هريرة - رضي الله عنه - كان فقيها ومن أهل الاجتهاد ، حيث لم يعدم شيئا من أسبابه ، وقد كان يفتي في زمان الصحابة ، وما كان يفتي في ذلك الزمان إلا فقيه مجتهد كما يأتي ذلك في ص ٥٧٣ إن شاء الله تعالى .

(٤) في ح (بجوامع) .

(٥) ق ١١٨ / أ من ب .

١٧٨

تسهيل الوصول

الى

علم الاصول

(تأليف)

الاستاذ صاحب الفضيلة الشيخ محمد عبد الرحمن

عيد المحلاوى الحنفى القاضى بالمحكمة العليا الشرعية

حفظه الله

طبع بمطبعة

مصطفى البابى الحلبى واولاده بمصر

(ربيع اول - ١٣٤١ هـ)

١٧٨

تسهيل الوصول

الى

علم الاصول

(تأليف)

الاستاذ صاحب الفضيلة الشيخ محمد عبد الرحمن

عيد المحلاوى الحنفى القاضى بالمحكمة العليا الشرعية

حفظه الله

طبع بمطبعة

مصطفى البابى الحلبى واولاده بمصر

(ربيع اول - ١٣٤١ هـ)

الأشعري وعائشة رضي الله عنهم كان حديثه حجة سواء وافق القياس أو خالفه فإن كان موافقا للقياس تأيد به وإن كان مخالفا للقياس يترك القياس ويعمل بخبر الواحد لأن الخبر يقين بأصله من حيث أنه قول الرسول عليه السلام لا يحتمل الخطأ وإنما الشبهة بعارض النقل حيث يحتمل الغلط والنسيان أو الكذب من الراوي والقياس محتمل بأصله إذ كل وصف يحتمل أن يكون علة فلا يعلم يقينا أن الحكم في المنصوص عليه باعتبار هذا الوصف لاحتمال أن يكون الوصف المؤثر غير ما ظنه المجتهد مؤثرا فكان الأخذ بما ليس في أصله شبهة أولى ٭ مثل خبر الواحد المخالف للقياس حديث القهقهة وهو ما روي أنه عليه الصلاة والسلام قال ألا من ضحك منكم قهقهة فليعد الوضوء فإنه رواه أبو موسى الأشعري وكثير من الصحابة كجابر وأنس رضي الله عنهم فالقياس يقتضي عدم نقضها الوضوء لأنها صوت كالكلام وليست نجسا وقال الشافعي ومالك لا ينقض بها الوضوء وهو القياس فاندفع الاعتراض بأنكم عملتم بخبر القهقهة المخالف للقياس مع أنه رواية معبد الجهني وأنه لم يعرف بالفقه من بين الصحابة ٭ وإن عرف الراوي بالعدالة والضبط ولم يعرف بالفقه والاجتهاد كأنس وأبي هريرة وسلمان وبلال رضي الله عنهم إن وافق حديثه القياس عمل به وإن خالفه لم يترك الحديث الا بسبب ضرورة وهي انسداد باب الرأي فيما روى بأن يروى حديثا ينفي كون القياس حجة فيترك ويعمل بالقياس لأنهم كانوا ينقلون الحديث بالمعنى والوقوف على مراده صلى الله عليه وسلم عظيم والناقل ينقل بقدر فهمه فلعله لم يدرك مراده صلى الله عليه وسلم فلهذا كان الحديث مخالفا للقياس من كل وجه وإذا انسد باب الرأي من كل وجه صار ناسخا للكتاب وهو قوله تعالى فاعتبروا يا أولي الأبصار ٭ مثال ذلك حديث أبي هريرة رضي الله عنه في المصراة وهو أن النبي عليه السلام قال لا تصروا الإبل والغنم فمن ابتاعها بعد ذلك فهو بخير النظرين بعد أن يحلبها إن رضيها أمسكها وإن سخطها ردها وصاعا من تمر والمصراة بضم الميم وفتح الصاد وتشديد الراء الشاة أو الناقة التي جمع لبنها في الضرع بالشد وترك الحلب ليتخيل للمشتري أنها غزيرة اللبن وقوله لا تصروا بضم التاء وفتح الصاد فهو من التصرية وهي الجمع ومعنى قوله بخير النظرين نظره لنفسه بالاختيار والإمساك ونظره البائع بالرد والفسخ فهذا الحديث مخالف للقياس من كل وجه لأن الضمان إما بالمثل في المثلي أو القيمي في ذوات القيم فضمان اللبن المشروب

الجزء الاول

الجامع المسند الصحيح المختصر من امور
رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وايامه

صحيح البخاري

للإمام أبي عبد الله محمد بن اسمعيل البخاري الجعفي رحمه الله
١٩٤هـ ــــ ٢٥٦هـ

بحواشي الشيخ المحدث أحمد على السهارنفوري (١٢٩٧هـ)
ومعه حاشية للإمام أبي الحسن السندي (١١٣٨هـ)
وفي بدايته "الأبواب والتراجم" لإمام الهند الشاه ولي الله الدهلوي (١١٧٦)

ويليه
حل اللغات وأسماء رجال البخاري

صححه وحققه وراجعه
جمع من أساتذة جامعة الرشيد كراتشي باكستان

اعتنى بها
الطاف ايند سنز، كراتشي باكستان
للنشر و التوزيع



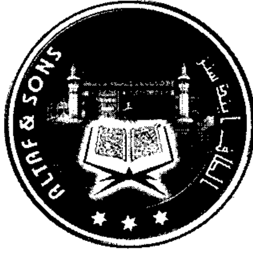
Fax : (92) 21 - 2512774
E-mail : altaf123@hotmail.com

صحیح البخاری

ناشر

الطاف اینڈ سنز

Graphix & Printing : **AL-QADIR PRINTING PRESS**



سن طباعت بار اوّل ــــ ۱۴۲۹ھ، مطابق ۲۰۰۸ء

تعداد بار اوّل ــــ ۱۱۰۰ سیٹ

کل صفحات ــــ ۲۳۶۰

ملنے کا پتہ

الطاف اینڈ سنز

پوسٹ بکس نمبر : 5882، کراچی - 74000 ، پاکستان۔

فیکس نمبر : 2512774 - 21 (92)

مطبع...... القادر پرنٹنگ پریس، کراچی

الْوَاحِدِ ثُمَّ يَرْفَعَهُ عَلٰى مَنْكِبِهِ وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ اللِّمَاسِ وَالنِّبَاذِ. [راجع: ٣٦٨]
فتبدو عورته

(٦٣) بَابُ بَيْعِ[1] الْمُنَابَذَةِ

وَقَالَ أَنَسٌ نَهٰى [عَنْهُ] النَّبِيُّ ﷺ عَنْهُ.

٢١٤٦- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ ثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ وَعَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهٰى عَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ. [راجع: ٣٦٨]
مر بيانهما عنقريب

٢١٤٧- وَحَدَّثَنِيْ [حَدَّثَنَا] عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ ثَنَا عَبْدُالْأَعْلٰى ثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ لِبْسَتَيْنِ وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ. [راجع: ٣٦٧]
اى الاحتباء واشتمال الصماء كما مر

(٦٤) بَابُ النَّهْيِ [نَهْيِ الْبَائِعِ أَنْ يُحَفِّلَ الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ] لِلْبَائِعِ[2] أَنْ لَا يُحَفِّلَ الْإِبِلَ وَالْبَقَرَ وَالْغَنَمَ وَكُلَّ مُحَفَّلَةٍ[3]

وَالْمُصَرَّاةُ[4] الَّتِيْ صُرِّيَ لَبَنُهَا وَحُقِنَ فِيْهِ وَجُمِعَ فَلَمْ يُحْلَبْ أَيَّامًا وَأَصْلُ التَّصْرِيَةِ حَبْسُ الْمَاءِ يُقَالُ مِنْهُ صَرَّيْتُ الْمَاءَ إِذَا حَبَسْتَهُ.

٢١٤٨- حَدَّثَنَا ابْنُ بُكَيْرٍ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنِ الْأَعْرَجِ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ لَا تُصَرُّوا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدُ فَإِنَّهُ بِخَيْرِ[5] النَّظَرَيْنِ بَعْدَ [بَيْنَ] أَنْ يَحْلُبَهَا [يَحْتَلِبَهَا] إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ [أَمْسَكَهَا] وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعَ تَمْرٍ وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ (ذكوان (قس)) وَمُجَاهِدٍ وَالْوَلِيْدِ بْنِ رَبَاحٍ وَمُوْسَى بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ صَاعَ تَمْرٍ وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ وَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلٰثًا وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ وَلَمْ يَذْكُرْ ثَلٰثًا [قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللهِ] وَالتَّمْرُ أَكْثَرُ. [راجع: ٢١٤٠]
وصله مسلم (قس) وصله البزار وصله احمد بن منيع (قس) وصله مسلم وصله مسلم ايضا كلام البخاري (ع) اى من الطعام رواية (ف)

٢١٤٩- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِيْ يَقُوْلُ ثَنَا أَبُوْ عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ مَنِ اشْتَرٰى شَاةً مُحَفَّلَةً
ابن سليمان النهدى (قس)

---

١ قوله: بيع المنابذة وهي ان ينبذ كل واحد منهما ثوبه الي الآخر ولم ينظر واحد منهما الي ثوب صاحبه وقيل ان يجعل النبذ نفس البيع. (ع)

٢ قوله: باب النهي للبائع ان لا يحفل آه كذا في معظم الروايات ولا زائدة وقد ذكر ابونعيم بدون لا و يحتمل ان تكون مفسرة ولا يجعل بيانا للنهي وقيد النهي للبائع اشارة الي ان المالك لو حفل فجمع اللبن للولد او لعياله او لضيفه لم يحرم وذكر البقر في الترجمة وان لم يذكر في الحديث اشارة الى انها في معنى الابل والغنم خلافا لداود وانما اقتصر عليهما لغلبتهما عندهم والتحفيل بالمهملة والفاء التجميع سميت بذلك لان اللبن يكثر في ضرعها وكل شيء كثرته فقد حفلته. (فتح)

٣ قوله: وكل محفلة بالنصب عطفا على المفعول وهو من عطف العام على الخاص اشار الى ان الحاق غير النعم من ماكول اللحم بالنعم للجامع بينهما وهو تغرير المشتري وقال الحنابلة وبعض الشافعية يختص ذلك بالنعم واختلفوا في غير الماكول كالاتان والجارية فالاصح لا يرد للبن عوضا وبه قال الحنابلة في الاتان دون الجارية. (فتح الباري)

٤ قوله: والمصراة مرفوع لانه مبتدا وخبره قوله التي صري لبنها والمصراة اسم مفعول من التصرية يقال صريت الناقة بالتخفيف وصريتها بالتشديد واصريتها اذا حفلتها قوله وحقن فيه بمعني صري وعطف عليه علي سبيل العطف التفسيري لانه بمعناه والضمير في فيه يرجع الي الثدي بقرينة ذكر اللبن كذا في العيني.

٥ قوله: فانه بخير النظرين الخ اي بخير الامرين له اما امساكه المبيع اورده ايهما اختاره فعله كذا في المجمع قال العيني ظاهر الحديث ان الخيار لا يثبت الا بعد الحلب والجمهور علي انه اذا علم بالتصرية ثبت له الخيار ولو لم يحلب لكن لما كان التصرية لا تعرف غالبا الا بعد الحلب ذكر قيدا في ثبوت الخيار انتهى قال الشيخ في اللمعات اعلم ان ثبوت الخيار في المصراة ورد صاع من تمر او طعام هو مذهب الشافعي ومالك واحمد وابي يوسف مع خلاف في مذهب احمد في انه يجب على الفور او بعد ثلثة ايام واما مذهب ابي حنيفة وطائفة من العراقيين ومالك في رواية انه انما يثبت بالشرط لا بدونه ولا يجب رد صاع لانه يخالف القياس الصحيح من كل وجه لان الاصل ان الشيء انما يضمن بالمثل او بالقيمة في باب العدوانات او بالثمن في باب البياعات الصحيحة وهذا ثابت بالكتاب والسنة والاجماع والقياس الصحيح يقتضي وجوب القيمة والتمر ليس بقيمة اللبن قطعا ولا ثمنه ولا مماثلة بينهما صورة ولا معنى اما من حيث الصورة فظاهر واما من حيث المعنى فلان المثل من حيث المعنى لجميع الاشياء انما هو الدراهم والدنانير فيكون العمل به موجبا لانسداد باب القياس الصحيح والاصل عندنا ان الراوي ان كان معروفا بالعدالة والحفظ والضبط دون الفقه والاجتهاد ومثل ابي هريرة وانس بن مالك فان وافق حديثه القياس عمل به والا لم يترك الا لضرورة وانسداد باب الراي وتمامه في اصول الفقه انتهى وللعيني ههنا كلام طويل لا يسعه هذه الحاشية.

اسماء الرجال: باب بيع الملامسة الخ **سعيد** بن عفير هو سعيد بن كثير بن عفير المصري نسبته لجده لشهرته به **الليث** بن سعد الامام **عقيل** هو ابن خالد الايلي **ابن شهاب** هو الزهري **عامر** بن سعد بن ابي وقاص **قتيبة** بن سعيد الثقفي **عبدالوهاب** بن عبدالمجيد الثقفي **ايوب** السختياني **محمد** هو ابن سيرين الانصاري **اسماعيل** ابن ابي اويس الاصبحي **مالك** الامام المدني **ابي الزناد** عبدالله بن ذكوان **الاعرج** عبدالرحمن بن هرمز **عياش** ابن الوليد الرقام البصري **عبدالاعلي** هو ابن عبدالاعلي السامي **معمر** هو ابن راشد الازدي **الزهري** محمد بن مسلم **عطاء** ابن يزيد الليثي **ابي سعيد** الخدري باب النهي للبائع **يحيى** هو ابن عبدالله المخزومي **الليث** هو ابن سعد الامام المصري **جعفر** بن ربيعة بن شرحبيل بن حسنة المصري **الاعرج** عبدالرحمن بن هرمز **مسدد** هو ابن مسرهد الاسدي **معتمر** هو ابن سليمان بن طرخان **ابوعثمان** عبدالرحمن بن مل بتشديد اللام النهدي.

حل اللغات: **لا يحفل** من الحفل وهو الجمع منه المحفل لمجمع الناس **صري** لبنها اي ربط ضرعها.

وان لم يرفع الثوب الى منكبه والحاصل ان المنهى عنه هو الاحتباء بحيث تنكشف عورته. (قوله: وكل محفلة) اي كل ما يصلح ان تحفل. (قوله: لا تصروا) هو كقوله تعالى لا تزكوا انفسكم (قوله: عن عبدالله بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال من اشترى شاة الخ) هذا الحديث على اصول علمائنا الحنفية يجب ان يكون له حكم

فَرَدَّهَا فَلْيَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا مِنْ تَمْرٍ وَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُلَقَّى الْبُيُوْعُ.[1] [راجع: ٢١٦٤]

٢١٥٠- حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ[2] وَلَا يَبِيْعُ[3] [لَا يَبِعْ] بَعْضُكُمْ عَلَىٰ بَيْعِ بَعْضٍ وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَلَا تُصَرُّوا الْغَنَمَ وَمَنِ ابْتَاعَهَا فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْلُبَهَا [يَحْتَلِبَهَا] إِنْ رَضِيَهَا أَمْسَكَهَا وَإِنْ سَخِطَهَا رَدَّهَا وَصَاعًا مِنَ التَّمْرِ [مِنْ تَمْرٍ]». [راجع: ٢١٤٠]

في رواية عبدالرحمن الهمداني عن المستملي كذا وقال ابو محمد الجرجاني في رواية عن الفربري. (ف)

(٦٥) بَابٌ: إِنْ شَاءَ رَدَّ الْمُصَرَّاةَ وَفِي حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ

بالتنوين (قس)

في رواية علي بن شبويه عن الفربري واهمله الباقون وجزم الدارقطني بانه محمد بن عمر ابوغسان الرازي المعروف بزنيج وجزم الحاكم بانه محمد بن عمرو السواق (ف)

٢١٥١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو [مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ] [مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو يَعْنِي ابْنَ جَبَلَةَ] ثَنَا الْمَكِّيُّ ثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زِيَادٌ أَنَّ ثَابِتًا مَوْلَىٰ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدٍ (ابن الخطاب) أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: «مَنِ اشْتَرَىٰ غَنَمًا مُصَرَّاةً فَاحْتَلَبَهَا فَإِنْ رَضِيَهَا أَمْسَكَهَا وَإِنْ سَخِطَهَا فَفِيْ[4] حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ». [راجع: ٢١٤٠]

(٦٦) بَابُ بَيْعِ الْعَبْدِ الزَّانِي

اي جواز بيعه مع بيان عيبه (ع)

وَقَالَ شُرَيْحٌ إِنْ شَاءَ (١) رَدَّ مِنَ الزِّنَا

وبه قال مالك واحمد واسحاق وقال الشافعي كل ما ينقص من الثمن فهو عيب (ع)

٢١٥٢- حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ يُوسُفَ ثَنَا [أَخْبَرَنَا] اللَّيْثُ ثَنِي سَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ «إِذَا زَنَتِ الْأَمَةُ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا (بالبينة او الحبل او الاقرار (ع)) فَلْيَجْلِدْهَا وَلَا يُثَرِّبْ[5] ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْيَجْلِدْهَا وَلَا يُثَرِّبْ[5] ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعْرٍ». [انظر: ٢١٥٣-٢٢٣٣-٢٢٣٤-٢٥٥٥-٦٨٣٧-٦٨٣٩]

هذا مبالغة في التحريض بيعها (ع)

٢١٥٣، ٢١٥٤- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ ثَنِيْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِاللهِ بْنِ عَبْدِاللهِ (ابن عتبة (قس)) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ (الجهني (قس)) أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ سُئِلَ عَنِ الْأَمَةِ إِذَا زَنَتْ وَلَمْ تُحْصِنْ قَالَ: «إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوْهَا ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوْهَا ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَبِيْعُوْهَا وَلَوْ بِضَفِيْرٍ» (هو الحبل المنسوج او المفتول (ع)) قَالَ ابْنُ شِهَابٍ لَا أَدْرِيْ [أَ] بَعْدَ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ. [راجع: ٢١٥٢ وانظر: ٢٢٣٢-٢٥٥٦-٦٨٣٨]

---

١ قوله: ان تلقي البيوع اي يستقبل والتلقي الاستقبال وهو بضم التاء وفتح اللام وشدة القاف ويروي بالتخفيف قوله البيوع اي اصحاب البيوع او المراد من البيوع المبيعات. (ع)

٢ قوله: لا تلقوا الركبان قال في المجمع تلقي الركبان هو ان يستقبل الحضري البدوي قبل وصوله الي البلد ويخبره بكساد ما معه كذبًا ليشتري منه سلعة بالوكس واقل من ثمن المثل انتهى.

٣ قوله: لا يبيع بعضكم على بيع بعض المراد بالبيع المبايعة اعم من الشراء والبيع وهذا اذا تراضى المتعاقدان على مبلغ ثمن في المساومة وهو محل النهي في النكاح ايضا كذا في الهداية قوله ولا تناجشوا من النجش وهو ان يزيد في الثمن لا لرغبة فيها بل ليخدع غيره ويشتريه كذا في الكرماني قوله ولا يبيع حاضر لباد اي لا يتولى الحضري البيع من قبل البدوي لان فيه التضييق علي الناس ومر بيان هذه الثلث في الصفحة السابقة ايضا.

٤ قوله: ففي حلبتها الخ ظاهره ان صاع التمر في مقابلة المصراة واحدة كانت او اكثر نقله ابن بطال عن اكثر العلماء وابن قدامة عن الشافعية والحنابلة وعن اكثر المالكية يرد علي كل واحدة صاعا. (ف ع)

٥ قوله: ولا يثرب من التثريب وهو التعيير والاستقصاء في اللوم اي لا يزيد في الحد ولا يؤذيه بالكلام قال الخطابي معناه انه لا يقتصر علي التثريب بل يقام عليها الحد قال مالك هو عيب في العبد والامة وهو قول احمد واسحاق وابي ثور وقول الشافعي كل ما ينقص من الثمن فهو عيب وقالت الحنفية هو عيب في الجارية دون الغلام هل يجلدها السيدام لا فقال مالك والشافعي واحمد نعم وقال ابوحنيفة لا يقيم الحد الجلد الا الامام بخلاف التعزير. (عمدة القاري)

(١) وعند الحنفية الزنا عيب في الامة لان المقصود منها الاستفراش وطلب الولد دون الغلام لان المقصود منه الاستخدام. (ع)

اسماء الرجال: عبدالله بن يوسف التنيسي مالك الامام المدني ابوالزناد والاعرج تقدما باب ان شاء محمد بن عمرو هو ابن جبلة وقيل غيره المكي بن ابراهيم ابو السكن البلخي ابن جريج عبدالملك الاموي زياد بن سعد بن عبدالرحمن الخراساني ثابتا هو ابن عياض بن الاحنف باب بيع العبد الزاني وقال شريح بن الحارث الكندي القاضي وصله سعيد بن منصور عبدالله بن يوسف التنيسي الليث الامام المصري سعيد المقبري يروي عن ابيه ابي سعيد كيسان المدني مولي بني ليث اسماعيل هو ابن ابي اويس مالك المدني ابن شهاب محمد الزهري.

حل اللغات: الضفير فعيل بمعني مفعول اي الحبل المفتول او المنسوج.

الرفع فانهم صرحوا بان الحديث مخالف للقياس ومن اصولهم ان الموقوف اذا خالف القياس فهو في حكم المرفوع فبطل اعتذار من قال ان الحديث قد رواه ابوهريرة وهو غير فقيه ورواية غير الفقيه اذا خالف جميع الاقيسة ترد لانه اذا ثبت عن ابن مسعود موقوفا والموقوف في حكم المرفوع ثبت من رواية ابن مسعود ايضا وهو من اجلاء الفقهاء بالاتفاق على ان الحديث قد جاء برواية ابن عمر اخرجه ابو داود بوجه والطبراني بوجه آخر وبرواية انس اخرجه ابويعلى وبرواية عمرو ابن عوف اخرجه البيهقي في الخلافيات كذا ذكره المحقق ابن حجر.

اصح الكتب بعد كتاب الله تعالى تحت اديم السماء

صحيح البخاري

للإمام محمد بن اسمعيل البخاري رحمه الله رحمة واسعة

مع حواشي

الحافظ الشيخ المحدث احمد علي السهارنفوري رحمه الله رحمة واسعة

ومع حواشي الإمام السندي

تراجم ابواب البخاري

للشيخ المحدث الشاه ولي الله الدهلوي رحمه الله رحمة واسعة

الجزء الأول



مكتبہ رحمانیہ

اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
فون: 042-7224228-7355743

قَالَ اللهُ تَعَالٰى

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِى يُحْبِبْكُمُ اللهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِى وَفَّقَنَا لِطَبْعِ هٰذَا الْكِتَابِ الْمُسْتَجَاب

صَحِيْحُ الْبُخَارِى

الجزء الاول

وَوَفَّقَنَا لِسَعْيٍ جَمِيْلٍ فِىْ اَدَاءِ حُقُوْقِهٖ مِنْ صِحَّةِ الْكِتَابَةِ وَالطَّبَاعَةِ وَالتَّحْقِيْقِ وَالتَّدْقِيْقِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَام عَلٰى نَبِيِّهِ الْمُخْتَارِ الَّذِى قَدْ اُعْطِى
جَوَامِعُ الْكَلِمِ وَوَفَّقَ اَتْبَاعَهُ الْمُخْتَارِيْنَ لِجَمْعِ اَحَادِيْثِهِ الْمُبَارَكَةِ مِنْهُمْ

مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الْبُخَارِىُّ رَحِمَهُ اللهُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً

اَلَّذِى جَمَعَهَا وَاَحْسَنَ فِىْ جَمْعِهَا حَتّٰى اتَّفَقَ عُلَمَاءُ الْاَرْضِ بِاَنَّ تَصْنِيْفَهُ الْمَتِيْنَ هُوَ اَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ كِتَابِ اللهِ تَعَالٰى تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَاءِ، وَاَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ
عَلٰى تَوْثِيْقِهٖ وَاَمَانَتِهٖ وَضَبْطِهٖ وَصِيَانَتِهٖ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اَنَّهٗ وَفَّقَنَا لِطَبْعِهِ الصَّحِيْحِ مَعَ

حَوَاشِى

الْحَافِظِ الشَّيْخِ الْمُحَدِّثِ اَحْمَدَ عَلِى السَّهَارَنْفُوْرِى رَحِمَهُ اللهُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً وَمَعَ حَوَاشِى الْاِمَامِ اَبِى الْحَسَنِ السِّنْدِيِّ رَحِمَهُ اللهُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً
الشَّهِيْرَةِ الْقَبِيْلَةِ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ الصَّالِحِيْنَ وَالنُّبَغَاءِ الْعَارِفِيْنَ، وَاَنَّا صَحَّحْنَا مَتْنَهٗ وَحَوَاشِيَهٗ وَفْقَ النُّسَخِ الصَّحِيْحَةِ.

وَقَدْ بَذَلْنَا جُهْدًا بَلِيْغًا وَصَرَفًا كَثِيْرًا فِىْ تَصْحِيْحِهٖ وَتَدْقِيْقِهٖ ثُمَّ اَلْحَقْنَا بِهٖ حَلَّ اللُّغَاتِ وَفْقَ كُلِّ صَفْحَةٍ لِكَىْ يَسْهَلَ عَلَى الطَّالِبِ
الْمُطَالَعَةُ عَلَيْهِ، ثُمَّ اَلْحَقْنَا مَعَ مُقَدَّمَةِ الْمُجَلَّدِ الْاَوَّلِ كِتَابًا

لِتَرَاجِمِ اَبْوَابِ الْبُخَارِىْ

لِلشَّيْخِ الْمُحَدِّثِ الشَّاهْ **وَلِىُّ اللهِ الدِّهْلَوِىْ**. رَحِمَهُ اللهُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً لِكَىْ يَصِلَ الطَّالِبُ اِلٰى مُرَادِ الْبُخَارِىْ مِنْ تَرَاجِمِهٖ لِاَنَّهٗ قِيْلَ؛
فِقْهُ الْبُخَارِىْ فِى التَّرَاجِمِ وَقَدْ كَثُرَ كَلَامُ الْعُلَمَاءِ فِيْهَا،

وَالْاَهَمُّ الْمَخْصُوْصُ الزَّائِدُ

وَالْمِيْزَةُ الْخَاصَّةُ لِهٰذِهِ الطَّبْعَةِ بِاَنَّنَا جَعَلْنَا حَوَاشِى كُلِّ صَفْحَةٍ وَفْقَ مَتْنِهٖ لَاسِيَّمَا حَاشِيَةَ السِّنْدِيِّ لِكَىْ يَسْهَلَ عَلَى الطَّالِبِ
الْحُصُوْلُ عَلَيْهَا، وَذَكَرْنَا اَسْمَاءَ الرِّجَالِ مَعَ تَرَاجِمِهِمْ وَقَدْ اَضَفْنَا تَرْقِيْمَ الْاَحَادِيْثِ وَالْاَبْوَابِ لِاَوَّلِ مَرَّةٍ فَنَشْكُرُ اللهَ سُبْحَانَهٗ
وَتَعَالٰى عَلٰى هٰذَا الطَّبْعِ الْقَدِيْرِ بِالذِّكْرِ، وَنُصَلِّىْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى حَبِيْبِهِ الْجَدِيْرِ بِالذِّكْرِ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

خَادِمُ الْعِلْمِ وَالْعُلَمَاءِ الْعَبْدُ الْفَقِيْرُ اِلٰى رَبِّهٖ عَزَّوَجَلَّ مَقْبُوْلُ الرَّحْمٰن. عَفَا اللهُ عَنْهُ



مکتبہ رحمانیہ
اِقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور
فون: 042-7224228-7355743

مِن طَعامٍ وهو بالخِيار ثلثًا وقال بعضهم عن ابن سيرين صاعًا من تمر ولم يذكر ثلثًا والتمر اكثر حدثنا مسدد ثنا معتمر سمعت ابي يقول ثنا ابو عثمان عن عبد الله بن مسعود قال من اشترى شاة محفّلة فردّها فليردّ معها صاعًا من تمر ونهى النبي صلى الله عليه وسلم ان تُلَقّى البُيوع حدثنا عبد الله بن يوسف انا مالك عن ابي الزناد عن الاعرج عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تلقّوا الرُّكبان ولا يَبِيع بعضكم على بيع بعضٍ ولا تناجشوا ولا يَبيع حاضرٌ لبادٍ ولا تُصَرّوا الغنم ومن ابتاعها فهو بخير النظرين بعد ان يحلبها ان رضيها امسكها وان سخطها ردّها وصاعًا من التمر باب ان شاء ردّ المصرّاة وفي حلبتها صاعٌ من تمر حدثنا محمد بن عمرو ثنا المكي ثنا ابن جريج اخبرني زياد ان ثابتًا مولى عبد الرحمن بن زيد اخبره انه سمع ابا هريرة يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اشترى غنمًا مصرّاةً فاحتلبها فان رضيها امسكها وان سخطها ففي حلبتها صاعٌ من تمر

باب بيع العبد الزاني وقال شريح ان شاء ردّ من الزنا حدثنا عبد الله بن يوسف ثنا الليث ثني سعيد المقبري عن ابيه عن ابي هريرة انه سمعه يقول قال النبي صلى الله عليه وسلم اذا زنت الامة فتبيّن زناها فليجلدها ولا يثرّب ثم ان زنت فليجلدها ولا يثرّب ثم ان زنت الثالثة فليبعها ولو بحبلٍ من شعر حدثنا اسمعيل ثني مالك عن ابن شهاب عن عبيد الله بن عبد الله عن ابي هريرة وزيد بن خالد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم سئل عن الامة اذا زنت ولم تحصن قال ان زنت فاجلدوها ثم ان زنت فاجلدوها ثم ان زنت فبيعوها ولو بضفير قال ابن شهاب لا ادري ابعد الثالثة او الرابعة

باب الشرى والبيع مع النساء حدثنا ابو اليمان انا شعيب عن الزهري قال عروة بن الزبير قالت عائشة دخل عليّ رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكرت له فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم اشتري واعتقي فانما الولاء لمن اعتق ثم قام النبي صلى الله عليه وسلم من العشي فاثنى على الله بما هو اهله ثم قال اما بعد ما بال اناسٍ يشترطون شروطًا ليس في كتاب الله من اشترط شرطًا ليس في كتاب الله فهو باطل وان اشترط مائة شرطٍ شرط الله احق واوثق حدثنا حسان بن ابي عباد ثنا همام قال سمعت نافعًا يحدث عن عبد الله بن عمر ان عائشة ساومت بريرة فخرج الى الصلوة فلما جاء قالت انهم ابوا ان يبيعوها الا ان يشترطوا الولاء فقال النبي صلى الله عليه وسلم انما الولاء لمن اعتق قلت لنافع حرًّا كان زوجها او عبدًا فقال ما يدريني

باب هل يبيع حاضر لبادٍ بغير اجرٍ وهل يعينه او ينصحه وقال النبي صلى الله عليه وسلم اذا استنصح احدكم اخاه فلينصح له ورخّص فيه عطاء حدثنا علي بن عبد الله حدثنا سفين عن اسمعيل

قال ابو عبد الله لا بيع يحتلبها من تمر محمد بن عمرو بن جبلة

في رواية عبد الرحمن الهمداني عن المستملي وكذا قال ابو محمد الجرجاني في رواية عن الفربري ۱۲ ف

(۱) قوله ان تلقى البيوع اي يستقبل والتلقي الاستقبال وهو بضم التاء وفتح اللام وشدة القاف ويروى بالتخفيف قوله البيوع اي اصحاب البيوع او المراد من البيوع المبيعات ۱۲ ع (۲) قوله لا تلقوا الركبان. قال في المجمع تلقي الركبان هو ان يستقبل الحضري والبدوي قبل وصوله الى البلد ويخبره بكساد ما معه كذبا ليشتري منه سلعة بالوكس واقل من ثمن المثل انتهى ۱۲ (۳) قوله لا يبيع بعضكم على بيع بعض. المراد بالبيع المبايعة اعم من الشراء والبيع وهذا اذا تراضى المتعاقدان على مبلغ ثمن في المساومة وهو محل النهي في النكاح ايضا كذا في الهداية قوله ولا تناجشوا من النجش وهو ان يزيد في الثمن لا لرغبة فيها بل ليخدع غيره ويشتريه كذا في الكرماني قوله ولا يبيع حاضر لباد اي لا يتولى الحضري البيع من قبل البدوي لان فيه التضييق على الناس ومر بيان هذه الثلث في الصفحة ۱۸۳ ايضا ۱۲ (۴) قوله ففي حلبتها الخ. ظاهره ان صاع التمر في مقابلة المصراة واحدة كانت او اكثر نقله ابن بطال عن اكثر العلماء وابن قدامة عن الشافعية والحنابلة وعن اكثر المالكية يرد على كل واحدة صاعا ۱۲ ف ع (۵) قوله ولا يثرب. من التثريب وهو التعيير والاستقصاء في اللوم اي لا يزيد في الحد ولا يؤذيه بالكلام قال الخطابي معناه انه لا يقتصر على التثريب بل يقام عليها الحد قال مالك هو عيب في العبد والامة وهو قول احمد واسحق وابي ثور وقول الشافعي كل ما ينقص من الثمن فهو عيب وقالت الحنفية هو عيب في الجارية دون الغلام ثم هل يجلدها السيد ام لا فقال مالك والشافعي واحمد نعم وقال ابو حنيفة لا يقيم الحد الا الامام بخلاف التعزير ۱۲ عمدة القاري. (۶) قوله ليس في كتاب الله التذكير في ليس باعتبار الجنس او باعتبار المذكور والمراد من كتاب الله حكم الله. قس وفي الحديث اشكال من حيث ان هذا الشرط يفسد البيع ومن حيث انها خدعت البائع وشرطت لهم ما لا يصح فكيف اذن صلعم لعائشة قيل المراد الزجر والتوبيخ لهم لانه صلعم كان بين لهم ان هذا الشرط باطل لا يصح فلما الحوا قال لعائشة هذا قالوا والحكمة فيه اي في اذنه فيه ثم ابطاله ان يكون ابلغ في قطع عادتهم في ذلك كما اذن لهم في الاحرام في حجة الوداع ثم امرهم بفسخه وجعله عمرة فيكون ابلغ في زجرهم عما اعتادوه من منع العمرة في اشهر الحج وقد يحتمل المفسدة اليسيرة لتحصيل مصلحة عظيمة كذا في النووي ويجيئ الزيادة في بيانه في الصفحة الآتية ۱۲ (۷) قوله ما يدريني قال العيني كلمة ما استفهامية اي اي شئ يدريني اي يعلمني انتهى وسياتي بيانه في كتاب النكاح ان شاء الله تعالى ۱۲ (۸) قوله هل يبيع حاضر لباد بغير اجر الخ قال ابن بطال اراد البخاري جواز ذلك بغير اجر ومنعه اذا كان باجر كما قال ابن عباس رض لا يكون له سمسارا فكانه جاز لغير السمسار اذا كان من طريق النصح وجواب الاستفهام يعلم من المذكور في الباب كذا في العيني ۱۲ (۹) قوله فلينصح له قال الكرماني النصح اخلاص العمل من شوائب الفساد ومعناه حيازة الحظ للمنصوح له انتهى قال العيني ذكر هذا التعليق تأييدا لجواز بيع الحاضر للبادي اذا كان بغير اجر لانه يكون من باب النصيحة امر بها رسول الله صلى الله عليه وسلم ۱۲ (۱۰) قوله ورخص فيه عطاء بن ابي رباح اي في بيع الحاضر للبادي وروي عن عطاء انه لا يصح والجمع ان يحمل قوله هذا على كراهة التنزيه كذا في الفتح قال العيني الاوجه ان يحمل ترخيصه فيما اذا كان بلا اجر ومنعه فيما اذا كان باجر انتهى وقال ابو حنيفة يجوز بيع الحاضر للبادي مطلقا الدين النصيحة وحديث بيع الحاضر منسوخ قاله الكرماني قال العيني ليس على الاطلاق بل انما يجوز اذا لم يكن فيه ضرر لاحد المتعاقدين انتهى قال في الفتح حمل الجمهور حديث الدين النصيحة على عمومه الا في بيع الحاضر للبادي وهو خاص فيقتضي على العام والنسخ لا يثبت بالاحتمال انتهى قال العيني الاصل عندنا في مثل هذا بالترجيح منها ان حديث الدين النصيحة عمل به جميع الامة بخلاف حديث النهي فان الكل لم يعمل به فهذا الوجه من جملة ما يدل على النسخ ومنها ان يكون اشهر من الآخر وههنا كذلك بلا خلاف انتهى ۱۲

اسماء الرجال

مسدد هو ابن مسرهد الاسدي معتمر هو ابن سليمان بن طرخان ابو عثمان عبد الرحمن بن مل بتشديد اللام النهدي عبد الله بن يوسف التنيسي مالك الامام المدني ابو الزناد والاعرج تقدما باب ان شاء محمد بن عمرو هو ابن جبلة وقيل غيره المكي بن ابراهيم ابو السكن البلخي ابن جريج عبد الملك الاموي زياد بن سعد بن عبد الرحمن الخراساني ثابتا هو ابن عياض بن الاحنف باب بيع العبد الزاني وقال شريح بن الحارث الكندي القاضي وصله سعيد بن منصور عبد الله بن يوسف التنيسي الليث الامام المصري سعيد المقبري يروي عن ابيه ابي سعيد كيسان المدني مولى بني ليث اسمعيل هو ابن ابي اويس مالك الامام المدني ابن شهاب محمد الزهري باب الشرى والبيع الخ ابو اليمان الحكم بن نافع شعيب هو ابن ابي حمزة الزهري محمد بن مسلم بن شهاب حسان بن ابي عباد بصري سكن المدينة همام هو ابن يحيى بن دينار العوذي البصري نافعا مولى ابن عمر باب هل يبيع الخ علي بن عبد الله المديني اسمعيل هو ابن ابي خالد الاحمسي مولاهم ۱۲

حل اللغات

الضفير فعيل بمعنى مفعول اي الحبل المفتول او المنسوج ۱۲ عه وعند الحنفية الزنا عيب في الامة لان المقصود منها الاستفراش وطلب الولد دون الغلام لان المقصود منه الاستخدام ۱۲ ع.

(قوله عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال من اشترى شاة الخ) هذا الحديث على اصول علمائنا الحنفية يجب ان يكون له حكم الرفع فانهم صرحوا بان الحديث مخالف للقياس ومن اصولهم ان الموقوف اذا خالف القياس فهو في حكم المرفوع فبطل اعتذار من قال ان الحديث قد رواه ابو هريرة وهو غير فقيه ورواية غير الفقيه اذا خالف جميع الاقيسة ترد لانه اذا ثبت عن ابن مسعود موقوفا والموقوف في حكم المرفوع ثبت من رواية ابن مسعود ايضا وهو من اجلاء الفقهاء بالاتفاق على ان الحديث قد جاء برواية ابن عمر اخرجه ابو داود بوجه والطبراني بوجه آخر وبرواية انس اخرجه ابو يعلى وبرواية عمرو بن عوف اخرجه البيهقي في الخلافيات كذا ذكره المحقق ابن حجر والله تعالى اعلم اه سندي

محمد بن عمرو يعني ابن جبلة | اخبرنا | البيع والشراء | عن عروة بن الزبير قال فان | الناس شرطا | حسان بن حسان | النبي صلى الله عليه وسلم

عنوانات، فہرست، تسہیل،
کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ

اجمل الحواشی

علیٰ

اصول الشاشی

تالیف

حضرت مولانا جمیل احمد سکروڈھوی

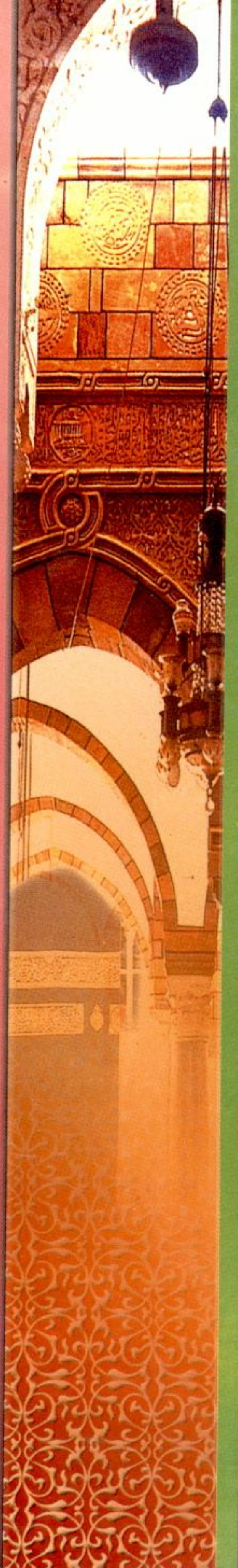
استاذ دار العلوم (وقف) دیوبند

تسہیل و عنوانات

مولانا محمد شفیق صاحب

فاضل جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

دار الاشاعت کراچی



اضافہ عنوانات، فہرست، تسہیل، کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ پہلی بار

احمل الحواشی

علی

اصول الشاشی

تالیف

حضرت مولانا جمیل احمد سکروڈھوی

استاذ دارالعلوم (وقف) دیوبند

تسہیل وعنوانات

مولانا محمد شفیق صاحب

فاضل جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

دارالاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ

کراچی پاکستان 2213768

ساتھ مشہور و معروف ہو جیسے خلفاء اربعہ، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس عبداللہ بن عمر، زید بن ثابت، معاذ بن جبل اور ان جیسے مثلاً ابوموسیٰ اشعری، ابی بن کعب، عبدالرحمٰن بن عوف صدیقہ عائشہؓ۔ جب یہ حضرات رسول اللہ ﷺ سے روایت کریں اور ہم تک بطریق صحت پہنچ جائے تو اس صورت میں ہمارے نزدیک ان کی روایات پر عمل کرنا اولیٰ ہوگا قیاس پر عمل کرنا اولیٰ نہیں ہوگا، یعنی ایسی صورت میں حدیث کو قیاس پر مقدم رکھا جائے گا۔ حضرت امام مالکؒ کا اختلاف ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ حدیث پر قیاس کو مقدم رکھا جائے گا اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ حدیث میں شبہات زیادہ ہیں اس طور پر کہ یہ بھی ممکن ہے کہ راوی کو سہو ہو گیا ہو، یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے غلطی ہوگئی ہو، یہ بھی ممکن ہے کہ اس نے جھوٹ کہا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہی نہ ہو۔ اور مجتہد کے قیاس میں صرف ایک شبہ ہے اور وہ غلطی کا شبہ ہے اور جس چیز میں ایک شبہ ہو وہ اس سے اولیٰ ہے جس میں بہت سے شبہات ہوں لہٰذا قیاس جس میں ایک شبہ ہوتا ہے وہ اولیٰ ہوگا اس حدیث سے جس میں بہت سے شبہات ہیں ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرات صحابہؓ نے خبر واحد کی وجہ سے اپنی آراء اور قیاسات کو ترک کیا ہے مثلاً صدیق اکبرؓ نے اپنی رائے سے ایک فیصلہ دیا پھر حضرت بلالؓ سے اس کے خلاف حدیث سنی تو حضرت ابوبکرؓ نے اپنے سابقہ فیصلہ سے رجوع فرمالیا۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ اگر کسی نے حاملہ عورت کے پیٹ پر ڈنڈا مارا اور اس کی وجہ سے جنین گر گیا تو ضارب پر جنین کی دیت واجب نہیں ہوگی، لیکن حضرت علیؓ نے حدیث فی الجنین غرة عبد او امة (جنین میں غرہ یعنی غلام یا باندی ہے) بیان کی تو حضرت عمرؓ نے اپنی رائے سے رجوع فرمالیا تھا اور وہ بھی حدیث کی وجہ سے جنین کی دیت کے قائل ہوگئے تھے۔ اسی طرح حضرت ابن عمرؓ مزارعت یعنی زمین کو بٹائی پر دینے کے عدم جواز کے قائل تھے لیکن جب انہوں نے رافع بن خدیج سے حدیث سنی کہ اللہ کے نبی ﷺ نے اہل خیبر کو زمین بٹائی پر دی ہے تو انہوں نے اپنی رائے کو چھوڑ دیا اور حدیث پر عمل پیرا ہوگئے۔ اور بہت سے واقعات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ نے حدیث کی وجہ سے اپنی رائے کو ترک کر دیا ہے۔ الحاصل یہ واقعات اس پر دلالت کرتے ہیں کہ حدیث کو قیاس پر مقدم رکھا جائے گا، یعنی قیاس اور رائے کے مقابلہ میں حدیث پر عمل کیا جائے گا۔

علم واجتہاد میں معروف صحابی کی حدیث قیاس پر مقدم ہے :......... صاحب اصول الشاشی فرماتے ہیں کہ علم واجتہاد کے ساتھ معروف صحابی کی حدیث چونکہ ہمارے نزدیک قیاس پر مقدم ہوتی ہے اس لئے امام محمدؒ نے قہقہہ کے مسئلہ میں حدیث اعرابی پر عمل کیا ہے اور اس کے مقابلہ میں قیاس کو ترک کیا ہے۔ حدیث اعرابی یہ ہے کہ ایک بار آنحضور ﷺ نماز پڑھا رہے تھے ایک اعرابی جس کی آنکھ خراب تھی آیا اور ایک کنویں میں گر گیا، بعض صحابہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑے، نماز کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص تم میں سے قہقہہ لگا کر ہنسا ہے وہ وضو اور نماز دونوں کا اعادہ کرے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قہقہہ لگا کر ہنسنا ناقض وضو ہے اور قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ قہقہہ ناقض وضو نہ ہو کیونکہ نقض طہارت کی علت خروج نجاست ہے اور قہقہہ سے خروج نجاست نہیں ہوتا لہٰذا قہقہہ ناقض وضو نہ ہونا چاہئے۔ اس مسئلہ میں علماء احناف حدیث اعرابی پر عمل کرتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں قیاس کو ترک کرتے ہیں۔

اعتراض :...... یہاں یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ اس حدیث کے راوی معبد جہنی ہیں اور معبد جہنی صحابہؓ کے درمیان علم واجتہاد کے ساتھ معروف نہیں ہیں لہٰذا یہ حدیث اس کی مثال کیسے ہو سکتی ہے جس کا راوی علم واجتہاد کے ساتھ معروف نہ ہو۔

جواب :...... اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کو معبد جہنی کے علاوہ ابوموسیٰ اشعری نے بھی روایت کیا ہے اور ابوموسیٰ اشعریؓ فقہ اور اجتہاد میں معروف ہیں۔

اسی طرح امام محمدؒ نے محاذات کے مسئلہ میں ایک حدیث روایت کی ہے حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود ہیں جو فقہ اور

باسمه سبحانه وتعالیٰ

مَن یُرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیرًا یُفَقِّھهُ فِی الدِّین (بخاری ومسلم)



اجودُ الحواشی

اُردو شرح

اُصولُ الشّاشی

اعرابِ عبارت وترجمہ، اصولِ فقہ کے مسائل کا خلاصہ تجزیہ عبارت کے عنوان سے تشریح عبارت کے تحت ائمہ کرامؒ کے اختلافی مسائل مع ادلّہ، فوائدِ نافعہ واعتراضات وجوابات

تالیف

حضرت مولانا محمد اصغر علی صاحب

استاذ الحدیث

جامعہ اسلامیہ عربیہ

مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ (بخاری ومسلم)

اجودُالحواشی

اُردو شرح

اُصولُ الشّاشی

اعرابِ عبارت وترجمہ، اصولِ فقہ کے مسائل کا خلاصہ تجزیہ عبارت کے عنوان سے
تشریحِ عبارت کے تحت ائمہ کرامؒ کے اختلافی مسائل مع ادلّہ، فوائدِ نافعہ واعتراضات وجوابات

تالیف

حضرت مولانا محمد اصغر علی صاحب

استاذ الحدیث

جامعہ اسلامیہ عربیہ

مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

قسم ثالث خبر واحد

خبر واحد اس حدیث کو کہتے ہیں جس کو ایک راوی ایک سے روایت کرے یا ایک راوی جماعت سے یا ایک جماعت ایک راوی سے نقل کرے اور اس جماعت میں تعداد کا کوئی اعتبار نہیں جب تک یہ خبر مشہور کی حد کو نہ پہنچے لیکن اگر جماعت کی تعداد مشہور کی حد کو پہنچ گئی ہو پھر وہ خبر مشہور بن جائے گی۔

قولہ: وَهُوَ يُوْجِبُ الْعَمَلَ بِهِ الخ

خبر واحد کا حکم

جمہور ائمہ مجتہدین کے نزدیک احکام شرعیہ میں خبر واحد پر عمل کرنا واجب ہے جب کہ اس کے راوی میں پانچ شرطیں موجود ہوں، (۱) خبر واحد کا راوی مسلمان ہو، (۲) عادل ہو، (۳) ضابط ہو یعنی حافظہ بھی قوی ہو، (۴) عاقل ہو، (۵) وہ حدیث متصل ہو منقطع نہ ہو یعنی آخری راوی حضور اقدس ﷺ سے روایت کر کے مخاطب تک حدیث کو متصل کر دے درمیان میں انقطاع نہ ہو۔

قولہ: ثُمَّ الرَّاوِيْ فِي الْأَصْلِ قِسْمَانِ الخ

راویوں کی اقسام

یہاں سے مصنفؒ راویوں کی تقسیم بیان فرما رہے ہیں اصل سے مراد وہ راوی ہے جس نے رسول اللہ ﷺ سے براہ راست روایت کی ہو اور حضور اقدس ﷺ سے براہ راست سننے والے صحابہ کرامؓ ہیں لہٰذا خبر واحد کو نقل کرنے والے راوی دو قسم پر ہیں۔

راوی کی قسم اوّل: وہ راوی ہیں جو علم اور اجتہاد و استنباط کیساتھ مشہور اور معروف ہوں اور نصوص سے مسائل مستنبط کرنیکا ملکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا ہو جیسے خلفائے اربعہؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ اور ان جیسے دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جیسے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت عائشہؓ وغیرہ،

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جب یہ حضرات صحابہ کرامؓ جو اجتہاد اور استنباط کے ساتھ مشہور ہیں حضور اقدس ﷺ سے روایت کریں اور حضور اقدس ﷺ سے ان کی روایت صحیح سند کے ساتھ آپ تک پہنچ جاتی ہو تو اس صورت میں حدیث پر عمل کیا جائے گا اور قیاس کو چھوڑ دیا جائے گا، تو احنافؒ کے نزدیک ان کی روایت پر عمل کرنا اولیٰ ہوگا قیاس پر عمل کرنے سے لیکن حضرت امام مالکؒ کے نزدیک اس صورت میں قیاس پر عمل کیا جائے گا کیونکہ خبر واحد پر عمل کرنے میں کئی شبہات ہیں کہ راوی سے سہو ہو گیا ہو یا حدیث حضور اقدس ﷺ سے منقول ہی نہ ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ

اس نے جھوٹ کہا ہو۔

لیکن قیاس میں صرف ایک ہی شبہ ہے وہ یہ کہ مجتہد کا غلطی کرنا، اس لئے جس میں کم شبہات ہیں اس پر عمل کیا جائے گا، لیکن احناف فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں حدیث پر عمل کرنا صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام نے خبر واحد کی وجہ سے اپنی آراء اور قیاسات کو چھوڑ دیا تھا۔

قولہ: وَلِهٰذَا رَوٰى مُحَمَّدٌ حَدِيْثَ الْاَعْرَابِيِّ الخ

خبر واحد کے مقابلہ میں قیاس کو ترک کرنیکی مثالیں

جب خبر واحد قیاس کے مقابلہ میں آجائے اور خبر واحد کسی معروف بالفقہ راوی سے مروی ہو تو قیاس کو ترک کر دیا جائے گا۔

مثال اوّل: حضرت امام محمدؒ نے نماز میں قہقہہ سے وضو ٹوٹنے کا مسئلہ بیان فرمایا ہے اور اس اعرابی کی حدیث روایت کی ہے جس کی آنکھ میں کچھ خرابی تھی اس حدیث کو معبد جہنیؒ کے علاوہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے بھی روایت کیا ہے جو مجتہدین صحابہ میں سے ہیں، حدیث اعرابی یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ ایک مرتبہ نماز پڑھا رہے تھے دوران نماز ایک صحابی آئے جن کی بینائی کمزور تھی مسجد نبوی میں ایک کنواں تھا وہ اس کنویں میں گر گئے بعض صحابہؓ نماز میں قہقہہ مار کر ہنس پڑے، تو نماز سے فراغت کے بعد حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ تم میں سے جو قہقہہ لگا کر ہنسا ہے وہ وضو اور نماز دونوں کا اعادہ کرے، اس خبر واحد سے معلوم ہوا کہ قہقہہ لگا کر ہنسنا ناقض وضو ہے لیکن قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ قہقہہ ناقض وضو نہ ہو کیونکہ جسم سے کوئی نجاست نہیں نکلی، اس مسئلہ میں احناف نے حدیث اعرابی پر عمل کر کے قیاس کو چھوڑ دیا ہے کیونکہ یہ خبر واحد معروف بالفقہ والاجتہاد راوی سے مروی ہے اس لئے وضو ٹوٹنے کا حکم لگا دیا جائے، لیکن ائمہ ثلاثہ نے قیاس پر عمل کیا ہے اور فرمایا قہقہہ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

قولہ: وَرَوٰى حَدِيْثَ تَاخِيْرِ النِّسَاءِ الخ

مثال ثانی: اسی طرح حضرت امام محمدؒ نے محاذات کے مسئلے میں عورتوں کو پیچھے رکھنے کی حدیث کو روایت کیا ہے اور اس کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا ہے، اس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہیں جو معروف بالاجتہاد ہیں، فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا "اَخِّرُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَخَّرَهُنَّ اللّٰهُ" کہ تم عورتوں کو پیچھے رکھو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیچھے رکھا ہے، کیونکہ عورت کی پیدائش مرد کی پیدائش کے بعد ہے اس لئے حضور اقدس ﷺ نے مردوں کو حکم دیا کہ وہ عورتوں کو مؤخر کریں، اس حدیث کے مطابق اگر کوئی عورت نماز میں کسی مرد کے برابر میں آکر کھڑی ہوگئی یا مرد اس کے برابر میں آکر کھڑا ہو گیا تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی، کیونکہ مرد تارک فرض ہوگا کہ عورت کو مؤخر کرنا

ہے جو حکمتوں سے بھرا ہوا وہ خزانہ ہاتھ میں آ گیا
وہ رفیقِ درس ملا مجھے سبھی ہمسروں پہ جو چھا گیا

محقق و مدلل

نجوم الحواشی

شرح اردو

اُصُولُ الشّاشِی

تالیف
حسین احمد ہردواری مدرس دارالعلوم دیوبند

مکتبہ رحمانیہ

اقرأ سنٹر۔ غزنی سٹریٹ
اردو بازار۔ لاہور

ہے جو حکمتوں سے بھرا ہوا وہ خزانہ ہاتھ میں آگیا
وہ رفیقِ درس ملا مجھے سبھی ہمسروں پہ جو چھا گیا

محقّق و مدلّل

نجوم الحواشی

شرح اردو

اصول الشاشی

حسب ہدایت
فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا سید ارشد صاحب مدنی
استاذ حدیث و ناظم تعلیمات دار العلوم دیوبند

تالیف
حسین احمد ہردواری
مدرس دار العلوم دیوبند

ناشر
مکتبہ رحمانیہ
اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

اختیاری مطالعه

مسلکِ امام مالکؒ، امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر خبر واحد قیاس کے مخالف ہو تو خبر واحد کو ترک کر دیا جائے گا اور وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ خبر واحد میں تو شبہات کثیرہ ہیں مثلاً راوی کو سہو ہو جانا یا اس سے غلطی سرزد ہو جانا یا اس کا کاذب ہونا اور قیاس میں صرف ایک شبہ ہے یعنی شبهة الخطاء اور یہ بات ظاہر ہے کہ جس چیز میں صرف ایک ہی شبہ ہو وہ اس سے مقدم ہے جس میں شبہاتِ کثیرہ ہوں، لہٰذا قیاس جس میں فقط ایک شبہ ہے مقدم ہوگا، اس خبر واحد پر جو قیاس کے خلاف ہے اور اس میں شبہات کثیرہ موجود ہیں مگر ہماری دلیل اجماع صحابہ ہے کہ وہ حضرات حدیث کے سامنے اپنی رائے کو ترک فرما دیا کرتے تھے معلوم ہوا قیاس کے مقابلہ میں حدیث پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے، اسی بات سے ان متعصبین پر بھی رد ہو گیا جو امام صاحبؒ کو قیاسی کہتے ہیں حالانکہ امام صاحبؒ بجائے قیاس کے خبر واحد کو ترجیح دیتے ہیں، ویقال ان الخبر متیقن باصله وانما دخلت الشبهة في نقله.

اللغة: سُوْءٌ آفت، کمی، ج اَسْوَاء القَي قَاءَ قَيْأً قے کرنا (ض) السهو مصدر نَصَرَ بھولنا۔

وَالْقِسْمُ الثَّانِيْ مِنَ الرُّوَاةِ هُمُ الْمَعْرُوْفُوْنَ بِالْحِفْظِ وَالْعَدَالَةِ دُوْنَ الْاِجْتِهَادِ وَالْفَتْوٰى كَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَاِذَا صَحَّتْ رِوَايَةُ مِثْلِهِمَا عِنْدَكَ فَاِنْ وَافَقَ الْخَبَرُ الْقِيَاسَ فَلَا خَفَاءَ فِيْ لُزُوْمِ الْعَمَلِ بِهٖ وَاِنْ خَالَفَهُ كَانَ الْعَمَلُ بِالْقِيَاسِ اَوْلٰى مِثَالُهٗ مَارَوٰى اَبُوْهُرَيْرَةَ اَلْوُضُوْءُ مِمَّا مَسَّتْهُ النَّارُ فَقَالَ لَهٗ ابْنُ عَبَّاسٍ اَرَأَيْتَ لَوْ تَوَضَّأْتَ بِمَاءٍ سَخِيْنٍ اَكُنْتَ تَتَوَضَّأُ مِنْهُ فَسَكَتَ وَاِنَّمَا رَدَّهٗ بِالْقِيَاسِ اِذْ لَوْ كَانَ عِنْدَهٗ خَبَرٌ لَرَوَاهُ وَعَلٰى هٰذَا تَرَكَ اَصْحَابُنَا رِوَايَةَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ فِيْ مَسْئَلَةِ الْمُصَرَّاةِ بِالْقِيَاسِ.

ترجمه

اور راویوں کی قسم ثانی (یعنی دوسری قسم کے راوی) وہ حضرات ہیں کہ جو حفظ (حافظہ کا اچھا ہونا) اور عدالت میں معروف ہوں نہ کہ اجتہاد وفتویٰ میں جیسے حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت انس بن مالکؓ پس جب ان دونوں حضرات جیسوں کی روایت تیرے پاس پہنچے تو اگر خبر، قیاس کے موافق ہو تو اس پر عمل کے لازم ہونے میں کوئی خفاء نہیں ہے (یعنی حدیث پر عمل کرنا واجب ہے) اور اگر وہ خبر، قیاس کے خلاف ہو تو (اس صورت میں) قیاس پر عمل کرنا اولیٰ ہے اس خبر کی مثال جو قیاس کے مخالف ہو وہ حدیث ہے جس کو حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کیا ہے کہ اس چیز (کے استعمال کرنے) سے وضو (واجب) ہے جس کو آنچ لگی ہو (یعنی جو چیز آگ پر پکائی گئی ہو جیسے روٹی، چائے وغیرہ) تو حضرت ابو ہریرہؓ سے حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ آپ یہ بتائیے کہ اگر آپ گرم پانی سے وضو کریں تو کیا آپ اس گرم پانی (کے استعمال) کی وجہ سے وضو جدید کریں گے پس حضرت ابو ہریرہؓ خاموش ہو گئے اور حضرت ابن عباسؓ نے حدیث ابو ہریرہؓ کو قیاس سے رد کیا ہے، اس لئے کہ اگر حضرت ابن عباسؓ کے پاس کوئی خبر ہوتی تو حضرت ابن عباسؓ اس خبر کو ضرور روایت کرتے وعلیٰ هذا!

عنوانات، فہرست، تسہیل،
کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ

اجمل الحواشی
علیٰ
اصول الشاشی

تالیف
حضرت مولانا جمیل احمد سکروڈھوی
استاذ دار العلوم (وقف) دیوبند

تسہیل و عنوانات
مولانا محمد شفیق صاحب
فاضل جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

دار الاشاعت کراچی

اضافہ عنوانات، فہرست، تسہیل، کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ پہلی بار

اجمل الحواشی

علیٰ

اصول الشاشی

تالیف

حضرت مولانا جمیل احمد سکروڈھوی

استاذ دارالعلوم (وقف) دیوبند

تسہیل وعنوانات

مولانا محمد شفیق صاحب

فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

دارالاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ

کراچی پاکستان 2213768

تھنوں میں دودھ روکا گیا ہو۔ ایسا اس لئے کیا جاتا ہے تاکہ خریدار کو دھوکہ ہو چنانچہ وہ یہ سمجھے کہ یہ جانور زیادہ دودھ دینے والا ہے اور یہ سمجھ کر زیادہ قیمت لگائے حالانکہ اصلاً اس جانور کے دودھ کی مقدار کم ہے، اس سلسلہ میں حدیث ابو ہریرہؓ، جس کو حدیث مصرات بھی کہتے ہیں یہ ہے کہ کسی نے مصرات جانور خریدا اور اس کا دودھ نکالا اور اس کو استعمال کر لیا دو چار دن کے بعد جب جانور دودھ کم دینے لگا تو اس کو اندازہ ہوا کہ مجھے دھوکہ دیا گیا ہے، ایسی صورت میں اللہ کے نبی نے فرمایا ہے کہ مشتری اگر پسند کرے تو بیع کو باقی رکھے اور اگر ناپسند کرے تو جانور کو واپس کر دے اور جو دودھ نکال کر استعمال کیا ہے اس کے بدلے میں ایک صاع تمر دے دے اور اپنا ثمن واپس لے لے۔ حضرت امام شافعیؒ اس حدیث کے دونوں جزوں پر عمل کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ مشتری کو عقد بیع کے فسخ کر دینے کا اختیار ہے اور فسخ کر دینے کی صورت میں ایک صاع تمر دینا واجب ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ حدیث کے دونوں جز رد کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ مشتری کو عقد بیع فسخ کر دینے کا اختیار نہیں ہے بلکہ یہ بیع لازم ہوگی البتہ مشتری کو رجوع بالنقصان کا حق ہوگا۔ رجوع بالنقصان کا مطلب یہ ہے کہ دودھ کے کم ہونے کی وجہ سے جانور کی قیمت میں جو کمی واقع ہوئی ہے اس کو بائع سے واپس لے لے، مثلاً پہلے دن جانور نے دس کلو دودھ دیا اور پھر گھٹ کر آٹھ کلو رہ گیا اور بازار میں دس کلو دودھ کے جانور کی قیمت دس ہزار روپیہ ہے اور آٹھ کلو دودھ کے جانور کی قیمت آٹھ ہزار روپیہ ہے گویا مشتری کو تصریہ کی وجہ سے دو ہزار کا نقصان ہوا، پس حضرت امام صاحبؒ کے نزدیک بیع تو لازم ہوگی لیکن مشتری کو بائع سے دو ہزار روپیہ واپس لینے کا اختیار ہوگا، اسی کا نام رجوع بالنقصان ہے۔ حضرت امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث قیاس کے خلاف ہے اس طور پر کہ ضمان کی دو قسمیں ہیں ایک ضمان بالمثل، دوم ضمان بالقیمۃ۔ ہلاک شدہ چیز اگر ذوات الامثال میں سے ہے جیسے گندم وغیرہ تو ضمان بالمثل واجب ہوتا ہے اور اگر ذوات الامثال میں سے نہیں ہے جیسے جانور تو ضمان بالقیمۃ واجب ہوتا ہے، اب وہ دودھ جس کو مشتری نے دوھ کر استعمال کر لیا ہے اور اس کو ہلاک کر دیا ہے اگر ذوات الامثال میں سے ہے تو اس کا ضمان مثل کے ساتھ واجب ہونا چاہئے یعنی مشتری پر دودھ کے بدلے میں دودھ واجب ہونا چاہئے۔ اور اگر ذوات الامثال میں سے نہیں ہے تو اس کا ضمان قیمت کے ساتھ واجب ہونا چاہئے یعنی مشتری پر دودھ کی قیمت واجب ہونی چاہئے اور تمر نہ دودھ کا مثل ہے اور نہ دودھ کی قیمت ہے لہذا حدیث میں تمر کا واجب کیا جانا قیاس کے خلاف ہے۔ اور غیر فقیہ کی حدیث اگر قیاس کے مخالف ہو تو اس صورت میں حدیث کو ترک کر دیا جاتا ہے لہذا اس حدیث کو ترک کر دیا گیا اور مشتری کے ضرر کو دور کرنے کے لئے مشتری کو رجوع بالنقصان کا حق دیا گیا۔

اعتراض:...... اس جگہ ایک اعتراض ہے وہ یہ کہ ابو ہریرہ کو غیر فقیہ کہنا غلط ہے حضرت امام اعظمؒ بھی ان کو فقیہ مانتے ہیں، اور پھر ابو ہریرہ غیر فقیہ کیسے ہو سکتے ہیں جب کہ وہ عہد رسالت میں بھی فتویٰ دیتے تھے اور بعد میں بھی، اور فقہاء صحابہ سے ان کے فتاویٰ میں معارضہ کرتے تھے۔ علامہ ذہبیؒ نے ابو ہریرہؓ کے بارے میں تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے **الحافظ الفقیه صاحب رسول الله صلی الله علیه وسلم کان من اوعیة العلم و من کبار ائمة الفتوی**، یعنی ابو ہریرہ حافظ حدیث ہیں، فقیہ ہیں، صحابی ہیں، علم کا ظرف ہیں اور بڑے امام فتویٰ ہیں۔ الحاصل ابو ہریرہ کو غیر فقیہ اور غیر مجتہد قرار دینا اور یہ کہنا کہ حضرت امام صاحبؒ نے مخالف قیاس ہونے کی وجہ سے اس حدیث کو ترک کیا ہے، غلط ہے۔

جواب:...... حضرت امام صاحبؒ نے اس حدیث کو دو وجہوں سے ترک کیا ہے ایک تو یہ کہ اس حدیث کے الفاظ میں اضطراب ہے کیونکہ بعض روایات میں صاع من تمر کا لفظ ہے اور بعض میں **صاعاً من طعام لا سمراء** کا لفظ ہے، یعنی گندم کے علاوہ اناج کا ایک

صاع اور بعض میں مثل لبنها قمحاً ہےیعنی دودھ کے ایک مثل گندم اور بعض میں مثلی لبنها قمحاً ہےیعنی لبن کے دو مثل گندم۔ اور بعض میں صاعاً من طعام او صاعا من تمر کالفظ ہےاور بعض میں صاعاً من بر لا سمراء کالفظ ہے۔اور الفاظ حدیث میں اضطراب چونکہ حدیث کو نا قابل عمل بنا دیتا ہےاس لئے حضرت امام صاحبؒ نے اس حدیث پر عمل نہیں کیا ہے۔دوسری وجہ یہ ہے کہ حدیث مصرات،قرآن،حدیث اور اجماع کے معارض ہے۔قرآن کے معارض تو اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدی علیکم اور فرمایا ہے جزاء سیئة سیئة مثلها اور ارشاد ہے وان عوقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به، یہ تینوں آیات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ضمان تلف شدہ چیز کے مساوی ہونا چاہئے اور ایک صاع تمر اور تلف کردہ دودھ میں کسی طرح بھی مساوات ممکن نہیں ہے۔اور حدیث کے معارض اس لئے ہے کہ آنحضورﷺ نے فرمایا الخراج بالضمان یعنی محصول ضمان کی وجہ سے ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ جس شخص کے ضمان میں کوئی چیز ہوتی ہے اس کا نفع اور اس سے حاصل شدہ فائدہ بھی اسی کا ہوتا ہے۔اور اگر نقصان ہوا تو اس کا ذمہ دار بھی وہی ہوگا۔دوسری حدیث ہے نهی عن بیع الکالی بالکالی، اللہ کے نبیﷺ نے دین کی بیع دین کے عوض سے منع کیا ہے اور دین کہتے ہیں ماوجب فی الذمہ کو یعنی وہ چیز جو ذمہ میں واجب اور ثابت ہوتی ہے اس کو دین کہا جاتا ہے،اب ملاحظہ کیجئے وہ دودھ جس کو مشتری نے نکال کر تلف کیا ہے دو طرح کا ہے ایک وہ جو عقد بیع کے وقت جانور کے تھنوں میں تھا، دوم وہ جو عقد بیع کے بعد مشتری کے ضمان اور ذمہ داری میں رہتے ہوئے اس کے تھنوں میں پیدا ہوا ہے۔عقد بیع فسخ ہونے کی صورت میں اس دودھ کا مالک بائع ہوگا جو عقد بیع کے وقت تھنوں میں موجود تھا اور جو دودھ بعد میں پیدا ہوا ہے اس کا مالک مشتری ہوگا۔اب آپ بتائیں کہ ایک صاع تمر دونوں طرح کے دودھ کا عوض ہے یا صرف اس کا عوض ہے جو عقد بیع کے وقت تھنوں میں تھا۔اگر اول ہے تو الخراج بالضمان کے مخالف ہے اس لئے کہ جو دودھ عقد بیع کے بعد تھنوں میں پیدا ہوا ہے وہ مشتری کی ملک ہے اور مشتری کی ملک اس لئے ہے کہ بیع کے بعد جانور مشتری کے ضمان میں ہے لہذا اس کے ضمان میں جو دودھ حاصل ہوا ہے اس کا ملک بھی مشتری ہوگا اور جب ایسا ہے تو مشتری پر اس چیز کا ضمان واجب کیا گیا جس کا مشتری مالک ہے اور یہ بات قطعاً نامعقول ہے۔

الحاصل اگر ایک صاع تمر دونوں طرح کے دودھ کا عوض ہو تو حدیث الخراج بالضمان کے مخالف ہوگا اور اگر صرف اس دودھ کا عوض ہو جو عقد بیع کے وقت جانور کے تھنوں میں تھا،تو حدیث نهی عن بیع الکالی بالکالی کے مخالف ہوگا اس لئے کہ وہ دودھ جو عقد بیع کے وقت تھنوں میں تھا اور مشتری نے اس کو نکال کر پی لیا ہے اور اس کو تلف کر دیا ہے فسخ بیع کی وجہ سے وہ دودھ مشتری کے ذمہ میں دین ہو گیا اور وہ صاع جو اس کا عوض ہے وہ بھی اس پر دین ہے،پس مشتری پر دودھ کے عوض ایک صاع تمر کا واجب کرنا یعنی بیع اللبن بالصاع کرنا بیع الدین بالدین ہے حالانکہ اللہ کے نبیﷺ نے اس سے منع کیا ہے اور جب ایسا ہے تو حدیث مصرات نهی عن بیع الکالی بالکالی کے مخالف ہے۔الحاصل حدیث مصرات،حدیث الخراج بالضمان کے مخالف ہے یا حدیث نهی عن بیع الکالی بالکالی کے مخالف ہے۔اور حدیث مصرات اجماع کے بھی معارض اور مخالف ہے کیونکہ اس بات پر اجماع ہے کہ ضمان دو ہی قسم کا ہوتا ہے ایک مثلی،دوم معنوی (قیمت)۔اور تمر کا صاع دونوں میں سے کوئی نہیں ہے۔تمر کے صاع کا دودھ کا مثل نہ ہونا تو ظاہر ہے اور دودھ کی قیمت نہ ہونا اس لئے ہے کہ حدیث میں صاع تمر کو دودھ کا بدل قرار دیا گیا ہے خواہ دودھ کم ہو یا زیادہ ہو حالانکہ قیمت کے یہ معنی نہیں ہیں، قیمت کے معنی تو یہ ہیں کہ وہ گھٹتی بڑھتی رہے یعنی دودھ کم ضائع ہوا ہو تو کم تمر واجب ہوں، زیادہ ضائع ہوا ہو تو زیادہ تمر واجب ہوں۔الحاصل حدیث مصرات اجماع کے بھی مخالف اور معارض ہے۔اب آپ سوچ کر بتائیں کہ حدیث مصرات جو قرآن کے بھی مخالف ہے،حدیث کے بھی مخالف ہے اور اجماع کے بھی مخالف ہے اس پر عمل کرنا مناسب ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

مَن یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیرًا یُّفَقِّھہُ فِی الدِّین (بخاری ومسلم)



اجودُ الحواشی

اُردو شرح

اُصولُ الشاشی

اعرابِ عبارت وترجمہ، اصولِ فقہ کے مسائل کا خلاصہ تجزیہ عبارت کے عنوان سے تشریح عبارت کے تحت ائمہ کرامؒ کے اختلافی مسائل مع ادلّہ، فوائدِ نافعہ واعتراضات وجوابات

تالیف

حضرت مولانا محمد اصغر علی صاحب

استاذ الحدیث

جامعہ اسلامیہ عربیہ

مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْن (بخاری ومسلم)

اجود الحواشی

اردو شرح

اصول الشاشی

اعرابِ عبارت وترجمہ، اصولِ فقہ کے مسائل کا خلاصہ تجزیہ عبارت کے عنوان سے تشریح عبارت کے تحت ائمہ کرامؒ کے اختلافی مسائل مع ادلہ، فوائدِ نافعہ واعتراضات وجوابات

تالیف

حضرت مولانا محمد اصغر علی صاحب

استاذ الحدیث

جامعہ اسلامیہ عربیہ

مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

ہے کہ کوئی شخص جانور مثلاً گائے، بھینس کا دودھ اس لئے روک لیتا ہے اور دوھتا نہیں تا کہ دودھ زیادہ نکلے اور مشتری خریدنے میں راغب ہو، جب مشتری نے ایسے جانور کو خریدا اور بعد میں جب دودھ کم نکلا، اب چونکہ اس کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے اس لئے شریعت نے جانور کو واپس کرنے کا اختیار دیا ہے،

اب مشتری نے جو دودھ دوہا ہے اس کے بارے میں حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے کہ جانور واپس کرنے کے ساتھ کھجور کا ایک صاع بھی واپس کرے، اب یہ خبر واحد ہے اور قیاس کے مخالف ہے کیونکہ ضمان کی دو قسمیں ہیں (۱) مثل صوری (۲) مثل معنوی، مثل صوری تو یہ ہے کہ اگر دودھ ذوات الامثال میں سے ہے تو اس کا تاوان دودھ کے ساتھ واجب ہونا چاہئے اور اگر دودھ ذوات القیم میں سے ہے تو پھر ضمان معنوی یعنی قیمت واجب ہونی چاہئے، لیکن کھجور کا ایک صاع، نہ تو دودھ کی مثل صوری ہے اور نہ مثل معنوی، اور چونکہ اس حدیث کے راوی غیر معروف بالفقہ والاجتہاد صحابی ہیں اور یہ حدیث قیاس کے مخالف ہے اس لئے قیاس پر عمل کیا جائے گا اور حدیث کو چھوڑ دیا جائے گا اور صرف جانور واپس کیا جائے گا۔

فائدہ: مذکورہ بالا اصول جو بیان کیا گیا ہے کہ خبر واحد کے راوی جو حفظ وعدالت کے ساتھ تو مشہور ہوں لیکن فتوی اور اجتہاد کے ساتھ مشہور نہ ہوں ایسی روایت اگر قیاس کے مخالف ہو تو تعارض کے وقت حدیث کو چھوڑ دیا جائے گا اور قیاس پر عمل کیا جائے گا یہ اصول غلط ہے اس کی تین دلیلیں ہیں،

دلیل اوّل: یہ ہے کہ ہمارے ائمہ یعنی حضرت امام ابو حنیفہؒ اور حضرت امام ابو یوسفؒ اور حضرت امام محمدؒ میں سے کسی سے بھی یہ اصول منقول نہیں ہے، اسکی نسبت زیادہ سے زیادہ امام محمدؒ کے شاگرد عیسیٰ بن ابانؒ کیطرف کی جاتی ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ یہ نسبت بھی غلط ہے۔

دلیل ثانی: یہ ہے کہ ہمارے ائمہ سے صراحتاً یہ بات منقول ہے اور امام ابو الحسن کرخیؒ اور دیگر فقہاء احناف کے ہاں غیر معروف بالفقہ والاجتہاد صحابی کی روایت اگر قیاس کے مخالف بھی ہو تب بھی اس حدیث کو قیاس پر ترجیح دی جائے گی اور اس کے مقابلے میں قیاس کو چھوڑ دیا جائے گا کیونکہ حضرت امام ابو حنیفہؒ سے ایسے کئی مسائل ثابت ہیں جن میں انہوں نے خبر واحد کے مقابلے میں قیاس کو چھوڑ کر خبر واحد پر عمل کیا ہے، علماء احنافؒ سے تو صراحتاً یہ بات بھی منقول ہے کہ اگر قیاس کے مقابلے میں کسی صحابی کا بھی قول مل جائے تو قیاس کو چھوڑ کر اس صحابی کے قول پر عمل کیا جائے گا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ قیاس کے مقابلے میں صحابی کا قول تو بخوشی منظور ہو لیکن حدیث جس کا راوی غیر معروف بالفقہ والاجتہاد صحابی ہو تو اس کے مقابلے میں قیاس پر عمل کیا جائے گا۔

دلیل ثالث: یہ ہے کہ مذکورہ دو مثالوں میں جو دو حدیثیں بیان کی گئی ہیں ان کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ ہیں انہیں غیر فقیہ صحابی کہنا بھی غلط ہے، کیونکہ وہ فقیہ صحابی ہیں کئی مسائل میں ان کا اپنا مذہب ہے اور کئی مسائل میں وہ کئی صحابہ سے اختلاف رکھتے ہیں اور یہی ان کے فقیہ ہونے کی

دلیل ہے، اور مصنفؒ نے جو دو مثالیں بیان کی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ غیر معروف بالفقہ ہیں لیکن یہ مصنفؒ کا سہو ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ فتویٰ بھی دیا کرتے تھے۔

باقی رہی یہ بات کہ ان دو مسئلوں میں خبر واحد کو چھوڑا گیا ہے اور احناف نے خبر واحد پر عمل کیوں نہیں کیا اسکی وجہ قیاس نہیں ہے بلکہ اس کی وجوہ دیگر ہیں، پہلی حدیث ''مِمَّا مَسَّتْهُ النَّارُ'' کو اس لئے چھوڑا گیا ہے کہ اس سے وضو کا ٹوٹنا منسوخ ہو چکا ہے یا وضو سے مراد وضو لغوی ہے وضو شرعی مراد نہیں ہے،

اور دوسری ''صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ'' کو قیاس کے مخالف ہونے کی وجہ سے نہیں چھوڑا گیا بلکہ کتاب اللہ اور سنت مشہورہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے چھوڑا گیا ہے، یا اس حدیث کے متن میں اضطراب ہے کسی میں ''صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ'' اور کسی میں ''صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ'' ہے اس شبہ کی بنا پر احناف نے عمل نہیں کیا، نہ کہ اس وجہ سے کہ حضرت ابو ہریرہؓ غیر معروف بالفقہ ہیں جس کی تفصیل احادیث وفقہ کی کتب میں موجود ہے اگر تفصیل دیکھنی ہو تو وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

قولہ: وَبِاعْتِبَارِ اِخْتِلَافِ الرُّوَاةِ الخ

خبر واحد پر عمل کرنیکی شرائط

یہاں سے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ خبر واحد کے راویوں کی حالتیں مختلف ہوتی ہیں اس لئے ہم احناف کہتے ہیں کہ خبر واحد پر عمل کرنے کی شرائط ہیں۔

شرطِ اوّل: یہ ہے کہ خبر واحد قرآن پاک کے مخالف نہ ہو اگر کتاب اللہ کے مخالف ہو تو عمل نہیں کیا جائے گا۔

شرطِ ثانی: خبر واحد سنت مشہورہ کے مخالف نہ ہو اگر سنت مشہورہ کے مخالف ہوگی تو اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

شرطِ ثالث: یہ ہے کہ وہ خبر واحد ظاہر کے بھی مخالف نہ ہو اگر وہ خبر واحد ظاہر کے مخالف ہو تو اس پر عمل نہیں کیا جائے گا، ان تینوں کی مثالیں آگے آ رہی ہیں، اور یہ شرطیں اس وجہ سے لگائی جا رہی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے بعد تمہارے پاس بہت سی حدیثیں پہنچیں گی جب میری طرف سے کوئی حدیث تمہارے سامنے پیش کی جائے تو اس کو کتاب اللہ پر پیش کرو اگر وہ حدیث کتاب اللہ کے موافق ہو تو اس کو قبول کرلو اور اگر وہ حدیث کتاب اللہ کے مخالف ہو تو اس کو رد کردو، اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خبر واحد کتاب اللہ کے مخالف نہ ہو، لیکن دلالت النص سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خبر واحد سنت مشہورہ اور ظاہر کے بھی مخالف نہ ہو۔

قولہ: وَتَحْقِيْقُ ذَالِكَ فِيْمَا رُوِيَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ الخ

ہے جو حکمتوں سے بھرا ہوا وہ خزانہ ہاتھ میں آگیا
وہ رفیقِ درس بلا مجھے سبھی ہمسروں پہ جو چھا گیا

محقّق ومدلّل

نجوم الحواشی

شرح اردو

اصول الشاشی

حسب ہدایت
فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا سید ارشد صاحب مدنی
استاذ حدیث وناظم تعلیمات دار العلوم دیوبند

تالیف
حسین احمد ہردواری
مدرس دار العلوم دیوبند

ناشر
مکتبہ رحمانیہ
اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

نام کتاب : نجوم الحواشی شرح اردو اصول الشاشی

مصنف : مولانا حسین احمد ہردواری، مدرس دار العلوم دیو بند

ناشر : مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور

مطبع : منیر عباس پرنٹرز

تعداد : ۱۱۰۰

واپس کرے کیونکہ امام صاحبؒ کے نزدیک تصریہ عیب نہیں ہے اس لئے کہ بیع، مبیع کی سلامتی کو چاہتی ہے اور قلتِ لبن سے سلامتی کا وصف فوت نہیں ہوتا کیونکہ لبن اصل مبیع نہیں ہے بلکہ اصل مبیع جانور ہے اور دودھ ثمرۂ مبیع ہے تو امام صاحبؒ کا مسلک یہ ہے کہ مشتری کو مبیع کی واپسی کا کوئی حق نہیں ہے ہاں البتہ اس کو قلتِ لبن کی وجہ سے جانور میں جو کمی محسوس ہوئی ہے اس کمی کے عوض میں بائع سے اپنے ادا کردہ ثمن میں سے حسبِ نقصان کچھ رقم واپس لے لے اور رہی یہ بات کہ امام صاحبؒ کا مسلک حدیث کے خلاف ہے کیونکہ حدیث کے اندر تو مشتری کو مبیع واپس کرنے کا اختیار دیا ہے اور مبیع کے ساتھ ساتھ بائع کی جانب استعمال کئے ہوئے دودھ کے عوض میں ایک صاع کھجور دینے کا حکم ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث قیاس کے خلاف ہے کیونکہ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہلاک شدہ چیز اگر ذوات الامثال میں سے ہو تو اس کا مثل واجب ہوتا ہے جس کو مثلِ صوری کہتے ہیں اور اگر وہ ہلاک شدہ چیز ذوات القیم میں سے ہو تو اس کے ہلاک کرنے سے مثلِ معنوی یعنی شئی کی قیمت واجب ہوتی ہے حالانکہ حدیث کے اندر دودھ کے عوض میں جو ایک صاع کھجور واجب کی گئی ہے، وہ نہ دودھ کا مثلِ صوری ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ دودھ اور کھجور صورتاً مثل نہیں ہیں اور نہ ایک صاع کھجور کو استعمال شدہ دودھ کی قیمت کہا جاسکتا ہے کیونکہ قیمت اپنے مقابل یعنی مبیع کی کمی وزیادتی سے کم اور زیادہ ہوتی رہتی ہے، حالانکہ حدیثِ مذکور میں دودھ کے عوض میں متعین طریقے سے ایک صاع کھجور کو بیان کیا گیا ہے خواہ مشتری نے دودھ کم استعمال کیا ہو یا زیادہ لہٰذا یہ حدیث قیاس کے خلاف ہے اور مصنفؒ نے ضابطہ یہ بیان کیا تھا کہ جب حدیث قیاس کے خلاف ہو اور اس کا راوی غیر فقیہ ہو تو حدیث کے مقابلہ میں قیاس پر عمل کرنا اولیٰ ہے لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک تصریہ عیب ہے لہٰذا اس عیب کی وجہ سے مشتری کو حدیث کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے مبیع کو واپس کرنے اور ساتھ ساتھ ایک صاع کھجور دینے کا اختیار ہے، اور یہ بھی اختیار ہے کہ وہ اس کو اپنے پاس روک لے، اب بات صرف اتنی رہ جاتی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کو جن سے یہ حدیث مروی ہے یعنی حدیثِ مصراۃ اور اس سے پہلی حدیث یعنی **الوضوءُ مما مستّهُ النارُ**، غیر فقیہ کہنا کس حد تک صحیح ہے لہٰذا اس کو اختیاری مطالعہ کے تحت دیکھا جاسکتا ہے جو فائدہ سے خالی نہیں ہے۔

اختیاری مطالعہ

حضرت ابو ہریرہؓ کو غیر فقیہ کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ ابن الہمام نے ان کے فقیہ ہونے کی صراحت کی ہے اور کیسے نہ ان کو فقیہ کہا جائے جبکہ وہ عہد صحابہ میں فتویٰ دیا کرتے تھے اور اجلۂ صحابہ سے مناظرہ کیا کرتے تھے مثلاً حضرت ابن عباسؓ نے حاملہ متوفی عنہا زوجہا کی عدت ابعد الاجلین قرار دی یعنی دونوں عدتوں وضع حمل اور چار ماہ دس دن میں جو عدت لمبی ہو، مگر حضرت ابو ہریرہؓ نے اس کو رد فرمادیا اور عدت وضع حمل قرار دی۔ (نور الانوار حاشیہ) معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہؓ فقیہ ہیں اب رہی یہ بات کہ پھر ان کی روایت کردہ حدیث مصراۃ کو قیاس کے ذریعہ کیوں رد کردیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث مصراۃ کو اس لئے رد نہیں کیا کہ اس کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ فقیہ نہیں بلکہ اس کو رد کرنے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہ حدیث مضطرب ہے یعنی اس کے متن میں اختلاف بیانی سے کام لیا گیا ہے، چنانچہ بعض جگہ **صاعٌ من تمر** کا لفظ ہے اور بعض جگہ **صاعاً مِنْ طعامٍ لاسمراء** کا لفظ ہے یعنی گندم کے علاوہ اناج کا ایک صاع اور بعض جگہ **صاعًا مِنْ تمرٍ** کا ہے، لفظ صاع کے نصب کے

ساتھ نیز اس حدیث مصراۃ کے رد کرنے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ یہ حدیث قرآن اور سنت مشہورہ اور اجماع تینوں کے خلاف ہے قرآن کے خلاف تو اس طرح ہے کہ قرآن کے اندر اس زیادتی کا بدلہ جس کا مثل ممکن ہو مثل کے ذریعہ بیان کیا گیا ہے یعنی مثل صوری نیز آیت سے یہ مفہوم بھی نکلتا ہے کہ زیادتی کا ضمان اسی کے تناسب سے ہونا چاہیے نہ کہ اس سے زیادہ **قال اللّٰه تعالیٰ فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدیٰ علیکم** حالانکہ حدیث مصراۃ میں ایک صاع کھجور مشتری کے استعمال کئے ہوئے دودھ کا مثل نہیں ہے اور نہ ہی دونوں میں کوئی تناسب ہے کیونکہ مشتری نے دودھ خواہ زیادہ استعمال کیا ہو یا کم دونوں صورتوں میں کھجور کی مقدار ایک ہی صاع رہے گی اور حدیث مصراۃ سنت مشہورہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ سنت سے یہ بات ثابت ہے کہ جس جگہ مثل ممکن نہ ہو یعنی مثل صوری تو وہاں قیمت متعین کی جاتی ہے حالانکہ ایک صاع کھجور کو اس دودھ کی قیمت بھی نہیں کہا جا سکتا کما مرّ تفصیلہ، سنت مشہورہ یہ ہے **مَنْ اَعْتَقَ شقصًا له مِنْ عَبْدٍ قُوِّمَ علیه نصیبُ شریکه اِنْ کانَ مُوسِرًا الحدیث** اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کسی غلام میں دو شریک ہوں اور ایک شریک اپنا حصہ آزاد کر دے تو آزاد کرنے والے پر اگر وہ مالدار ہے اپنے شریک کے حصہ کی قیمت واجب ہوگی کیونکہ اپنا حصہ آزاد کرنے کی وجہ سے دوسرے شریک کے حصہ میں فتور آ گیا کہ اب وہ اس کو فروخت نہیں کر سکتا لہٰذا اس کے اس عمل سے دوسرے شریک کا نقصان ہوا کہ وہ اپنا حصہ آزاد نہیں کرنا چاہتا تھا اور اس کی بغیر مرضی کے وہ آزاد ہو گیا، تو اس حدیث میں آزاد کرنے والے پر دوسرے شریک کے حصہ کی قیمت کو واجب ٹھہرایا ہے اور قیمت مثل معنوی ہے لہٰذا مثل معنوی کا ثبوت حدیث سے ہو گیا لہٰذا حدیث مصراۃ اس حدیث کے خلاف ہے کیونکہ ایک صاع کھجور اس دودھ کی قیمت نہیں ہے اور حدیث مصراۃ اجماع کے بھی خلاف ہے کیونکہ اجماع اس بات پر ہے کہ ذوات الامثال کا ضمان مثل صوری کے ذریعہ ادا ہوتا ہے اور ذوات القیم کا قیمت کے ذریعہ حالانکہ ایک صاع کھجور دودھ کا نہ مثل صوری ہے اور نہ اس کی قیمت اور حضرت ابو ہریرہؓ کی دوسری روایت **الوضوء مما مستهُ النار** کو اس لئے رد نہیں کیا گیا کہ اس کے راوی ابو ہریرہؓ نہیں بلکہ اس کے رد ہونے کی مختلف وجوہات ہیں جن کو احقر نے ذکر کر دیا ہے۔

فائدہ: پہلے یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ اگر راوی معروف بالعلم والاجتہاد ہے تو اس کی روایت کردہ حدیث کو قیاس پر مقدم کیا جائے گا مگر یہ ملحوظ رہے کہ راوی کے فقیہ ہونے کی شرط علماء احناف میں سے عیسیٰ ابن ابان کا قول ہے اور اسی کو متاخرین میں سے قاضی ابو زیدؒ وغیرہ نے اختیار کیا ہے مگر امام کرخیؒ اور ان کے متبعین کے نزدیک حدیث کو قیاس پر مقدم کرنے کے لئے راوی کا فقیہ ہونا شرط نہیں ہے بلکہ راوی کا عادل و ضابط ہونا کافی ہے، بشرطیکہ وہ حدیث کتاب اور سنت مشہورہ کے خلاف نہ ہو، امام ابو حنیفہؒ کا مسلک بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک راوی کے فقیہ ہونے کی شرط نہیں ہے۔

وَبِاِعْتِبَارِ اِخْتِلَافِ اَحْوَالِ الرُّوَاةِ قُلْنَا شَرْطُ الْعَمَلِ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ اَنْ لَّا يَكُوْنَ مُخَالِفًا لِلْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ الْمَشْهُوْرَةِ وَاَنْ لَا يَكُوْنَ مُخَالِفًا لِلظَّاهِرِ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَكْثُرُ لَكُمُ الْاَحَادِيْثُ بَعْدِیْ فَاِذَا رُوِیَ لَكُم عَنِّیْ حَدِيْثٌ فَاعْرِضُوْهُ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ فَمَا وَافَقَ فَاقْبَلُوْهُ وَمَا خَالَفَ فَرُدُّوْهُ۔

ترجمہ

اور راویوں کی حالتیں مختلف ہونے کے اعتبار سے ہم نے کہا کہ خبر واحد پر عمل کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہ خبر واحد

صفوة الحواشي

شرح

اصول الشاشي

تالیف

حضرت مولانا عبد الغفار صاحب

استاذ الحدیث

جامعة العلوم الاسلامیة الفریدیة ای سیون اسلام آباد

ناشر: مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین

صفوة الحواشی

شرح

اصول الشاشی

تالیف

حضرت مولانا عبد الغفار صاحب

استاذ الحدیث

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ الفریدیۃ

ای سیون —— اسلام آباد

ناشر: مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد

فون: 14-2654813 - 2653178 -051

متوفی عنها زوجها حاملہ عورت کی عدت کا مسئلہ زیر بحث آیا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کی عدت ابعد الاجلین ہوگی، اس پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا متوفی عنها زوجها حاملہ عورت کی عدت صرف وضع حمل ہوگی کیوں کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے " واُولات الاحمال اجلهنّ ان یضعن حملهنّ " حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حاملہ عورت کی عدت وضع حمل قرار دی ہے اور اس میں[1] متوفی عنها زوجها بھی داخل ہے معلوم ہوا کہ ان کو اجتہاد کا ملکہ حاصل تھا اگر ان کو اجتہاد کا ملکہ حاصل نہ ہوتا تو خاموش رہتے۔

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس دوسری قسم کے راویوں کی روایت اگر صحیح طور پر ثابت ہو جائے اور وہ قیاس کے موافق ہو تو اس پر عمل کے لازم ہونے میں کوئی خفا نہیں اور اگر یہ روایت قیاس کے مخالف ہو تو پھر قیاس پر عمل کرنا اولیٰ ہے اس روایت پر عمل کرنے سے۔ اس لئے اس روایت کو چھوڑ کر قیاس پر عمل کیا جائے گا۔ یہ مسلک عیسیٰ بن ابانؒ اور امام ابوزید دبوسی رحمہ اللہ کا ہے اسی کو علامہ فخر الاسلام بزدوی رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے اور مصنف رحمہ اللہ نے علامہ فخر الاسلام کی اتباع کرتے ہوئے یہ مسلک اختیار کیا ہے لیکن احناف میں سے امام ابوالحسن کرخی رحمہ اللہ اور دیگر فقہاء احناف کے ہاں غیر معروف بالعلم والاجتہاد صحابہ کی روایت اگر قیاس کے مخالف بھی ہو تو بھی اس کو قیاس پر ترجیح دی جائے گی اور اس کے مقابلے میں قیاس کو چھوڑ دیا جائے گا۔ کیوں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے کئی ایسے مسائل ثابت ہیں جن میں انہوں نے خبر واحد کے مقابلے میں قیاس کو چھوڑ کر اس خبر واحد پر عمل کیا ہے۔ مثلاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے "جب روزہ دار بھول کر کھا پی لے تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ یہ حدیث قیاس کے خلاف ہے اس لئے کہ قیاس اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ روزہ فاسد ہو جانا چاہئے کیوں کہ کھانے پینے سے رُکنا روزے کا رکن ہے اور جب کسی شیئ کا رکن فوت ہو جائے تو وہ شیئ فوت ہو جاتی ہے۔ جب روزے کا رکن ہی فوت ہو گیا تو روزہ ٹوٹ جانا چاہئے اسی قیاس پر امام مالک رحمہ اللہ نے عمل کیا ہے اور فرمایا ہے روزہ دار بھول کر بھی کھا پی لے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس قیاس کو چھوڑ کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت پر عمل کیا جو بقول مصنف رحمہ اللہ کے غیر معروف بالعلم والاجتہاد صحابہ میں سے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے آپ نے ارشاد فرمایا" لولا هذه الرواية لقلت بالقياس " اگر یہ روایت نہ ہوتی تو میں قیاس کا قائل ہوتا اور کہتا کہ

[1] جس طرح مطلقہ حاملہ داخل ہے اسی طرح حاملہ

بھول کر کھانے پینے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ احناف کا مختار اور پسندیدہ مسلک یہ ہے کہ غیر معروف بالعلم والاجتہاد صحابی کی روایت اگر قیاس کے مخالف بھی ہو تو بھی اس روایت پر عمل کرنا اولیٰ ہے قیاس پر عمل کرنے سے۔ مصنف رحمہ اللہ نے جو مسلک ذکر کیا ہے یہ احناف کا مختار مسلک نہیں اور صاحب مذہب امام سے اس کی تائید بھی نہیں ہوتی۔

مصنف رحمہ اللہ نے عیسیٰ بن ابان اور علامہ فخر الاسلام کے اس مسلک پر ایک مثال پیش کی ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " توضأوا ممّا مسته النار " تم وضو کرو ہر اس چیز سے جس کو آگ نے چھوا ہو اس پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ اگر ما مسته النار سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو اگر گرم پانی سے وضو کی حالت میں ثواب کی نیت سے وضو کریں تو کیا پھر دوبارہ سادہ پانی سے وضو کریں گے کیوں کہ گرم پانی بھی تو ما مسته النار میں شامل ہے اس کے بعد اس پر دوبارہ وضو واجب ہونا چاہئے، اس پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔ مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں، کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو قیاس سے رد کیا ہے کیوں کہ یہ روایت قیاس کے خلاف ہے کہ وضو تو خروج نجاست سے ٹوٹتا ہے اور یہاں **کوئی نجاست خارج نہیں ہوئی** اگر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی روایت ہوتی تو وہ اس کو ضرور روایت کرتے۔ تمام ائمہ مجتہدین نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو ترک کیا اور فرمایا کہ ما مسته النار سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

لیکن **صحیح** بات یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی راویت کو مخالف قیاس ہونے کی وجہ سے رد نہیں کیا بلکہ اس وجہ سے رد کیا ہے کہ ما مسته النار سے وضو کا ٹوٹنا منسوخ ہو چکا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی **ایک دوسری** روایت میں آتا ہے کان آخر الامرین من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترک الوضوء مما مسته النار دو امروں میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری امر ما مسته النار سے وضو کو ترک کرنا تھا۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ ابو ہریرۃ کی روایت میں وضو سے وضو لغوی مراد ہے وضو شرعی مراد نہیں جب آگ پر پکی ہوئی چیز کھائی جائے تو منہ ہاتھ گندے ہو جاتے ہیں اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم ہاتھ منہ دھولیا کرو۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر عمل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر خریدار جانور واپس کرنا چاہتا ہے تو اس کے ساتھ کھجور کا ایک صاع بھی واپس کرے۔ لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس حدیث پر عمل نہیں کیا اور فرمایا ہے کہ اگر اس جانور کو واپس کرے تو کھجور کا صاع واپس نہیں کرے گا۔

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے علماء احناف نے اس حدیث کو اس لئے چھوڑا ہے کہ یہ قیاس کے خلاف ہے اور غیر فقیہ اور غیر مجتہد صحابی کی روایت اگر قیاس کے مخالف ہو تو اس کو ترک کر دیا جاتا ہے یہ حدیث قیاس کے مخالف اس طرح ہے کہ کسی چیز کا ضمان دو طرح واجب ہوتا ہے۔ ایک کو ضمان بالمثل کہتے ہیں اور دوسرے کو ضمان بالقیمۃ کہتے ہیں۔ اگر تلف شدہ چیز مثلی ہو تو اس کا ضمان بالمثل واجب ہوتا ہے جیسے گندم وغیرہ، کسی نے دوسرے کی گندم تلف کی تو اس پر اتنی ہی اسی طرح کی گندم واجب ہوگی اور اگر تلف شدہ مثلی نہیں ہے تو اس پر قیمت کا تاوان واجب ہوتا ہے۔ جیسے جانور غیر مثلی ہے کسی نے دوسرے کا جانور ہلاک کیا تو اس پر اس کی قیمت واجب ہوگی یہاں اس مسئلے میں خریدار نے جانور کا دودھ استعمال کیا ہے دودھ اگر مثلی ہو تو اس کا تاوان خریدار پر دودھ کے ساتھ واجب ہونا چاہئے اور اس سے اتنا ہی دودھ واپس کرنا چاہئے اور اگر دودھ غیر مثلی ہے تو اس کا ضمان قیمت کے ساتھ واجب ہونا چاہئے خریدار نے جانور کا دودھ استعمال کیا ہے تو اس پر دودھ کی قیمت واجب ہونی چاہئے اور کھجور نہ دودھ کا مثل ہے اور نہ دودھ کی قیمت ہے کیوں کہ قیمت تو کم وبیش ہوتی رہتی ہے اگر کھجور دودھ کی قیمت کے طور پر واپس کرنی ہوتی تو پھر دودھ جتنا خریدار نے استعمال کیا ہے اسی کے مطابق کھجور کا واپس کرنا ضروری ہوتا حالانکہ حدیث میں مطلقاً ایک صاع واپس کرنے کا ذکر ہے، لہٰذا کھجور کا واپس کرنا خلاف قیاس ہوا اس لئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے قیاس کے مخالف ہونے کی وجہ سے اس حدیث کو چھوڑ دیا۔

لیکن احناف کے صحیح اور مختار مسلک کے مطابق حدیث اگر قیاس کے مخالف ہو تو قیاس کی وجہ سے اس پر عمل کو چھوڑا نہیں جائے گا اس لئے اس مسلک کے مطابق ہم اس کی توجیہ یہ کریں گے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو قیاس کے مخالف ہونے کی وجہ سے نہیں چھوڑا بلکہ کتاب اللہ اور سنت مشہورہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے چھوڑا ہے۔

قرآن کے مخالف اس طرح ہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم" جس نے تم پر زیادتی کی تو تم اس سے بدلہ لو اسی زیادتی کے بقدر۔

أصول الشاشي

نظام الدين أبي علي أحمد بن محمد بن إسحاق الشاشي
المتوفى سنة ٣٤٤هـ

وبهامشه

عمدة الحواشي

شرح أصول الشاشي

للمولى محمد فيض الحسن الكنكوهي

ضبطه وصححه
عبد الله محمد الخليلي

تنبيه:
وضعنا «أصول الشاشي» في أعلى الصفحات، ووضعنا شرحه «عمدة الحواشي» في أسفل الصفحات على شكل حواشٍ، وفصلنا بينهما بخط

منشورات
محمد علي بيضون
لنشر كتب السنة والجماعة
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

فصل[1]

في المطلق[2] والمقيَّد

بحث

المطلق إذا أمكن العمل به لا يجوز الزيادة عليه

ذهب أصحابنا إلى أن المطلق من كتاب الله تعالى إذا أمكن[3] العمل بإطلاقه فالزيادة عليه بخبر[4] الواحد والقياس لا يجوز مثاله في قوله تعالى ﴿فَٱغۡسِلُواْ وُجُوهَكُمۡ﴾ [المائدة: ٦] فالمأمور به هو الغسل[5] على الإطلاق فلا يزاد عليه شرط النية والترتيب والموالاة والتسمية بالخبر[6]، ولكن يعمل بالخبر على وجه لا يتغير به حكم

---

(١) قوله (فصل لما فرغ من الخاص والعام) المتفق عليهما شرع في المختلف بينهما فإن المطلق خاص عندنا وعند الشافعي رحمه الله عام ولهذا قدمه على المشترك والمؤول إنما جمعهما في فصل واحد لكون القيد عارضاً على الإطلاق ولتحقق التقابل بينهما.

(٢) قوله (في المطلق) المراد به الحصة الشائعة في إفراد الماهية من غير ملاحظة خصوص كمال أو نقصان أو وصف.

(٣) قوله (إذا أمكن العمل) الخ.. بأن لم يدل على تمكن إطلاقه دليل كما ستقف عليه في بحث الحقيقة إن شاء الله تعالى،

(٤) قوله (فالزيادة عليه بخبر الواحد) الخ لأن الإطلاق وصف مقصود في كلامهم والزيادة عليه تكون نسخاً ورفعاً لوصف الإطلاق، فلا يجوز نسخ الكتاب أصله أو وصفه بخبر الواحد أو بالقياس لأن الكتاب قطعي والخبر الواحد والقياس ظني، خلافاً للشافعي فإنه يجوز الزيادة بالخبر الواحد والقياس ويجعل بياناً للمطلق من الكتاب لأن المطلق يحتمل التقييد بالبيان.
قلنا إن البيان يقتضي سابقية الإجمال، ولا إجمال في المطلق لإمكان العمل به.

(٥) قوله (وهو الغسل) الخ.. فإن قلت لا تسلم أن المأمور به هو الغسل على الإطلاق فإنه ينافيه قوله تعالى ﴿إِذَا قُمۡتُمۡ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ فَٱغۡسِلُواْ﴾ الخ.. فيكون النية ثابتة بالكتاب.
قلت اشتراط النية يقتضي أن لا يكون الماء طهوراً بدون النية وقد قال الله تعالى ﴿وَأَنزَلۡنَا مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً طَهُورًا ۝٤٨﴾ وهذا مطلق.

(٦) قوله بالخبر وهو في النية قوله عليه السلام (إنما الأعمال بالنيات وإنما لامرئ ما نوى فمن كانت هجرته إلى الله ورسوله فهجرته إلى الله ورسوله ومن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها أو امرأة ينكحها فهجرته إلى ما هاجر إليه). وفي الترتيب حديث (هذا وضوء لا يقبل الله الصلاة إلا به) وكان مرتباً. وفي الموالاة حديثاً أمره صلى الله عليه وسلم رجلاً صلى وفي قدمه لمعة بإعادة الوضوء والصلوة رواه أبو داود.
وفي التسمية حديث (لا وضوء لمن لم يذكر اسم الله عليه) رواه أبو داود وأحمد وغيرهما.

أصول الشاشي

للإمام نظام الدين الشاشي

طبعة جديدة ملونة مصححة
بإضافة عناوين البحوث في رؤوس الصفحات

على أساس حاشية
الشيخ الحافظ محمد بركت الله اللكنوي المسمّى به

"أحسن الحواشي"

بإضافة نبذة من التعليقات الأخرى مع تخريج الأحاديث

مكتبة البشرى كراتشي باكستان

وَلَوۡ رَدُّوهُ إِلَى ٱلرَّسُولِ وَإِلَىٰٓ أُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنۡهُمۡ لَعَلِمَهُ ٱلَّذِينَ يَسۡتَنۢبِطُونَهُۥ مِنۡهُمۡۗ (النساء: ٨٣)

أصول الشاشي

للإمام نظام الدين الشاشي

المتوفى سنة ٣٢٥

على أساس حاشية الشيخ الحافظ محمد بركت الله اللكنوي
المسمى به

"أحسن الحواشي"

بإضافة نبذة من التعليقات الأخرى مع تخريج الأحاديث

مكتبة البشرى
كراتشي باكستان

يكون باقياً تحت حكم العام، وجاز أن يكون داخلاً تحت دليل الخصوص، فاستوى الطرفان في حق المعيَّن، **فإذا قام الدليل** الشرعيُّ على أنَّه من جملة ما دخل تحتَ دليل الخصوص ترجَّحَ جانب تخصيصه. وإن كان المخصِّصُ أخرج بعضاً معلوماً **عن الجملة** جاز أن يكون **معلولاً بعلّةٍ** موجودةٍ في هذا الفرد المعيَّن، فإذا قام الدليلُ الشرعيُّ على وجود **تلك العلة** في غير هذا الفرد المعين ترجَّح جهة تخصيصه، **فيُعْمل به** مع وجود الاحتمال.

فيكون خارجاً عن حكم العام — دخولاً وخروجاً — الفرد المعين — فيبقى خارجاً عن حكمه — في الباقي

فصل في المطلق والمقيَّد

ذهب أصحابُنا إلى أن المطلَقَ من كتاب الله تعالى إذا أمكن العملُ بإطلاقه فالزيادة عليه

وكذا عن السنة القولية

فإذا قام الدليلُ إلخ: وإن كان ظنياً كحديث الحنطة في صورة الربا بيانه: أن الربا لما كان مجهولاً فسّره الشارع في الأشياء الستة بقوله عليه السلام: "الحنطة بالحنطة إلخ" فقيل: بيان الشارع يثبت الاحتمال في كل من أفراد البيع؛ لاحتمال أن يكون داخلاً تحت العام، وأن يكون داخلاً تحت دليل الخصوص فاستوى الطرفان في حق المعين، ولكن لا يعلم حال ما سوى الأشياء الستة، ولهذا قال عمر رضي الله عنه: خرج النبي عليه السلام عنا ولم يبين لنا أبواب الربا أي: بياناً شافياً، فاحتاج العلماء إلى التعليل والاستنباط، فعلّل أبوحنيفة رحمه الله بالقدر والجنس، والشافعي رحمه الله بالطعم والثمنية، ومالك رحمه الله بالإقتيات والإدخار، فعمل كل بمقتضى تعليله في تحريم أشياء وتحليل أشياء على ما يأتي في باب القياس إن شاء الله تعالى كذا في "المعدن" وغيره.

عن الجملة: أي جملة أفراد العام كقوله عليه السلام: "اقتلوا المشركين ولا تقتلوا بعضهم".[عمدة الحواشي: ص ٢١] معلولاً بعلّة إلخ: كخروج أهل الذمة في قوله: "اقتلوا المشركين ولا تقتلوا أهل الذمة"؛ فإنه معلول بعلة عدم المحاربة والمقاتلة منهم.[عمدة الحواشي: ص ٢١] تلك العلة: التي تكون في الأفراد المخصوصة.

فيُعْمل به: أي على أنه حجة ظنية توجب العمل لا العلم.[الشافي: ص ٤٦] فصل في المطلق إلخ: تعريف المطلق: هو لفظ خاص يدل على فرد شائع أو أفراد على سبيل الشيوع، ولم يتقيد بصفة من الصفات كرقبة في قوله تعالى في كفارة اليمين: ﴿أَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ﴾ الآية. تعريف المقيد: هو لفظ خاص يدل على فرد شائع مقيد بصفة من الصفات كرقبة مؤمنة في قوله تعالى في كفارة قتل الخطأ: ﴿فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ﴾ الآية.[حاشية الشيخ أكرم الندوي: ص ٢٨] فعندنا المطلق يجري على إطلاقه، ولا يتقيد بوصف، أو قيد من قبل الرأي والسمع، ولا يحمل على المقيد أيضاً، إلا إذا تعذرالجمع، وعند الشافعي رحمه الله يحمل عليه، كذا في "الحصول".

بخبر الواحد والقياس لا تجوز.

مثالُـــهُ: في قوله تعالى: ﴿فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ﴾، فالمأمورُ به هو الغَسْلُ **على الإطلاق**، فلا يُزاد عليه **شرطُ النية**، **والترتيب**، **والموالاة**، **والتسمية بالخبر**، ولكن يُعمَل بالخَبَر على وجهٍ لا يتغيَّرُ به حُكم الكتاب، فيُقال: الغسلُ المطلق فرض بحكم الكتاب، والنيةُ سنةٌ بحُكم الخبَر.

المطلق من الكتاب — الغسل — بذلك الوجه — المذكور

بخبر الواحـــد إلخ: لأن الإطلاق وصف مقصود في كلامهم، والزيادة عليه تكون نسخاً ورفعاً بوصف الإطلاق، فلا يجوز نسخ الكتاب أصله أو وصفه بخبر الواحد أو بالقياس؛ لأن الكتاب قطعي وخبر الواحد والقياس ظني خلافاً للشافعي رحمه الله؛ فإنه يجوز الزيادة بخبر الواحد والقياس، ويجعل بياناً للمطلق من الكتاب؛ لأن المطلق يحتمل التقييد بالبيان، قلنا: إن البيان يقتضي سابقية الإجمال، ولا إجمال في المطلق لإمكان العمل به كذا في "الفصول".

على الإطلاق: أي سواء كان مع النية أو بدونها، ومع الترتيب أو بدونه، وكذا سائر السنن فلو شرط شيء من النية والترتيب ونحوهما للاختيار الواردة فيها لا يكون مطلق الغسل، ويكون نسخ إطلاق الكتاب بأخبار الآحاد، وذا لا يجوز كذا في "المعدن". شرطِ النية: كما ذهب إليه الشافعي ومالك وأحمد وأبو ثور وداود رحمهم الله؛ لقوله عليه السلام: "إنما الأعمال بالنيات" الحديث المشهور.[حاشية الشيخ أكرم الندوي: ص ٢٨]

والترتيب: كما هو مذهب الشافعي وأحمد وأبي عبيد رحمهم الله، وسبب الاختلاف أمران: أحدهما: هل تفيد واو العطف في آية الوضوء الترتيب أم لا؟ والأمر الثاني: اختلافهم في أفعاله عليه السلام هل هي محمولة على الوجوب أو على الندب؟ فإن النبي ﷺ لم يتوضأ إلا مرتباً.[حاشية الشيخ أكرم الندوي: ص ٢٨-٢٩] والموالاة: وهو قول مالك رحمه الله؛ لأن النبي ﷺ واظب على الموالاة.[حاشية الشيخ أكرم الندوي: ص ٢٩] والتسمية: وهو مذهب أصحاب الظواهر؛ لقوله عليه السلام: "لا وضوء لمن لم يسم".[حاشية الشيخ أكرم الندوي: ص ٢٩]

بالخبر: وهو في النية قوله عليه السلام: "إنما الأعمال بالنيات، وإنما لامرء ما نوى، فمن كان هجرته إلى الله ورسوله فهجرته إلى الله ورسوله، ومن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها أو امرأة ينكحها فهجرته إلى ما هاجر إليه" وفي الترتيب حديث: "هذا وضوء لا يقبل الله الصلاة إلا به" وكان مرتباً، وفي المولاة حديث: "وأمره ﷺ رجلاً صلى وفي قدمه لمعة بإعادة الوضوء والصلاة" رواه أبوداود، وفي التسمية حديث: "لا وضوء لمن لم يذكر اسم الله عليه" رواه أبو داود وأحمد وغيرهما كذا في شروح "الحسامي".

أُصُولُ الشَّاشِي

(مختصرٌ في أُصُولِ الفقهِ الإسلامي)

تأليف

الإمام الفقيه نظام الدين الشاشي

(مِن رِجالِ القرنِ السابع الهجري)

مَعَ مُقَدِّمَة

لفضيلة الشيخ العلامة الفقيه يوسف القرضاوي

حَقَّقَهُ وَرَاجَعَ نصوصَهُ وَعلَّقَ عليه

الأستاذ محمد أكرم الندوي



(مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيرًا يُفقِّهْهُ فِي الدِّين)

أُصُولُ الشَّاشِي

(مختصر في أصول الفقه الإسلامي)

تأليف

الإمام الفقيه نظام الدّين الشاشي

(من رجال القرن السّابع الهجري)

مع مقدّمة

لفضيلة الشيخ العلّامة الفقيه يوسف القرضاوي

حقّقه وراجع نصوصه وعلّق عليه

الأستاذ محمّد أكرم الندوي



فصل
في المُطلَق والمُقيَّد[1]

[حكم المطلق]:

ذهب أصحابُنا رحمَهم الله إلى أن المطلقَ من كتاب الله تعالى إذا أمكن العملُ بإطلاقه فالزِيادةُ عليه بخبر الواحد والقياس لايجوز.

مثاله:

في قوله تعالى: " فاغسلُوا وُجوهَكم"[2]

فالمأمور به هو الغَسل علَى الإطلاق،

فلا يُزاد عليه شرطُ النية[3] والترتيب[4] والموالاة[5] والتسمية[6] بالخبر،

---

١ تعريف المطلق: " هو لفظ خاص يدل على فرد شائع أو أفراد على سبيل الشيوع، ولم يتقيد بصفة من الصفات كرقبة في قوله تعالى في كفارة اليمين: " أو تحرير رقبة"

تعريف المقيد: " هو لفظ خاص يدل على فرد شائع مقيد بصفة من الصفات، كرقبة مؤمنة في قوله تعالى في كفارة قتل الخطأ: " فتحرير رقبة مؤمنة".

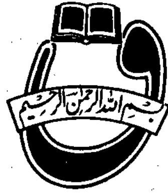
انظر: مسلم الثبوت ١: ٢٨٨-٢٨٩، وإرشاد الفحول ١٤٤، والإحكام للآمدي ٢: ١١١.

٢ سورة المائدة الآية ٧.

٣ كما ذهب إليه الشافعي ومالك وأحمد وأبوثور وداود رحمهم الله، لقوله عليه السلام: "إنما الأعمال بالنيات" الحديث المشهور.

انظر بداية المجتهد ١: ٧.

٤ كما هو مذهب الشافعي وأحمد وأبي عبيد رحمهم الله، وسبب الاختلاف أمران: أحدهما: هل تفيد واو العطف في آية الوضوء الترتيب أم لا، والأمر الثاني اختلافهم في أفعاله عليه السلام، هل هي



نحمد الله تعالیٰ علیٰ طبع المتن المتین فی اصول الفقه والدین المسمےٰ بالخمسین المشہور ب

أُصُولُ الشَّاشِیْ

مع

أَحْسَنُ الْحَوَاشِیْ

قال العلامة اللکنوی رحمه الله:

"امّا المختصر فی علم الأصول المعروف باصول الشاشی المتداول فی زماننا.... فذکر صاحب الکشف أن اسمه "الخمسین" وأنه لنظام الدین الشاشی، قیل کان سنّ المصنف لما صنّفه خمسین سنة فسمّاه به".

(الفوائد البهیة، ص ۲۴۴)

النَّاشِر

قدیمی کتب خانہ۔ مقابل آرام باغ۔ کراچی

وكذلك قوله تعالى وأمهاتكم اللاتي أرضعنكم يقتضي بعمومه
حرمة نكاح المرضعة وقد جاء في الخبر لا تحرم المصة ولا المصتان
ولا الإملاجة ولا الإملاجتان فلم يمكن التوفيق بينهما فيترك الخبر
وأما العام الذي خص عنه البعض فحكمه أنه يجب العمل به في الباقي
مع الاحتمال فإذا قام الدليل على تخصيص الباقي يجوز تخصيصه بخبر
الواحد والقياس إلى أن يبقى الثلث وبعد ذلك لا يجوز فيجب العمل به وإنما جاز
ذلك لأن المخصص الذي أخرج البعض عن الجملة لو أخرج بعضا
مجهولا يثبت الاحتمال في كل فرد معين فجاز أن يكون باقيا تحت
حكم العام وجاز أن يكون داخلا تحت دليل الخصوص فاستوى الطرفان
في حق المعين فإذا قام الدليل الشرعي على أنه من جملة ما دخل تحت
دليل الخصوص ترجح جانب تخصيصه وإن كان المخصص أخرج
بعضا معلوما عن الجملة جاز أن يكون معلولا بعلة موجودة في هذا الفرد
المعين فإذا قام الدليل الشرعي على وجود تلك العلة في غير هذا الفرد المعين
ترجح جهة تخصيصه فيعمل به مع وجود الاحتمال

فصل في المطلق والمقيد

ذهب أصحابنا إلى أن المطلق من كتاب الله تعالى

بحث العام المخصوص منه البعض

بحث المطلق إذا امكن العمل به لا يجوز الزيادة عليه

اذا امكن العمل باطلاقه فالزيادة عليه بخبر الواحد والقياس لا يجوز مثاله في قوله تعالى فاغسلوا وجوهكم فالمامور به هو الغسل على الاطلاق فلا يزاد عليه شرط النية والترتيب والموالاة والتسمية بالخبر ولكن يعمل بالخبر على وجه لا يتغير به حكم الكتاب فيقال الغسل المطلق فرض بحكم الكتاب والنية سنة بحكم الخبر وكذلك قلنا في قوله تعالى الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة ان الكتاب جعل جلد المائة حد الزنا فلا يزاد عليه التغريب حدا لقوله عليه السلام البكر بالبكر جلد مائة وتغريب عام بل يعمل بالخبر على وجه لا يتغير به حكم الكتاب فيكون الجلد حدا شرعيا بحكم الكتاب والتغريب مشروعا سياسة بحكم الخبر وكذلك قوله تعالى وليطوفوا بالبيت العتيق مطلق في مسمى الطواف بالبيت فلا يزاد عليه شرط الوضوء بالخبر بل يعمل به على وجه لا يتغير به حكم الكتاب بان يكون مطلق الطواف فرضا بحكم الكتاب والوضوء واجبا بحكم الخبر فيجبر النقصان اللازم بترك الوضوء الواجب بالدم وكذلك قوله تعالى واركعوا مع الراكعين مطلق

اُصُولُ الشّاشی رحمہ اللہ

فی اُصُولِ الفِقہ

اردو

اصول فقہ کی مشہور کتاب اصول الشاشی کا مستند اردو ترجمہ



تصنیف

حضرت علامہ نظام الدین شاشی

رحمۃ اللہ علیہ



ترجمہ

جناب مولانا محمد مشتاق احمد انبیٹھوی رحمہ اللہ

مکتبۃ العلم

اردو بازار، لاہور

(042) 37211788

نہ قتل کرو اس میں ہر فرد کی نسبت احتمال ہے کہ خاص کے ماتحت داخل رہے اور مخصوص معلوم کی مثال یہ ہے کہ پہلے ایک آیت میں فرمایا: ﴿فاقتلوا المشركين حيث و جدتموهم﴾ یعنی "قتل کرو مشرکین کو جہاں پاؤ" پھر دوسری آیت میں مستامنین کو خاص کر دیا اور فرمایا: ﴿وان احد من المشركين استجارک فاجره﴾ یعنی: "اگر کوئی مشرکین میں سے تم سے پناہ مانگے' اس کو پناہ دو" اس میں مخصوص معلوم میں علت عدم حرب جو موجود ہے وہ جن افراد میں پائی جائے گی اس خصوص میں داخل ہوں گے' جیسے شیخ فانی وغیرہ ہے۔

فصل : مطلق اور مقید کے بیان میں

(مترجم) مطلق وہ ہے جو ذات پر دلالت کرے' صفات سے تعلق نہ ہو۔
مقید وہ ہے جو ذات پر مع صفت دلالت کرے۔
ہمارے اصحاب یعنی علماء حنفیہ کے نزدیک جب کتاب اللہ میں مطلق پایا جائے گا اور اس پر عمل ممکن ہوگا تو اس کو خبر واحد یا قیاس سے مقید کرنا جائز نہیں ہوگا۔ مثلاً خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فاغسلوا وجوهكم﴾ یعنی وضو میں اپنے چہروں کو دھو۔ یہاں مامور بہ مطلق غسل ہے۔ پس اس مطلق کو نیت اور ترتیب اور موالات (پے در پے ہونا) اور بسم اللہ پڑھنے سے بوجہ خبر آحاد کے مقید نہیں کریں گے۔ مقید کرنے میں زیادۃ علیٰ کتاب اللہ خبر واحد سے لازم آتی ہے۔ ہاں حدیث پر بھی عمل کیا جائے گا اس طرح کہ کتاب اللہ کا حکم نہ بدلے۔ پس کہا جائے متعلق غسل بحکم کتاب اللہ فرض ہے اور نیت حدیث کے حکم کے سبب مسنون ہے۔

دوسری مثال' فرمایا اللہ کریم نے: ﴿الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة﴾ "زانیہ عورت اور زانی مرد کو سو درّہ لگاؤ" اس آیت میں حد زنا غیر محصن کے واسطے سو درّہ ہیں۔ پس اس بوجہ حدیث آحاد کے اور سزا یعنی ایک سال تک جلاوطن کرنے کی سزا نہیں بڑھائیں گے۔ وہ حدیث آحاد یہ ہے: البکر

عنوانات، فہرست، تسہیل،
کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ

اجمل الحواشی
علیٰ
اصول الشاشی

تالیف
حضرت مولانا جمیل احمد سکروڈھوی
استاذ دار العلوم (وقف) دیوبند

تسہیل و عنوانات
مولانا محمد شفیق صاحب
فاضل جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

دار الاشاعت کراچی

اضافہ عنوانات، فہرست، تسہیل، کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ پہلی بار

اجمل الحواشی

علیٰ

اُصول الشاشی

تالیف

حضرت مولانا جمیل احمد سکروڈھوی

استاذ دار العلوم (وقف) دیوبند

تسہیل وعنوانات

مولانا محمد شفیق صاحب

فاضل جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

دار الاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 2213768

کو حکم قتل سے خاص کرنے کے لئے فرمایا ہے وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ (اگر مشرکین میں سے کوئی تجھ سے امن طلب کرے تو، تو اس کو امن دے دے۔) الحاصل مخصص یعنی دلیل خصوص قطعی نے افراد عام سے جن افراد کو خاص کیا ہے وہ افراد مجہول ہوں گے یا معلوم ہوں گے۔ اگر مخصوص مجہول ہے تو افراد عام میں سے ہر فرد معین میں یہ بھی احتمال ہوگا کہ وہ فرد خاص نہ کیا گیا ہو بلکہ حکم عام کے تحت باقی ہو اور یہ بھی احتمال ہوگا کہ اس کو خاص کر لیا گیا ہو اور وہ حکم عام کے تحت باقی نہ ہو اور جب ایسا ہے تو اس فرد معین کے حق میں دخول اور خروج یعنی حکم عام کے تحت باقی رہنے اور حکم عام سے خارج ہونے کی دونوں طرفین برابر ہوگئیں اس کے بعد جب کوئی دلیل شرعی خواہ وہ ظنی ہی کیوں نہ ہو اس احتمال پر قائم ہوگئی کہ وہ فرد معین دلیل خصوصی کے تحت داخل ہے۔ اور افراد مخصوصہ میں سے ہے تو اس کی جانب تخصیص کو ترجیح دی جائے گی اور یہ کہا جائے گا کہ یہ فرد معین جس کی تخصیص پر دلیل شرعی موجود ہے حکم عام سے خارج ہے اور ایک جانب کو دوسری جانب پر ترجیح دینے کے لئے چونکہ دلیل ظنی کافی ہوتی ہے اس لئے یہاں بھی جانب تخصیص کو عدم تخصیص کی جانب پر ترجیح دینے کے لئے دلیل ظنی یعنی خبر واحد اور قیاس کافی ہوں گے اور جب ایسا ہے تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ دلیل قطعی کے ذریعہ تخصیص کرنے کے بعد دلیل ظنی یعنی خبر واحد اور قیاس کے ذریعہ بھی تخصیص کرنا جائز ہے اور اگر مخصوص معلوم ہے، یعنی مخصص اور دلیل خصوص نے عام کے افراد میں سے بعض معلوم افراد کو خارج کیا ہے تو اس میں یہ احتمال ہے کہ وہ بعض معلوم افراد جن کو حکم عام سے خارج کیا گیا ہے ایسی علت کی وجہ سے معلول ہوں جو علت اس فرد معین میں موجود ہے، پس اس فرد معین کے علاوہ جس جس فرد میں بھی اس علت کے موجود ہونے پر دلیل شرعی قائم ہوگی اگر چہ وہ دلیل شرعی ظنی ہی کیوں نہ ہو اس فرد میں تخصیص کی جہت عدم تخصیص کی جہت پر راجح ہوگی، یعنی جس جس فرد میں بھی اس علت کے موجود ہونے پر دلیل شرعی پائی جائے گی ان تمام افراد کو حکم عام سے خاص کر لیا جائے گا، یعنی وہ تمام افراد حکم عام سے خارج ہوں گے۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ایک جانب کو دوسری جانب پر ترجیح دینے کے لئے دلیل ظنی کافی ہوتی ہے لہٰذا یہاں بھی وجود علت کی وجہ سے جانب تخصیص کو عدم تخصیص کی جانب پر ترجیح دینے کے لئے دلیل ظنی یعنی خبر واحد اور قیاس کافی ہوں گے اور جب ایسا ہے تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ دلیل قطعی کے ذریعہ تخصیص کرنے کے بعد دلیل ظنی یعنی خبر واحد اور قیاس کے ذریعہ بھی تخصیص کرنا جائز ہے۔ آخر میں مصنفؒ نے فرمایا ہے کہ تخصیص کے بعد عام کے تحت جو افراد باقی رہیں گے ان پر عمل کرنا واجب ہوگا مگر باقی افراد میں تخصیص کا احتمال بدستور باقی رہے گا۔ چنانچہ دلیل خصوص کے ذریعہ جو افراد حکم عام سے خارج ہوتے رہیں گے ان افراد پر عمل کرنا ترک ہوتا رہے گا اور جو افراد عام کے تحت باقی رہیں گے ان پر عمل کرنا واجب رہے گا۔

مطلق اور مقید کی بحث

فَصْلٌ فِی الْمُطْلَقِ وَالْمُقَیَّدِ ذَهَبَ اَصْحَابُنَا اِلٰی اَنَّ الْمُطْلَقَ مِنْ کِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی اِذَا اَمْکَنَ الْعَمَلُ بِاِطْلَاقِهٖ فَالزِّیَادَةُ عَلَیْهِ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ وَالْقِیَاسِ لَا یَجُوْزُ مِثَالُهٗ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَکُمْ فَالْمَاْمُوْرُ بِهٖ هُوَ الْغَسْلُ عَلَی الْاِطْلَاقِ فَلَا یُزَادُ عَلَیْهِ شَرْطُ النِّیَّةِ وَالتَّرْتِیْبِ وَالْمُوَالَاةِ وَالتَّسْمِیَةِ بِالْخَبَرِ وَلٰکِنْ یُعْمَلُ بِالْخَبَرِ عَلٰی وَجْهٍ لَا یَتَغَیَّرُ بِهٖ حُکْمُ الْکِتَابِ فَیُقَالُ الْغَسْلُ الْمُطْلَقُ فَرْضٌ بِحُکْمِ الْکِتَابِ وَالنِّیَّةُ سُنَّةٌ بِحُکْمِ الْخَبَرِ.

ترجمہ:............ (یہ) فصل مطلق اور مقید (کے بیان) میں ہے، ہمارے علماء احناف کا مذہب یہ ہے کہ مطلق کتاب اللہ جب اس

کے اطلاق پر عمل کرنا ممکن ہوتو اس پر خبر واحد اور قیاس کے ذریعہ زیادتی کرنا جائز نہیں ہوگا، اس کی مثال باری تعالیٰ کے قول "فاغسلوا وجوھکم" میں ہے پس مامور بہ مطلق غسل ہے لہٰذا اس پر خبر کے ذریعہ نیت، ترتیب، موالات تسمیہ کے شرط ہونے کے زیادتی نہیں کی جائے گی لیکن خبر پر اس طور پر عمل کیا جائے گا کہ اس سے حکم کتاب اللہ متغیر نہ ہو چنانچہ کہا جائے گا کہ مطلق غسل حکم کتاب کی وجہ سے فرض ہے اور نیت حکم خبر کی وجہ سے سنت ہے۔

تشریح:.........مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس فصل میں مطلق اور مقید کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ دونوں بھی کتاب اللہ کے اقسام میں سے ہیں اس طور پر کہ یہ دونوں خاص کے اقسام میں سے ہیں اور خاص کتاب اللہ کے اقسام میں سے ہے لہٰذا یہ دونوں کتاب اللہ کے اقسام میں سے ہیں، مطلق وہ لفظ کہلاتا ہے جو صرف ذات پر دلالت کرتا ہو اور ذات کے ساتھ کوئی وصف ملحوظ نہ ہو۔ اور مقید وہ لفظ کہلاتا ہے جو ذات پر دلالت کرتا ہو اور اس کے ساتھ کوئی وصف بھی ملحوظ ہو۔

مطلق کتاب اللہ پر جب تک عمل کرنا ممکن ہو خبر واحد اور قیاس سے زیادتی جائز نہیں:...... مصنفؒ نے فرمایا ہے کہ ہمارے علماء احناف کا مذہب یہ ہے کہ جب تک مطلق کتاب اللہ پر عمل کرنا ممکن ہوگا اس وقت تک خبر واحد یا قیاس کے ذریعہ اس پر زیادتی کرنا جائز نہ ہوگا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ مطلق پر زیادتی کرنا اور اس کو مقید کرنا اس کے وصف اطلاق کو منسوخ کرنا ہے اور یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ کتاب اللہ قطعی ہے اور خبر واحد اور قیاس ظنی ہیں، اور ظنی کے ذریعہ قطعی کو منسوخ کرنا جائز نہیں ہے لہٰذا خبر واحد اور قیاس کے ذریعے نہ اصل کتاب اللہ کو منسوخ کرنا جائز ہوگا اور نہ اس کے کسی وصف کو منسوخ کرنا جائز ہوگا۔ اور ظنی کے ذریعہ قطعی کو منسوخ کرنا اس لئے ناجائز ہے کہ ناسخ کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ وہ قوت میں منسوخ کے برابر ہو یا منسوخ سے اعلیٰ ہو۔ اور ظنی قوت میں نہ قطعی کے برابر ہوتا ہے اور نہ اس سے اعلیٰ ہوتا ہے بلکہ اس سے کمتر ہوتا ہے اس لئے ظنی، قطعی کے لئے ناسخ نہ ہوگا۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ مطلق کتاب اللہ کی مثال آیت وضو میں لفظ غسل ہے اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ احناف کے نزدیک وضو میں اعضاء ثلثہ کا مطلق غسل فرض ہے اور سر کا مطلق مسح فرض ہے نہ ولاء کی شرط ہے نہ نیت کی اور نہ ترتیب فرض ہے نہ تسمیہ فرض ہے۔ اس کے برخلاف حضرت امام مالکؒ وضو میں ولاء کو شرط قرار دیتے ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے ولاء پر مداومت اور مواظبت فرمائی ہے اور یہ اس کے شرط ہونے کی علامت ہے، ولاء کہتے ہیں اعضاء وضو کو پے در پے اس طور پر دھونا کہ پہلا عضو خشک نہ ہونے پائے، اصحاب ظواہر کہتے ہیں کہ وضو شروع کرتے وقت تسمیہ پڑھنا فرض ہے اور دلیل میں حدیث "**لا وضوء لمن لم یسم**" (بغیر تسمیہ کے وضو نہیں ہوگا) کو پیش کرتے ہیں۔ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک وضو میں ترتیب اور نیت فرض ہے چنانچہ وہ ترتیب کے فرض ہونے پر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں "**لا یقبل اللہ صلوٰۃ امرأ حتی یضع الطھور فی مواضعہ فیغسل وجھہ ثم یدیہ**" یعنی اللہ تعالیٰ کسی آدمی کی نماز قبول نہیں فرماتے یہاں تک کہ وہ وضو کو اپنے مواقع میں نہ رکھ لے پس اپنا چہرہ دھوئے پھر اپنا ہاتھ دھوئے الخ۔ اس جگہ لفظ ثم ترتیب پر دلالت کرتا ہے۔ حضرت امام شافعیؒ نیت کے فرض ہونے پر حدیث "**انما الا عمال بالنیات**" سے استدلال کرتے ہیں اس طور پر کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال کی صحت نیتوں پر موقوف ہے اور وضو بھی ایک عمل ہے لہٰذا وضو کی صحت بھی نیت پر موقوف ہوگی اور جب وضو کی صحت نیت پر موقوف ہے تو وضو میں نیت کا فرض ہونا ثابت ہوگیا۔ احنافؒ کی دلیل یہ ہے کہ آیت وضو میں باری تعالیٰ نے دو چیزوں کا حکم فرمایا ہے ایک غسل کا دوسرے مسح کا، اور یہ دونوں خاص ہیں اور مطلق ہیں، خاص تو اس لئے ہیں کہ ان کے معنی معلوم ہیں کیونکہ غسل کے معنی پانی بہانے کے ہیں اور مسح کے معنی تر ہاتھ پھیرنے کے ہیں۔ اور مطلق اس لئے ہیں کہ ان کو ولاء، ترتیب، نیت اور تسمیہ وغیرہ کی قید کے ساتھ مقید نہیں کیا گیا ہے، یعنی ان میں اس طرح کا کوئی وصف ملحوظ نہیں ہے پس آیت

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

مَن يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ (بخاری ومسلم)



اجودُ الحواشی

اُردو شرح

اصولُ الشاشیؒ

اعرابِ عبارت وترجمہ، اصولِ فقہ کے مسائل کا خلاصہ تجزیہ عبارت کے عنوان سے
تشریح عبارت کے تحت ائمہ کرامؒ کے اختلافی مسائل مع ادلّہ، فوائدِ نافعہ واعتراضات وجوابات

تالیف

حضرت مولانا محمد اصغر علی صاحب

استاذ الحدیث

جامعہ اسلامیہ عربیہ

مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ (بخاری ومسلم)

اجود الحواشی

اُردو شرح

اُصول الشّاشی

اعرابِ عبارت وترجمہ، اصولِ فقہ کے مسائل کا خلاصہ تجزیہ عبارت کے عنوان سے تشریح عبارت کے تحت ائمہ کرامؒ کے اختلافی مسائل مع ادلہ، فوائدِ نافعہ واعتراضات وجوابات

تالیف

حضرت مولانا محمد اصغر علی صاحب

استاذ الحدیث

جامعہ اسلامیہ عربیہ

مدنی ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

سے بعض معلوم افراد کو نکالا ہو تو ممکن ہے کہ وہ معلوم افراد معلول ہوں کسی خاص علت سے چنانچہ اگر وہ علت دوسرے افراد میں بھی پائی جائے تو اس کی تخصیص بھی صحیح ہوگی اور جس فرد میں بھی اس علت کے موجود ہونے پر دلیل شرعی پائی جائے گی اس فرد معین کے علاوہ میں، تو اس کی جانب تخصیص راجح ہوگی اور تخصیص کے بعد عام کے تحت جو افراد باقی رہیں گے ان پر عمل کرنا واجب ہوگا، مگر عام کے باقی افراد میں تخصیص کا احتمال بدستور باقی رہے گا، اور جو افراد عام کے تحت باقی ہیں ان میں بھی احتمال تخصیص ہوگا لہٰذا عام اپنے باقی افراد کے حق میں ظنی ہوگا لہٰذا اس کی تخصیص خبر واحد اور قیاس سے صحیح ہوگی جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے "فاقتلوا المشركين حيث وجدتموهم" جہاں بھی تم مشرکوں کو پاؤ پس تم ان کو قتل کر ڈالو، اس سے اللہ تعالیٰ نے امان چاہنے والوں کو خاص کر لیا چنانچہ فرمایا "وان احد من المشركين استجارك فاجره" مگر جن سے تمہارا عہد ہو جائے اور تمہاری ذمہ داری میں داخل ہو جائے اس کو قتل مت کرو، تو "فاقتلوا المشركين" عام سے افراد متعینہ اہل ذمہ کو خاص کر لیا ہم نے اس کی علت تلاش کی تو معلوم ہوا کہ علت مسلمانوں کے ساتھ لڑائی جھگڑا نہ کرنا ہے لہٰذا یہی علت مشرکین کی عورت، بچے، اپاہج اور بوڑھے میں بھی پائی جاتی ہے لہٰذا ان کو بھی قتل نہیں کیا جائے گا، ہاں اگر بوڑھا جنگ کی تدبیر بتاتا ہو یا عورت جنگ کی کمان کر رہی ہو تو اس کو بھی قتل کیا جائے گا کیونکہ ان میں عدم قتل کی علت موجود نہیں ہے۔

فَصْلٌ فِی الْمُطْلَقِ وَ الْمُقَیَّدِ ذہب اصحابُنا الی اَنَّ الْمطلقَ من کتاب اللّٰہ تعالٰی اِذَااَمْکَنَ الْعَمَلُ بِاِطْلَاقِہٖ فَالزِّیَادَۃُ عَلَیْہِ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ وَالْقِیَاسِ لَایَجُوْزُ مِثَالُہٗ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی "فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ" فَالْمَامُوْرُ بِہٖ ھُوَ الْغَسْلُ عَلَی الْاِطْلَاقِ فَلَا یُزَادُ عَلَیْہِ شَرْطُ النِّیَّۃِ وَالتَّرْتِیْبِ وَالْمُوَالَاۃِ وَالتَّسْمِیَۃِ بِالْخَبَرِ وَلٰکِنْ یُعْمَلُ بِالْخَبَرِ عَلٰی وَجْہٍ لَایَتَغَیَّرُ بِہٖ حُکْمُ الْکِتَابِ فَیُقَالُ الْغَسْلُ الْمُطْلَقُ فَرْضٌ بِحُکْمِ الْکِتَابِ وَالنِّیَّۃُ سُنَّۃٌ بِحُکْمِ الْخَبَرِ وَکَذٰلِکَ قُلْنَا فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی "اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ" اِنَّ الْکِتَابَ جَعَلَ جَلْدَ الْمِائَۃِ حَدًّا لِلزِّنَا فَلَا یُزَادُ عَلَیْہِ التَّغْرِیْبُ حَدًّا لِقَوْلِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ "اَلْبِکْرُ بِالْبِکْرِ جَلْدُ مِائَۃٍ وَتَغْرِیْبُ عَامٍ" بَلْ یُعْمَلُ بِالْخَبَرِ عَلٰی وَجْہٍ لَا یَتَغَیَّرُ بِہٖ حُکْمُ الْکِتَابِ فَیَکُوْنُ الْجَلْدُ حَدًّا شَرْعِیًّا بِحُکْمِ الْکِتَابِ وَالتَّغْرِیْبُ مَشْرُوْعاً سِیَاسَۃً بِحُکْمِ الْخَبَرِ

ترجمہ: فصل ہے مطلق اور مقید کے بیان میں ہمارے علماء احناف اس طرف گئے ہیں کہ قرآن کے لفظ مطلق کے اطلاق کے ساتھ جب عمل کرنا ممکن ہو تو خبر واحد اور قیاس کے ذریعہ اس پر زیادتی کرنا جائز نہیں ہوگا اس کی مثال اللہ تعالیٰ کے قول میں "فاغسلوا وجوهكم" ہے پس مامور بہ مطلق غسل ہے لہٰذا اس پر حدیث کے ذریعہ نیت، ترتیب، موالات اور تسمیہ کی شرط ہونے کی زیادتی نہیں کی جائے گی لیکن حدیث پر اس طریقہ سے عمل کیا جائے گا کہ اس سے کتاب اللہ کا حکم متغیر نہ ہو پس کہا جائے گا کہ مطلق وضو کے اعضاء کا دھونا فرض ہے کتاب اللہ کا حکم ہونے کی وجہ سے اور نیت سنت ہے حدیث کا حکم ہونے کی وجہ سے۔

اور اسی طرح ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے قول "الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ" میں کتاب اللہ نے

ہے جو حکمتوں سے بھرا ہوا وہ خزانہ ہاتھ میں آ گیا
وہ رفیقِ درس ملا مجھے سبھی ہمسروں پہ جو چھا گیا

محقّق ومدلّل

نُجُومُ الحَوَاشِی

شرح اُردو

اُصُولُ الشَّاشِی

تالیف
حسین احمد ہردواری مدرس دارالعلوم دیوبند

مکتبہ رحمانیہ
اقرأ سنٹر۔ غزنی سٹریٹ
اُردو بازار۔ لاہور

ہے جو حکمتوں سے بھرا ہوا وہ خزانہ ہاتھ میں آگیا
وہ رفیقِ درس ملا مجھے سبھی ہمسروں پہ جو چھا گیا

محقّق ومدلّل

نجوم الحواشی

شرح اُردو

اُصُولُ الشَّاشِی

حسب ہدایت
فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا سید ارشد صاحب مدنی
استاذ حدیث و ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند

تالیف
حسین احمد ہردواری
مدرس دارالعلوم دیوبند

ناشر
مکتبہ رحمانیہ
اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

برخلاف لفظ قوم کے کہ وہ اسم جمع ہے لہٰذا جب قوم اور من و ما میں فرق ہو گیا تو اب اعتراض مذکور واقع نہ ہوگا۔

فائدہ: فنادتہ الملائکۃ میں الملائکۃ سے صرف حضرت جبرئیل مراد ہیں اور یہ مجاز ہے یعنی جمع بول کر واحد مراد لینا مجاز ہے نہ کہ تخصیص، دیکھئے مشکل ترکیبوں کا حل۔

الترکیب: العام الذی الخ مبتداء ہے اور فحکمه انه الخ خبر مع الاحتمال الف لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے ای مع احتمال التخصیص یجوز تخصیصہ ای تخصیص الفرد الباقی وبعد ذٰلک ای بعد ذٰلک التخصیص فیجب العمل به ای بالعام الذی خص عنه البعض ۔ به ای بالثلث وانما جاز ذٰلک ای تخصیص العام۔ **اللغة**: خصَّ باب نصر سے ماضی مجہول مصدر خصًّا وخصوصاً ہے المخصَص باب تفعیل سے صیغہ اسم فاعل استوی باب افتعال سے ماضی ترجّح باب تفعل سے ماضی واحد مذکر غائب۔

فَصلٌ فِي الْمُطْلَقِ وَالْمُقَيَّدِ ذَهَبَ اَصْحَابُنَا اِلٰى اَنَّ الْمُطْلَقَ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِذَا اَمْكَنَ الْعَمَلُ بِاِطْلَاقِهٖ فَالزِّيَادَةُ عَلَيْهِ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ وَالْقِيَاسِ لَا يَجُوْزُ مِثَالُه فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ فَالْمَامُوْرُ بِهٖ هُوَ الْغَسْلُ عَلَى الْاِطْلَاقِ فَلَا يُزَادُ عَلَيْهِ شَرْطُ النِّيَّةِ وَالتَّرْتِيْبِ وَالْمُوَالَاةِ وَالتَّسْمِيَةِ بِالْخَبَرِ وَلٰكِنْ يُعْمَلُ بِالْخَبَرِ عَلٰى وَجْهٍ لَا يَتَغَيَّرُ بِهٖ حُكْمُ الْكِتَابِ فَيُقَالُ الْغَسْلُ الْمُطْلَقُ فَرْضٌ بِحُكْمِ الْكِتَابِ وَالنِّيَّةُ سُنَّةٌ بِحُكْمِ الْخَبَرِ.

ترجمہ

یہ فصل مطلق اور مقید کے بیان میں ہے ہمارے اصحاب (احناف) اس جانب گئے ہیں (یعنی ان کا مسلک یہ ہے) کہ کتاب اللہ کا مطلق جب اس کے اطلاق پر عمل کرنا ممکن ہو تو اس پر (کتاب اللہ کے مطلق پر) خبر واحد اور قیاس کے ذریعہ زیادتی جائز نہ ہوگی اس کی مثال اللہ تعالیٰ کے قول فاغسلوا وجوھکم میں ہے پس مامور بہ مطلق غسل ہے (یعنی بلالحاظ قیودات نیت ترتیب وغیرہ) لہٰذا اس پر خبر واحد کے ذریعہ نیت اور ترتیب اور موالات اور تسمیہ کی شرط کو زیادہ نہیں کیا جائے گا لیکن خبر واحد کے ساتھ اس طور پر عمل کیا جائے گا جس سے کتاب اللہ کا حکم متغیر نہ ہو چنانچہ کہا جائے گا کہ مطلق غسل کتاب اللہ کے حکم کی وجہ سے فرض ہے اور نیت حدیث کے حکم کی وجہ سے سنت ہے۔

تشریح: اس فصل میں مصنفؒ مطلق اور مقید دونوں کو بیان کر رہے ہیں اور دونوں کو ایک فصل میں جمع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تقیید اطلاق کو عارض آتی ہے لہٰذا ان دونوں کے درمیان تقابل ہے اور دو چیزوں میں تقابل ہونا بھی ایک مناسبت اور علاقہ ہے۔

مطلق ومقید کی تعریف: مطلق وہ لفظ ہے جو ذات پر بالا لحاظ اوصاف دلالت کرے یعنی اس کے ساتھ صفت، شرط، زمان اور عدد کا اقتران نہ ہو (تسہیل الاصول) اور مقید وہ لفظ ہے جو ذات مع الوصف پر دلالت کرے جیسے شعر:

او باغباں کے لڑکے کب سے ہوا ہے باغی
ایک سیب ہم نے مانگا کچا دیا نہ داغی

صفوة الحواشي

شرح

اصول الشاشي

تالیف

حضرت مولانا عبد الغفار صاحب

استاذ الحدیث

جامعة العلوم الاسلامیة الفریدیة ای سیون اسلام آباد

ناشر: مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد

قال النبي صلى الله عليه وسلم من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين

صفوة الحواشي

شرح

اصول الشاشي

تالیف

حضرت مولانا عبد الغفار صاحب

استاذ الحدیث

جامعة العلوم الاسلامية الفريدية

ای سیون ــــ اسلام آباد

ناشر: مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد

فون: 14-2654813 - 2653178 -051

فی قوله تعالیٰ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ فالمامور به الغسلُ علی الاطلاق فلایزاد علیه شرط النية والترتيب والموالاة والتسمية بالخبر ولكن يعمل بالخبر علی وجهٍ لايتغيّر به حكم الكتاب فيقال الغسل المطلق فرض بحكم الكتاب والنية سنة بحكم الخبر.

ترجمہ:...... یہ فصل مطلق اور مقید کے بیان میں ہے۔ ہمارے علمائے حنفیہ اس اصل کی طرف گئے ہیں کہ کتاب اللہ کا جو مطلق ہے جب اس کے اطلاق پر عمل کرنا ممکن ہو تو اس مطلق پر زیادتی کرنا خبر واحد یا قیاس کے ساتھ جائز نہیں ہوگا۔ اس کی مثال باری تعالیٰ کے فرمان " فاغسلوا وجوهكم " میں ہے پس جس چیز کا حکم دیا گیا ہے وہ دھونا ہے مطلق طور پر۔ پس اس دھونے پر زیادہ نہیں کیا جائے گا نیت، ترتیب، موالات اور تسمیہ کی شرط کو خبر واحد کی وجہ سے۔ لیکن خبر واحد پر اس طریقے سے عمل کیا جائے گا کہ اس طریقے سے کتاب اللہ کا حکم تبدیل نہ ہوتا ہو۔ پس کہا جائے گا کہ مطلق دھونا فرض ہے کتاب اللہ کے حکم کی وجہ سے اور نیت شرط ہے خبر واحد کے حکم کی وجہ سے۔

تشریح:۔اس فصل میں مصنف رحمہ اللہ نے مطلق اور مقید کو بیان کیا ہے۔ مطلق اور مقید بھی خاص ہی کی قسمیں ہیں، لیکن چونکہ ان کے احکام کثیر تھے اور ابحاث مستقل تھیں اس لئے مصنف رحمہ اللہ نے انہیں الگ فصل میں ذکر کیا ہے۔

جب یہ دونوں خاص کی قسمیں ہیں تو احناف کے ہاں جس طرح خاص پر عمل کرنا قطعی اور یقینی طور پر واجب ہے، اسی طرح کتاب اللہ کے مطلق اور مقید کے احکام پر عمل کرنا قطعی اور یقینی طور پر واجب ہوگا، مطلق اور مقید کے احکام جاننے سے پہلے ان کی تعریف کا جاننا ضروری ہے۔ تو سنئے

مطلق کی تعریف:۔"ما يدلّ علی نفس الذات دون صفاتها " مطلق اس لفظ کو کہتے ہیں جو صرف ذات پر دلالت کرے بغیر صفات کے۔ جیسے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے قسم کے کفارہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے " او تحرير رقبة " رقبۃ بمعنی مملوک، غلام یا باندی یہ مطلق ہے۔ جو صرف ذات پر دلالت کرتا ہے اور اس میں مؤمنہ یا کافرہ کا کوئی لحاظ نہیں۔

أفوض أمري إلى الله إن الله عليم بحالي

اعلم ان اصول الفقه علم يبحث فيه عن اثبات الادلة

الاحكام فموضوعه على الاختصار هو الادلة والاحكام جميعا

الاول من حيث انه مثبت والثاني من حيث انه مثبت

بتائيد ايزدى در شهر دهلى كتاب در علم اصول فقه مسمى به

حسامى

بتاريخ يازدهم ماه شعبان سنه ١٢٦٨ يكهزار و دوصد وشصت وهشت هجرى

فى المطبع الحنفى اغاز طبع شد باهتمام كريم بخش بفرمايش كاتب

الحروف محمد منصور على تجاوز الله عن

سياته وحتى الوسع جهد تمام نموده در تصحيح متن وحاشيه ان شد

وهو حسبي ونعم الوكيل في امري

مدرجة الى الطعن وانا نقول النسخ بيان مدة

الحكم وجائز للرسول عم بيان مدة حكم الكتاب

فقد بعث مبينا وجائز ان يتولى الله تعالى

بيان ما اجرى على لسان رسوله ويجوز نسخ التلاوة

والحكم جميعا ويجوز نسخ احدهما دون الاخر

لان للنظم حكمين جواز الصلوة وما هو قائم

بمعنى صيغته وكل واحد منهما مقصود بنفسه

فاحتمل بيان المدة والوقت والزيادة على النص

نسخ عندنا خلافا للشافعي رحمه الله لان بالزيادة

يصير اصل المشروع بعض الحق وما للبعض

حكم الوجود فيما يجب حقا لله تعالى لانه

لا يقبل الوصف بالتجزي حتى ان المظاهر اذا
مرض بعد ما صام شهرا فاطعم ثلثين
مسكينا لم يجزه فكانت الزيادة نسخا من حيث
المعنى ولهذا لم يجعل علماؤنا رحمهم الله قراءة
الفاتحة ركنا في الصلوة بخبر الواحد لانه
زيادة على النص وابوا زيادة النفي حدا في
زنا البكر وزيادة الطهارة شرطا في طواف
الزيارة وزيادة صفة الايمان في رقبة الكفارة بخبر
الواحد والقياس والذي يتصل بالسنن افعال
رسول الله عليه السلام وهي اربعة اقسام
مباح ومستحب وواجب وفرض وفيها قسم

بدليل فيه شبهة لا يتصور في حق النبي عم ١٢ سيأتي

مُنتخَب الحُسَامي

للشيخ الإمام حسام الدين محمد بن محمد عمر الأخسيكثي رحمه الله

المتوفى ٦٤٤هـ

مع شرحه العجيب المسمى ب

النَّامي

للعلامة أبي محمد عبد الحق الحقاني رحمه الله

طبعة جديدة مصححة ملونة

مكتبة البشرى

كراتشي - باكستان

مُنتخبُ

الحُسَامِي

للشّيخ الإمام حسام الدين محمّد بن محمّد عمر الأخسيكثي رحمه الله
المتوفى ٦٤٤هـ

مع شرحه العجيب المسمى ب

النّامِي

للعلامة أبي محمّد عبد الحق الحقاني رحمه الله

طبعة جديدة مصححة ملونة



لأن للنظم **حكمَيْن**: جواز الصلاة، وما هو قائم بمعنى صيغته، وكل واحد منهما **مقصود بنفسه**، فاحتمل **بيان المدة والوقت**.

كل واحد منهما

[الزيادة على النص]

والزيادة على النص **نسخ عندنا** خلافاً للشافعي رحمه الله؛ ....

فهو

= والثاني نسخ الحكم دون التلاوة، والثالث عكسه، والرابع نسخ وصف الحكم مع بقاء أصله بأن ينسخ عمومه ويبقى أصله، أما الأول فهو جائز بالاتفاق بل هو واقع بالإنساء، كما يدل عليه قوله تعالى: ﴿أو ننسها﴾، وكما في صحيح مسلم عن أم المومنين عائشة الصديقة رضي الله عنها كان فيما أنزل: "عشر رضعات معلومات يحرمن" الحديث، وكذا يجوز الثاني والثالث جوازاً وقوعياً عند الجمهور خلافاً لبعض المعتـــزلة.

حكمين: أحدهما ما يتعلق بنفس النظم، مثل جواز الصلاة والإعجاز وغيرهما. وثانيهما ما هو قائم بمعنى الصيغة أي بمعنى النظم من الوجوب والحرمة. **مقصود بنفسه**: فيجوز الانفكاك بينهما.

بيان المدة والوقت: فجاز أن ينسخ أحدهما بدون الآخر، أما الوقوع فقد روي عن أمير المؤمنين عمر رضي الله عنه: كان فيما أنزل عليه آية الرجم قَرأناها ووعيناها" الشيخ والشيخة إذا زنيا فارجموهما ألبتة"، رواه الإمام مالك في موطأه[رقم:١٥٠٦] والشيخان،[البخاري،رقم: ٦٨٣٠،مسلم،رقم:٤٤١٨]وروى عبد الرزاق[رقم:١٣٣٦٣] والحاكم[رقم:٨٢٣٥] وصحّحه عن أبي بن كعب: بكم تقدّر آيها يعني سورة الأحزاب؟ وإنها لتعادل سورة البقرة أو أكثر من سورة البقرة، ولقد قرأنا فيها: "الشيخ والشيخة إذا زنيا فارجموهما ألبتة نكالاً من الله، والله عزيز حكيم"، فرفع فيما رفع. فالحكم ثابت والنظم منسوخ، وأما ثبوت النظم ورفع الحكم فكثير من الآيات، منها قوله تعالى: ﴿لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ﴾ (الكافرون:٦)، فآيات عدم القتال وهي سبعون آية، وقيل: مائة وعشرون آية، كلها منسوخة الحكم بآية القتال، وعشرون آية أخرى سوى تلك الآيات أيضاً منسوخة الحكم. وأما الرابع وهو مثل الزيادة على النص إلخ.

نسخ عندنا إلخ: اعلم أنه لا خلاف في زيادة مستقلة كزيادة صلاة سادسة، فإنها لاتكون نسخاً عند الجمهور، وإنما الخلاف في زيادة غير مستقلة كزيادة شرط، ففيها ستة مذاهب: الأول أنها نسخ، وإليه ذهب الحنفية، الثاني أنها ليست بنسخ، وإليه ذهب الشافعية، الثالث أنها إن كانت ترفع مفهوم المخالفة فنسخ وإلا فلا، الرابع إن كانت تغير المزيد عليه بحيث صار وجوده كالعدم شرعاً فنسخ وإلا لا، وهذا مذهب القاضي عبد الجبار، الخامس إن اتحدت مع المزيد عليه بحيث يرفع التعدد بينهما فنسخ وإلا فلا. السادس أن ترفع حكماً شرعياً بعد ثبوته بدليل شرعيّ فنسخ وإلا لا، كذا قيل، واستدلّ المصنف على المذهب الأول بقوله: لأن إلخ.

لأن بالزيادة يصير أصل المشروع **بعض الحق، وما للبعض حكم** الوجود فيما يجب حقاً لله؛ لأنه لايقبل الوصف بالتجزّي، حتى أن المظاهر إذا مرض بعد ما صام شهراً فأطعم **ثلاثين مسكيناً لم يجزه**، فكانت الزيادة نسخاً **من حيث المعنى**، ولهذا لم يجعل علماؤنا رحمهم الله قراءة الفاتحة ركناً في الصلاة **بخبـــر الواحد؛ لأنه** زيادة على النص، **وأبوا زيادة النفي** حداً في زنا البكر، ....

(وهو المزيد عليه) (أي حق الله تعالى) (علماؤنا) (أي الجلاء)

بعض الحق: لأن المطلق لما قيّد بقيد صار مجموعاً مركبًا من الجزأين: أحدهما المطلق، وثانيهما القيد، وأحد الجزئين يكون بعض المجموع، فالمطلق أحد الجزئين فهو أيضاً بعض المجموع الذي هو حق الله.

وما للبعض حكم إلخ: أي ليس لبعض ما يجب من حقوق الله تعالى من عبادة أو عقوبة أو كفارة بغير انضمام الباقي إليه حكم وجود، فإن من صلّى ركعة في الفجر لاتكون فجراً بغير انضمام الركعة الأخرى إليها.

ثلاثين مسكينا: في مقابلة ثلاثين يوماً اللاتي فاتها في المرض، وذلك لأن كفارة الظهار إنما تكون بصوم شهرين أو بإطعام ستين مسكيناً أو بتحرير رقبة. **لم يجزه**: ذلك، فلا يكون مكفّراً لا بالصوم ولا بالإطعام لفوات بعض الحق. واحترز بقوله: "فيما يجب حقا لله تعالى" عن حقوق العباد، فإنها تقبل الوصف بالتجزّي ثبوتاً، فإن من ادّعى غيره ألفاً وخمسمائة وشهد له شاهدان: أحدهما بالألف، والآخر بالكل ثبت له الألف فقط، فإذا ثبت أن المطلق بعد القيد يكون بعض الحق كما مرّ.

من حيث المعنى: وإن كان (الزيادة) بيانا صورةً، وذلك لأن حكم المطلق غير حكم المقيد، فإذا قيّد المطلق انتهى حكمه، فصار الثاني أي المقيّد ناسخا للأول، وثمرة الخلاف أنه لايجوز عندنا إلا بخبر المتواتر أو المشهور كسائر النسخ، وعنده يجوز بخبر الواحد والقياس كباقي البيان. وإلى هذا أشار بقوله: "ولهذا" أي لأجل أن الزيادة على النص نسخ عندنا. **بخبر الواحد**: وهو قوله ﷺ: "لاصلاة إلا بفاتحة الكتاب" [البخاري، رقم:٧٥٦] كما جعل الشافعي، فإن عنده لايجوز الصلاة بدونها. **لأنه**: أي جعل الفاتحة ركناً زيادة على النص وهو قوله تعالى: ﴿فَاقْرَأُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ (المزمل:٢٠)، فإنه عام، وعمومه يقتضي الجواز بدونها، فما قاله الشافعي رحمه الله زيادة على النص، والزيادة على النص نسخ عندنا كما مرّ، ولايجوز النسخ بخبر الواحد.

وأبوا زيادة النفي إلخ: أي كذلك لم يجعل علماؤنا النفي، وهو تغريب عام جزءا لحد في زنا البكر كما جعل الشافعي فإنه قال: إذا زنا البكر يجلد مائة جلدة؛ لقوله تعالى: ﴿فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾، ويغرب عاماً لقوله ﷺ: "البكر بالبكر جلد مائة وتغريب عام". رواه مسلم [رقم:٤٤١٤]؛ لأنه زيادة على النص المذكور، والزيادة بخبر الواحد وهو قوله ﷺ: "البكر بالبكر"، الحديث لايجوز؛ لأنه نسخ.

وزيادة الطهارة شرطاً في طواف الزيارة، وزيادة **صفة الإيمان** في رقبة الكفارة
وأبوا
بخبر الواحد والقياس.

[أقسام أفعال رسول الله ﷺ]

والذي يتصل بالسنن **أفعال رسول الله** ﷺ، وهي **أربعة أقسام**: مباح، **ومستحبّ**،
كالأكل والشرب
وواجب، **وفرض**، القولية وفيها قسم آخر **وهو الزلة**. ....
كسجود السهو

زيادة الطهارة شرطاً إلخ: أي لم يجعل علماؤنا الطهارة شرطاً في طواف الزيارة حيث لا يجوز بدونها كما جعل الشافعي رحمه الله لأنه زيادة على النص، وهو قوله تعالى: ﴿وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ (الحج:٢٩)؛ لأنه عام، والزيادة على النص بخبر الواحد وهو قوله عليه السلام: "الطواف حول البيت مثل الصلاة إلا أنكم تتكلمون فيه، فمن يتكلم فيه فلايتكلم إلا بخير". رواه الترمذي [رقم:٩٦٠]والنسائي، وابن عباس لا يجوز؛ لأنه نسخ.

صفة الإيمان: أي لم يجعل علماؤنا صفة الايمان شرطاً للعبد في كفارة اليمين والظهار كما جعل الشافعي رحمه الله، فإنه قال: لا بدّ من العبد المؤمن، كما ورد في كفارة القتل خطأً، قال تعالى: ﴿وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِناً خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ﴾ (النساء:٩٢)، فيقاس عليه كفارة الظهار واليمين، فيحمل الرقبة الواردة فيهما على الرقبة المؤمنة؛ لأن الكفارات كلها جنس واحد. ونحن نقول: إن الرقبة فيهما مطلقة، فتقييدها بقيد الإيمان قياساً على الرقبة الواردة في القتل زيادة على النص، والزيادة على النص نسخ كما مرّ، ولايجوز النسخ بالقياس.

بخبر الواحد: متعلّق بالصورتين الأولين. والقياس: متعلّق بالصورة الأخيرة.

ولما فرغ عن السنة القولية شرع في السنة الفعلية، ولما كانت الفعلية أدون درجة من القولية قال: والذي إلخ.

أفعال رسول الله ﷺ: والمراد بالأفعال القصدية؛ لأن ما صدر عنه ﷺ بغير قصد كما في حالة النوم والسهو لايصلح للاقتداء، ولذا لايوصف بالحسن والقبح.

أربعة أقسام: بالنسبة إلينا، وإلا فلايوجد في حقه ﷺ شيء واجب اصطلاحاً؛ لأن الواجب الاصطلاحيّ ما ثبت بدليل فيه شبهة، والدلائل كلها قطعية عنده عليه السلام، ولذا قسّم القاضي أبو زيد وسائر الأصوليين سوى فخر الإسلام وشمس الائمة إلى ثلاثة أقسام. ومستحب: كالتسمية في الوضوء وتخليل اللحية، والمراد بالمستحبّ الراجح جانب إتيانه من غير أن يعاقب بتركه، فيدخل السنة، فلايرد أن هنا قسما آخر وهو السنة.

وفرض: كالصلاة الفرضية وصوم رمضان، وهذه الأفعال كلها مما يقتدى به. وفيها: أي في أفعاله عليه السلام.

وهو الزلة: وهي اسم لفعل ممنوع غير مقصود في ذاته للفاعل وقع منه لقصد فعل مباح، من قوله: زلّ الرجل في الطين إذا لم يوجد القصد إلى الوقوع ولا إلى الثبات بعد الوقوع، ولكن وجد القصد إلى المشي في الطريق.

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

الحمد لله الذي جعل اصول الفقه مبنى الحلال والحرام على ان وفقنا للطبع

الحُسَامِى

للشيخ الامام الالمعي والقرم الهمام اللوذعي حسام الدين محمد بن محمد بن عمر الاخسيكثي

ترجمة المصنف: محمد بن محمد بن عمر حسام الدين الاخسيكثي رحمه الله، كان اماما بارعا مات يوم الاثنين العشرين من ذي القعدة سنة اربع واربعين وستمائة وتفقه على محمد بن عمر النوجاباذي وهو ابن محمد البخاري، والاخسيكثي نسبة الى اخسيكث بفتح الالف وسكون الخاء المعجمة وكسر السين المهملة ثم الياء ثم الكاف المفتوحة ثم الثاء المثلثة بلدة من بلاد فرغانة متوطن والحسامي نسبة الى لقبه حسام الدين، كذا ذكره السمعاني.

مع شرحه العجيب المسمّٰى

بالنَّامى

الذي صنفه النحرير المدقق العالم الفاضل المحقق المولوي الاحمد عبد الحق الحقاني بن محمد امير

مير محمد كتب خانه آرام باغ كراچی

اَللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

الحمد لله الذی جعل اصول الفقه مبنی للحلال والحرام علی ان وفقنا الطبع

الحُسَامِی

للشيخ الامام الالمعی والقرم الهمام اللوذعی حسام الدین محمد بن محمد بن عمر الاخسیکثی

ترجمة المصنف، هو محمد بن محمد بن عمر حسام الدين الاخسيكثي رحمه الله، كان اماما بارعا مات يوم الاثنين في العشرين من ذی القعدة سنة اربع واربعين وستمائة وتفقه عليه محمد بن عمر النوحاباذی ومحمد بن محمد البخاری، والاخسيكثي نسبة الى اخسيكث بفتح الالف وسكون الخاء المعجمة وكسر السين المهملة ثم التحتية ثم الكاف المفتوحة ثم المثلثة بلدة من بلاد فرغانة والمنتخب الحسامی نسبة الى لقبه حسام الدين، كذا ذكره السمعانی۔

مع شرحه العجيب المسمّٰی

بِالنَّامِی

الذی صنفه النحرير المدقق العالم الفاضل المحقق المولوی ابو محمد عبد الحق الحقانی بن محمد امير

ملتزم الطبع والنشر

میر محمد، کتب خانہ مرکز علم و ادب آرام باغ کراچی

ويجوز نسخ التلاوة والحكم جميعا ويجوز نسخ احدهما دون الآخر لان للنظم حكمين جواز الصلوة وما هو قائم بمعنى صيغته وكل واحد منهما مقصود بنفسه فاحتمل بيان المدة والوقت والزيادة على النص نسخ عندنا خلافا للشافعي

من الله وهو الآتي بها لقوله تعالى وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحي يوحى والجواب عن الثاني ان المراد بالتبديل المنفي هو تبديل نظمه فما كان شانه عليه السلام ان يبدل نظم بعض الكتاب ببعضه كما يدل عليه السياق ولو سلم فالتبديل الواقع في النسخ من الجنبه عم ليس من تلقاء نفسه بل هو من امر الله تعالى واستدلوا على عدم جواز نسخ السنة بالكتاب بقوله لتبين للناس ما نزل اليك فلو نسخت السنة به لم تصلح بيانا له بل يكون الكتاب انفعالها والجواب ان النسخ بيان كما مر فيصلح ان يكون الكتاب بيانا لها ومعنى لتبين لتبلغ فاحفظ هذا التحقيق ولما فرغ من تفصيل الناسخ شرع في تفصيل المنسوخ من الكتاب فقال ويجوز نسخ التلاوة والحكم جميعا ويجوز نسخ احدهما دون الآخر وهذا على اربعة اوجه الاول نسخ التلاوة والحكم كليهما والثاني نسخ الحكم دون التلاوة والثالث عكسه والرابع نسخ وصف الحكم مع بقاء اصله بان ينسخ عمومه ويبقى اصلا اما الاول فهو جائز بالاتفاق بل هو واقع بالانساء كما يدل عليه قوله تعالى او ننسها وكما في صحيح مسلم عن ام المومنين عائشة الصديقة كان فيما انزل عشر رضعات معلومات يحرمن الحديث وكذا يجوز الثاني والثالث جوازا ووقوعا عند الجمهور خلافا لبعض المعتزلة لان للنظم حكمين احدهما ما يتعلق بنفس النظم مثل جواز الصلوة والاعجاز وغيرهما وثانيهما ما هو قائم بمعنى صيغته اي بمعنى النظم من الوجوب والحرمة وكل واحد منهما مقصود بنفسه فيجوز الانفكاك بينهما فاحتمل كل واحد منهما بيان المدة والوقت فجاز ان ينسخ احدهما دون الآخر اما الوقوع فقد روي عن امير المؤمنين عمر كان فيما انزل عليه آية الرجم قرأناها ووعيناها الشيخ والشيخة اذا زنيا فارجموهما البتة رواه الامام مالك والشيخان وروى عبد الرزاق والحاكم وصححه عن ابي بن كعب بكم تقرؤن يعني سورة الاحزاب وانها لتعادل سورة البقرة او اكثر من سورة البقرة ولقد قرأنا فيها الشيخ والشيخة اذا زنيا فارجموهما البتة نكالا من الله والله عزيز حكيم فرفع فيما رفع انتهى فالحكم ثابت والنظم منسوخ واما ثبوت النظم ورفع الحكم فكثير من الآيات منها قوله تعالى لكم دينكم ولي دين فآيات عدم القتال وهي سبعون آية وقيل مائة وعشرون آية كلها منسوخة الحكم بآية القتال وشهادة آية اخرى سوى تلك الآيات ايضا منسوخة الحكم واما الرابع وهو مثل الزيادة على النص فهو نسخ عندنا خلافا للشافعي اعلم انه لا خلاف في زيادة مستقلة كزيادة صلوة سادسة فانها لا تكون نسخا عند الجمهور وانما الخلاف في زيادة غير مستقلة كزيادة شرط ففيها ستة مذاهب الاول انه نسخ واليه ذهب الحنفية الثاني انها ليست بنسخ واليه ذهب الشافعية الثالث انها ان كانت ترفع مفهوم المخالفة فنسخ والا فلا الرابع ان كانت تغير المزيد عليه بحيث صار وجوده كالعدم شرعا فنسخ والا لا وهذا مذهب القاضي عبد الجبار الخامس ان اتحدت

لان بالزيادة يصير اصل المشروع بعض الحق وما للبعض حكم الوجود فيما يجب حقا لله لانه لا يقبل الوصف بالتجزی حتی ان المظاهر اذا مرض بعد ما صام شهرا فاطعم ثلثين مسكينا لم يجزه فكانت الزيادة نسخا من حيث المعنى ولهذا لم يجعل علماؤنا رحمهم الله قراءة الفاتحة ركنا فی الصلوة بخبر الواحد لانه زيادة على النص وابوا زيادة النفی حدا فی زنا البكر

مع المزيد عليه بحيث يرتفع التعدد بينهما فنسخ والا فلا السادس ان ترفع حكما شرعيا بعد ثبوته بدليل شرعی فنسخ والا فلا كذا قيل، واستدل المصنف على المذهب الاول بقوله لان بالزيادة يصير اصل المشروع وهو المزيد عليه بعض الحق لان المطلق لما قيد بقيد صار مجموعا مركبا من الجزئين احدهما المطلق وثانيهما القيد واحد الجزئين يكون بعض المجموع فالمطلق احد الجزئين فهو ايضا بعض المجموع الذی هو حق الله وما ای ليس للبعض حكم الوجود فيما يجب حقا لله تعالى ای ليس لبعض ما يجب من حقوق الله تعالى من عبادة او عقوبة او كفارة بغير انضمام الباقی اليه حكم وجود الكل فان من صلى ركعة فی الفجر لا تكون فجرا بغير انضمام الركعة الاخرى اليها لانه ای حق الله تعالى لا يقبل الوصف بالتجزی حتی ان المظاهر اذا مرض بعد ما صام شهرا فاطعم ثلثين مسكينا فی مقابلة ثلثين يوما اللاتی فاتها فی المرض لم يجزه ذلك لان كفارة الظهار انما تكون بصوم شهرين او باطعام ستين مسكينا او بتحرير رقبة لم يجزه ذلك فلا يكون مكفرا لا بالصوم ولا بالاطعام لفوات بعض الحق واحترز بقوله فيما يجب حقا لله تعالى عن حقوق العباد فانها تقبل الوصف بالتجزی ثبوتا فان من ادعى على غيره الفا وخمسمائة وشهد له شاهدان احدهما بالالف والاخر بالكل ثبت له الالف فقط فاذا ثبت ان المطلق بعد القيد يكون بعض الحق كما مر فكانت الزيادة نسخا من حيث المعنى وان كان بيانا صورة وذلك لان حكم المطلق غير حكم المقيد فاذا قيد المطلق انتهى حكمه فصار الثانی ای المقيد ناسخا للاول وثمرة الخلاف انه لا يجوز عندنا الا بخبر المتواتر او المشهور كسائر النسخ وعنده يجوز بخبر الواحد والقياس كما فی البيان والى هذا اشار بقوله ولهذا ای لاجل ان الزيادة على النص نسخ عندنا لم يجعل علماؤنا رحمهم الله قراءة الفاتحة ركنا فی الصلوة بخبر الواحد وهو قوله عليه السلام لا صلوة الا بفاتحة الكتاب كما جعل الشافعی فان عنده لا يجوز الصلوة بدونها لانه ای جعل الفاتحة ركنا زيادة على النص وهو قوله تعالى فاقرءوا ما تيسر من القرآن فانه عام بعمومه يقتضی الجواز بدونها كما قاله الشافعی زيادة على النص والزيادة على النص نسخ عندنا كما مر ولا يجوز نسخ بخبر الواحد وابوا ای علماؤنا زيادة النفی ای الجلاء حدا فی زنا البكر ای كذلك لم يجعل علماؤنا النفی وهو تغريب عام جزء الحد فی زنا البكر كما جعل الشافعی فانه قال اذا زنا البكر يجلد مائة جلدة لقوله تعالى فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة ويغرب عاما لقوله عليه السلام البكر بالبكر جلد مائة وتغريب عام

له ای الزيادة ۱۲ منه.

وزیادۃ الطہارۃ شرطا فی طواف الزیارۃ وزیادۃ صفۃ الایمان فی رقبۃ الکفارۃ بخبر الواحد والقیاس والذی یتصل بالسنن افعال رسول اللہ علیہ السلام و ہی اربعۃ اقسام مباح و مستحب و واجب وفرض وفیہا قسم اٰخر وہو الزلۃ لکنہ لیس من ہذا الباب فی شئ لانہ لا یصلح للاقتداء ویخلو عن الاقتران

رواہ مسلم لانہ زیادۃ علی النص المذکور والزیادۃ بخبر الواحد ہو قولہ علیہ السلام البکر بالبکر الحدیث لا یجوز لانہ نسخ داٰبوا زیادۃ الطہارۃ شرطا فی الطواف الزیارۃ ای لم یجعل علماؤنا الطہارۃ شرطا فی طواف الزیارۃ حیث لا یجوز بدونہا کما جعل الشافعی لانہ زیادۃ علی النص وہو قولہ تعالی ولیطوفوا بالبیت العتیق لانہ عام والزیادۃ علی النص بخبر الواحد وہو قولہ علیہ السلام الطواف حول البیت مثل الصلوۃ الا انکم تتکلمون فیہ فمن یتکلم فیہ فلا یتکلم الا بخیر رواہ الترمذی والنسائی عن ابن عباس لا یجوز لانہ نسخ داٰبوا زیادۃ صفۃ الایمان فی رقبۃ الکفارۃ ای لم یجعل علماؤنا صفۃ الایمان شرطا للعبد فی کفارۃ الیمین والظہار کما جعل الشافعی فانہ قال لابد من العبد المومن کما ورد فی کفارۃ القتل خطأ قال تعالی ومن قتل مؤمنا خطأ فتحریر رقبۃ مؤمنۃ فیقاس علیہ کفارۃ الظہار والیمین فیحمل الرقبۃ الواردۃ فیہما علی الرقبۃ المؤمنۃ لان الکفارات کلہا جنس واحد ونحن نقول ان الرقبۃ فیہما مطلقۃ فتقییدہا بقید الایمان قیاسا علی الرقبۃ الواردۃ فی القتل زیادۃ علی النص والزیادۃ علی النص نسخ کما مر ولا یجوز النسخ بالقیاس فقولہ بخبر الواحد متعلق بالصورتین الاولیین والقیاس متعلق بالصورۃ الاخیرۃ ولما فرغ عن السنۃ القولیۃ شرع فی السنۃ الفعلیۃ ولما کانت الفعلیۃ ادون درجۃ من القولیۃ قال والذی یتصل بالسنن القولیۃ افعال رسول اللہ علیہ السلام والمراد بالافعال القصدیۃ لا ما صدر عنہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر قصد کما فی حالۃ النوم والسہو ولا یصلح للاقتداء ولذا لا یوصف بالحسن والقبح ہی ای الافعال القصدیۃ اربعۃ اقسام بالنسبۃ الینا والا فلا یوجد فی حقہ علیہ السلام شئ واجب اصطلاحا لان الواجب الاصطلاحی ما ثبت بدلیل فیہ شبہۃ والدلائل کلہا قطعیۃ عندہ علیہ السلام ولذا قسم القاضی ابو زید وسائر الاصولیین سوی فخر الاسلام وشمس الائمۃ الی ثلثۃ اقسام مباح کالاکل والشرب ومستحب کالتسمیۃ فی الوضوء وتخلیل اللحیۃ والمراد بالمستحب الراجح جانب اتیانہ من غیر ان یعاقب بترکہ فیدخل السنۃ فلا یرد ان ہنا قسم اٰخر ہو السنۃ وواجب کسجود السہو وفرض کالصلوۃ المفروضۃ وصوم رمضان وفی ہذہ الافعال کلہا مما یقتدی بہ وفیہا ای فی افعالہ علیہ السلام قسم اٰخر وہو الزلۃ وہی اسم لفعل ممنوع غیر مقصود فی ذاتہ للفاعل وقع منہ لقصد فعل مباح من قولہم زل الرجل فی الطین اذا لم یوجد القصد الی الوقوع ولا الی الثبات بعد الوقوع ولکن وجد القصد الی المشی فی الطریق لکنہ ای القسم الاٰخر لیس من ہذا الباب فی شئ ای من باب الاقتداء لانہ لا یصلح للاقتداء ولا یخلو عن الاقتران

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

درسِ حُسامی

شرح اردو

مُنتخب الحسامی



مؤلف

مولانا مفتی محمد یوسف صاحب تاؤلی

استاذ دار العلوم دیوبند

ناشر

ایچ ایم سعید کمپنی

ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ

درسِ حُسَامی

شرح اردو

مُنتخب الحسامی

مؤلف

مولانا مفتی محمد یوسف صاحب تاؤلی

استاذ دار العلوم دیوبند

ناشر

ایچ ایم سعید کمپنی

ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی

کے اور وقت کے بیان کرنے کا۔

تشریح پھر ہمارے نزدیک نص کے اوپر زیادتی بھی نسخ ہے بخلاف امام شافعی رح کے ہماری دلیل یہ ہے کہ زیادتی کی وجہ سے اصل مشروع اب حکم کا بعض حصہ ہے اور حقوق اللہ میں بعض کو وجود کا حکم ہی نہیں ملتا کیونکہ اللہ کا حق تجزی کے وصف کو قبول نہیں کرتا لہذا فجر کی ایک رکعت عدم کے درجہ میں ہوگی کیونکہ حق دو رکعتیں ہیں اسی طرح مظاہر نے کفارہ کے تیس روزے رکھے پھر وہ بیمار ہوگیا اور پھر تیس مسکینوں کو کھانا کھلایا تو جائز نہ ہوگا کیونکہ حق اللہ میں تجزی لازم آتی ہے تو یا تو پورے ساٹھ روزے رکھے ورنہ پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

تو بہرحال زیادت علی النص اگرچہ ظاہری اور لفظی اعتبار سے بیان ہے لیکن معنوی اعتبار سے یہ نسخ ہے (کما مر) اسی کو مصنف رح نے فرمایا۔

والزيادةُ عَلَى النص نسخ عندنا خلافاً للشافعي لان بالزيادة يصير اصلُ المشروع بعضَ الحق وما للبعض حكم الوجود فيما يجب حقاً لله تعالى لانه لا يقبل الوصفَ بالتجزي حتى ان المظاهرَ اذا مرضَ بعد ما صامَ شهراً فاطعم ثلثين مسكيناً لم يجزه فكانت الزيادة نسخاً من حيث المعنى

ترجمہ اور نص پر زیادتی ہمارے نزدیک نسخ ہے اختلاف ہے شافعی رح کا اس لئے کہ زیادتی کی وجہ سے اصل مشروع (مزید علیہ) حق کا بعض ہوگا اور بعض کو وجود کا حکم نہیں ہے اس حکم میں جو واجب ہو اللہ تعالیٰ کا حق بنکر اس لئے کہ اللہ کا حق تجزی کے وصف کو قبول نہیں کرتا یہاں تک کہ مظاہر جب بیمار ہوگیا تیس روزوں کے بعد پس اس نے تیس مسکینوں کو کھانا کھلادیا تو یہ اس کو کفایت نہیں کرے گا تو یہ ہوگی زیادتی نسخ معنی کے اعتبار سے۔

تشریح بہرحال جب زیادتی علی النص ہمارے نزدیک نسخ ہے اور نسخ قیاس یا خبر واحد سے جائز نہیں ہے تو خبر واحد کی وجہ سے فاتحہ کو نماز کا رکن قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ یہ نص پر زیادتی ہے اور نص یہ ہے فاقرؤا ما تیسر من القرآن نیز بکر کی حد زنا میں کوڑوں کے ساتھ جلا وطن کرنا نہیں ہوسکے گا ورنہ خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی لازم آئے گی اسی طرح طواف زیارت میں طہارت کی شرط سے بھی اور کفارہ یمین وظہار کے غلام میں ایمان کی قید لگانا بھی نص پر زیادتی ہے نسخ ہے جو خبر واحد یا قیاس سے جائز نہیں ہے۔ اسی کو مصنف رح نے فرمایا۔

ولهذا لم يجعل علماؤنا رح قراءة الفاتحة ركناً في الصلوة بخبر الواحد لانه زيادة

على النص والواز يادة التغريب في زنا البكر وزيادة الطهارة شرطًا في طواف الزيارة وزيادة صفة الايمان في رقبة الكفارة بخبر الواحد والقياس ۔

ترجمہ اور اسی وجہ سے ہمارے علماء نے فاتحہ کی قرات کو نماز میں رکن قرار نہیں دیا خبر واحد سے اس لئے کہ یہ نص پر زیادتی ہے ۔ اور انکار کیا ہے (ہمارے علماء نے) جلاوطنی کی زیادتی کا حد بنا کر بکر کی زنا میں اور طہارت کی زیادتی کا طوافِ زیارت میں شرط بنا کر اور صفت ایمان کی زیادتی کا کفارہ کے غلام میں خبر واحد یا قیاس سے ۔ **تنبیہ** :- ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے بہت اختصار سے کام لیا گیا ہے ۔

سبق نمبر ۵۲

سنن قولیہ سے فراغت کے بعد مصنفؒ نے سننِ افعالیہ کو بیان فرمایا ہے کہ سننِ افعالیہ کی چار قسمیں ہیں مباح، مستحب، واجب، فرض، اول جیسے اکل وشرب کی عادات، مستحب جیسے تسمیہ قبل الوضوء، واجب جیسے سجود سہو، فرض جیسے نماز پنج گانہ وغیرہ، ایک قسم زلت ولغزش بھی ہے مگر اس کا اقتداء جائز نہیں ہے اور اس قسم میں یہ بھی ضروری ہے کہ خود صاحبِ واقعہ یا اللہ کی جانب سے اس کے زلت ہونے کی وضاحت ہو گئی ہو جیسے موسیٰؑ کا فرمان ھٰذا من عمل الشیطان اور ارشاد باری وَعصیٰ آدمُ رَبَّہٗ فغوی ۔ آپ کے جملہ افعال کے بارے میں اختلاف ہے لیکن جو شیخ ابو بکر جصاص رازیؒ نے فرمایا ہے وہ صحیح ہے ۔ کہ جن افعال کے بارے میں ہمیں علم ہے کہ یہ آپنے فرض یا مستحب وغیرہ کے طریقہ پر ادا کیا ہے اسی طرح ان کو ہم بھی کریں گے اور جہاں یہ معلوم نہ ہو سکے کہ کیا نوعیت ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ یہ آپ کے ساتھ مختص نہیں ہے تو ایسی جگہ ہم اس پر عمل کرینگے ۔ اور جب تک کوئی دلیل نہ آجائے اس کو ادنیٰ درجہ پر محمول کریں گے یعنی اباحت کے درجہ پر اسی کو مصنفؒ نے فرمایا ۔

والذی یتصل بالسنن افعالُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھی اربعۃُ اقسام مباحٌ ومستحبٌ وواجبٌ وفرضٌ وفیھا قسمٌ اٰخر وھو الزلۃ لکنہ لیس من ھذا الباب فی شئی لانہ لا یصلح للاقتداء ولا یخلو عن الاقتران ببیان انہ زلۃ واختلف فی سائر افعالہ والصحیح ما قالہ الجصاصؒ انّ ما علمنا من افعال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم واقعًا علی جہۃ نقتدی بہ فی ایقاعہ علی تلک الجہۃ وما لم نعلم علی ایّ جہۃ فعلہٗ فلنا فعلہ علی ادنی منازل افعالہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو الاباحۃ لان الاتباعَ اصل فوجب التمسّک بہ حتی یقوم دلیل خصوصہ ۔

تقويم الأدلة

في أصول الفقه

تأليف

الإمام أبي زيد عبيد الله بن عمر بن عيسى

الدَّبُّوسي الحنفي

المتوفّى سنة ٤٣٠ هـ

قدّم له وحقّقه

الشيخ خليل محيي الدّين الميس

مفتي زحلة والبقاع

مدير أزهر لبنان

منشورات

محمد علي بيضون

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

تقويم الأدلة

في أصول الفقه

تأليف

الإمام أبي زيد عبيد الله بن عمر بن عيسى
الدبوسي الحنفي
المتوفى سنة ٤٣٠هـ

قدم له وحققه

الشيخ خليل محيي الدين الميس
مفتي زحلة والبقاع
مدير أزهر لبنان

منشورات
محمد علي بيضون
لنشر كتب السنة والجماعة
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

كفارة، لأن الكافرة تخرج من الجملة والمؤمنة تجوز، لا لأنها رقبة على ما قال الله تعالى، بل للوصف الزائد الذي ليس في الكتاب، وبدونه لا يكون ما يبقى كفارة ولا بعضها، فالزيادة نسخ معنى، وبيان صورة. ولأن البيان اسم لما يحتمله اللفظ، ولما ينتظم عليه الاسم والرقبة لا تنتظم على الأوصاف.

والجلد مئة لا يحتمل النفي فلا يكون إثبات هذه الزيادة بياناً بل رفعاً لذلك، الحكم عن قدر المذكور، وتعليقاً بالزائد كالتحرير المرسل إذا علق بالشرط تبدل الإرسال ويصير شيئاً آخر معنى، أو بمنزلة العلة، يزاد عليها وصف فإن ما كان قبل ذلك لا يكون علة ولا بعض العلة، بل يسقط حكم العلة أصلاً إلى أن يوجد الوصف الآخر، فيصير جملته علة فكأن الخصم اعتبره بحقوق العباد، فإن الزيادة من جنسها لا توجب تغيير ما كان، لأنها تتجزأ ثبوتاً وأداء، فيصير بين الزيادة والأصل مجاورة، وبالجوار لا يصير الجار شيئاً آخر.

وأما في أحكام الشرع وأسبابها فيصير ما كان مع الزيادة شيئاً واحداً، إما علة واحدة أو حكماً واحداً، وإذا كان يصير شيئاً واحداً والاسم تعلق بما زيد ذهب ما دونها، ولهذا قال أبو حنيفة، وأبو يوسف: إن الطِلاء إذا اشتد لم يحرم قليله، وإن حرم كثيره بصفة الإسكار، لأن القليل غير مسكر وماله حكم السكر بوجه، لأن السكر حكم والشراب بقدر معلوم علته، فلا يكون لبعضه حكم العلة.

قال علماؤنا: فيمن وجد ماءً لا يكفيه لوضوئه لم يلزمه استعماله ويباح له التيمم، لأن الماء لما لم يجب استعماله لنفسه بل لحكم وهو إباحة الصلاة، والإباحة حكم علق بماء يكفي الأعضاء كلها، فلا يكون لبعضه حكم ذلك القدر بحال، وكان كالنجاسة إذا كثرت منعت الصلاة، فلا يكون لما دون المقدار حكم تلك النجاسة بوجه.

والأربع من النساء علة لتحريم النكاح عليهن، ولا يكون للواحدة من الأربع حظ في التحريم، وشطر البيع علة لإيجاب الملك، فلا يكون لأحد شطريه أثر في الإيجاب.

ولهذا أبى علماؤنا رحمهم الله تعالى إثبات الفاتحة ركناً في الصلاة بخبر الواحد لأنه نسخ.

وزيادة النفي حداً في الزنا بخبر الواحد.

وزيادة الطهارة شرطاً أصلياً في الطواف بخبر الواحد.

وزيادة صفة الإيمان على الرقبة للكفارة بخبر الواحد، أو القياس.

وقد قالوا: أن شاهدين لو شهد أحدهما لرجل ببيع عبد له بألف، والآخر بألف وخمسمائة بطلت الشهادة. وكانا غيرين، لأن الشراء جعل سبباً للوجوب بالثمنِ والمثمنِ فكانا شرطين لصيرورته بيعاً، فيكون زيادة القدر في الثمن بمنزلة زيادة شرط والمعلق بشرطين غير المعلق بشرط والله أعلم.

أصول السرخسي

للإمام الفقيه الأصولي النظار أبي بكر محمد بن
أحمد بن أبي سهل السرخسي المتوفى سنة ٤٩٠
من الهجرة النبوية رضي الله عنه

الجزء الثاني

حقق أصوله
أبو الوفا الأفغاني
رئيس اللجنة العلمية لإحياء المعارف النعمانية

عُنيت بنشره لجنة إحياء المعارف النعمانية
بحيدر آباد الدكن بالهند

دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

وإذا كان بقاء الحكم بما كان النص العام متناولاً له عرفنا أن التخصيص لا يكون تعرضاً لما وراء المخصوص بشيء . وبيان هذا أن قوله تعالى : « فاقتلوا المشركين » وإن خص منه أهل الذمة وغيرهم فمن لا أمان له يجب قتله لأنه مشرك . وفى قوله : « فتحرير رقبة » إذا قيدنا بصفة الإيمان لا تتأدى الكفارة بما يتناوله اسم الرقبة بل بما يتناوله اسم الرقبة المؤمنة . فعرفنا أنه فى معنى النسخ وليس بتخصيص ؛ ولأن التخصيص يصرف فيما كان اللفظ متناولاً له باعتبار دليل الظاهر لولا دليل الخصوص ، والتقييد تصرف فيما لم يكن اللفظ متناولا له أصلا لولا التقييد ؛ فإن اسم الرقبة لا يتناول صفتها من حيث الإيمان والكفر ، فعرفنا أنه نسخ والنسخ فى الحكم الثابت بالنص لا يكون بخبر الواحد ولا بالقياس . وعلى هذا قلنا : لا تتعين الفاتحة للقراءة فى الصلاة ركناً لأنه زيادة على ما ثبت بالنص ، ولا تثبت الطهارة عن الحدث شرطاً فى ركن الطواف لأنه زيادة على النص ، ولا يثبت النفى حدا مع الجلد فى زنا البكر لأنه زيادة ، ولا يثبت اشتراط صفة الإيمان فى كفارة اليمين والظهار لأنه زيادة . وعلى هذا قال أبو حنيفة وأبو يوسف رحمهما الله : شرب القليل من الطلاء المثلث لا يكون حراماً لأن المحرم السكر بالنص ، وشرب القليل بعض العلة فيما يحصل به السكر فلا يكون مسكراً . وعلى هذا قال أصحابنا : إذا وجد المحدث من الماء مالا يكفيه لوضوئه أو الجنب مالا يكفيه لاغتساله فإنه يتيمم ولا يستعمل ذلك الماء ؛ لأن الواجب استعمال الماء الذى هو طهور ، وهذا بمنزلة بعض العلة فى حكم الطهارة فلا يكون طهوراً فوجوده لا يمنع التيمم . وعلى هذا قلنا : إذا شهد أحد الشاهدين بالبيع بألف والآخر بالبيع بألف وخمسمائة لا تقبل الشهادة فى إثبات العقد بألف وإن اتفق عليه الشاهدان ظاهراً لأن الذى شهد بألف وخمسمائة قد جعل الألف بعض الثمن وانعقاد البيع بجميع الثمن المسمى لا ببعضه ، فمن هذا الوجه كل واحد منهما فى المعنى شاهد لعقد آخر والألف المذكور فى شهادة الثانى كان بحيث يثبت به العقد لولا وصل شىء آخر به بمنزلة التخيير فى الطلاق والعتاق يصير شيئاً آخر إذا اتصل به التعليق بالشرط فحكم الزيادة يكون بهذه الصفة أيضاً . والذى يقرر جميع ما ذكرنا أن النسخ إنما يثبت بما لو جهل التاريخ فيه كان معارضاً وهذا يتحقق فى الإطلاق والتقييد ؛ فإنه لو جهل التاريخ بين النص المطلق والمقيد يثبت التعارض بينهما ، فعرفنا أنه عند معرفة التاريخ بينهما يكون

المملكة العربية السعودية
جامعة أم القرى
كلية الشريعة والدراسات الإسلامية
مكة المكرمة
مركز البحث العلمي وإحياء التراث الإسلامي



من التراث الإسلامي
الكتاب التاسع عشر

المغني في أصول الفقه

تأليف
الإمام جلال الدين أبي محمد عمر بن محمد بن عمر الخبازي
٦٢٩ - ٦٩١ هـ

تحقيق
الدكتور محمد مظهر بقا
الأستاذ المشارك بكلية الشريعة
بجامعة أم القرى بمكة المكرمة



ووِزانُ مسألتِنا من حقوقِ العبادِ اختلافُ الشهودِ في قَدْر الأثمن والأجرة.

وثمة لم تقبل لعدم تجزِّي البيع،

بخلاف الدَّين المُسْتَشْهد به.

وأما التخصيص إرادة بعضِ ما يتناولُه اللفظُ فيبقى الباقي ثابتاً بذلك النظم بعينه.

ولهذا قلنا: إنه لا يكون إلا مقارناً[أ]؛ لأنه بيان محض فلا يكون نسخاً.

بخلاف تقييد المطلق، فإن الرقبة إذا قُيِّدت بصفة الإيمان، لم تكن المؤمنة ثابتةً بذلك النص بنظمه بل بهذا القيد.

ولهذا لم نجعل قراءةَ الفاتحةِ ركناً في الصلاة[ب]، والطهارةَ شرطاً في الطواف[ج]، والنفيَ حداً في زنا البِكرِ، وزيادةَ صفة الإيمان شرطاً في رقَبة الكَفَّارة بخبر الواحد أو القياس[د].

وكذا القليلُ من الماء لم يجبْ استعمالُه؛ لأنه بعضُ المطهِّر.

وعند أبي حنيفة أوبي يوسف ـ رحمهما الله ـ القليلُ من المثلَّث لم يَحرُمْ شُربُه لأنه بعضُ المسكر.

(أ) أما عند الشافعي ـ رحمه الله ـ فيجوز تأخيره. انظر: المستصفى ٢: ١١٨.

(ب) لأنه زيادة على النص المطلق وهو قوله تعالى: ﴿فَاقْرَؤُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ (هـ).

(جـ) لأنها زيادة على النص المطلق وهو قوله تعالى: ﴿وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ (هـ).

(د) قوله: بخبر الواحد، يرجع إلى جميع ما سبق وقوله: أو بالقياس، متعلق بالصورة الأخيرة، تقدير القياس أن الإيمان شرط في كفارة القتل فيشترط في سائر الكفارات لأنها جنس واحد (هـ).

اصول البزدوی

[كنز الوصول الى معرفة الاصول]

تاليف

الامام فخر الاسلام على بن محمد البزدوی الحنفی المتوفی سنة ۴۸۲ھ

" وهو كتاب عظيم الشان جليل البرهان محتوعلى لطائف الاعتبارات
باوجز العبارات تأبى على الطلبة مرامه واستعصى على العلماء زمامه "
(كشف الظنون ، حاجی خلیفه)

وبهامشه

تخريج احاديث اصول البزدوی

للحافظ قاسم ابن قطلوبغا الحنفی المتوفی سنة ۸۷۹ھ

ويليه

اصول الكرخی

مع ذكر امثلتها ونظائرها وشواهدها

من الامام نجم الدين ابی حفص عمر بن احمد النسفی

میر محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب آرام باغ کراچی

ان النسخ بیان مدۃ الحکم وابتداء حکم اٰخر والنص المطلق یوجب العمل باطلاقه فاذا صار مقیدا صار شیئا اٰخر لان التقیید والاطلاق ضدان لا یجتمعان واذا کان هذا غیر الاول لم یکن بد من القول بانتهاء الاول وابتداء الثانی وهذا لانه متی صار مقیدا صار المطلق بعضه و ما للبعض حکم الوجود کبعض العلة وبعض الحد حتی ان شهادة القاذف لا تبطل ببعض الحد عندنا لانه لیس بحد فثبت ان هذا نسخ بمنزلة نسخ جملته فاما التخصیص فتصرف فی النظم ببیان ان بعض الجملة غیر مراد بالنظم مما یتنا وله النظم والقید لا یتنا وله الاطلاق الا تری ان الاطلاق عبارة عن العدم والتقیید عبارة عن الوجود فیصیر اثبات نص بالمقایسة او بخبر الواحد ولان المخصوص اذا لم یبق مرادا بقی الباقی ثابتا بذلک النظم بعینه فلم یکن نسخا واذا ثبت قید الایمان لم یکن المؤمنة ثابتة بذلک النص الاول بنظمه بل بهذا القید فیکون للاثبات ابتداء ودلیل الخصوص للاخراج لا للاثبات ولا یشکل ان النفی اذا الحق بالجلد لم یبق الجلد حدا ولهذا لم نجعل قرأة الفاتحة فرضا لانه زیادة ولم نجعل الطهارة فی الطواف شرطا لانه زیادة ولهذا قال ابوحنیفة وابویوسف رحمهما الله ان القلیل من المثلث لا یحرم لانه بعض المسکر ولیس لبعض العلة حکم العلة بوجه وکذلک الجنب والمحدث لا یستعملان الماء القلیل عندنا لانه بعض المطهر فلم یکن مطهرا کاملا ولان دلیل النسخ ما لو جاء مقارنا کان معارضا والقید یعارض الاطلاق بمنزلة سائر وجوه النسخ ونظیر هذا الاصل اختلاف الشهود فی قدر الثمن ان البیع لا یثبت لان الزیادة علی الثمن یجعل الاول بعضه وقد صار کلا من وجه فصارا غیرین ولم یکن للبعض حکم الوجود والله اعلم۔

باب افعال النبی صلی الله علیه وسلم

وهی اربعة اقسام مباح ومستحب وواجب وفرض وفیها قسم اٰخر وهو الزلة لکن لیس من هذا الباب فی شیٔ لانه لا یصلح للاقتداء ولا یخلو عن بیان مقرون به من جهة الفاعل او من الله تبارک وتعالی کما قال جل وعز وعصیٰ اٰدم وقال جل وعز حکایة عن موسی من قتل القبطی قال هذا من عمل الشیطان والزلة اسم لفعل غیر مقصود فی عینه لکنه اتصل لفاعل

كشف الأسرار

عن أصول فخر الإسلام البزدوي

تأليف

الإمام علاء الدين عبد العزيز بن أحمد البخاري

المتوفى سنة ٧٣٠هـ

وضع حواشيه

عبد الله محمود محمد عمر

الجزء الثالث

منشورات

محمد علي بيضون

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

لأنه زيادة. ولهذا قال أبو حنيفة وأبو يوسف رحمهما اللّه: إن القليل من المثلث لا يحرم لأنه بعض المسكر وليس لبعض العلة حكم العلة

وماء طهور»(١) إلى أن المائية لم تزل بإلقاء التمر فيه فيكون داخلاً في عُموم قوله تعالى: ﴿فَلَمْ تَجِدُواْ مَاءً﴾ [النساء:٤٣] و[المائدة:٦]، فلا يكون نسخاً. وأما جَعل القهقهة من الأحداث أو من النواقض فنظير إيجاب عبادة بعد عبادة فلا يكون من النسخ في شيء. وأما تكميل المهر بالخلوة فثبت عندنا بقوله تعالى: ﴿وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ﴾ [النساء: ٢١]، وبدلائل أُخَر عرفت في موضعها فلا يكون من باب الزيادة على النص بخبر الواحد.

قوله: (ولهذا) أي ولأن الزيادة على النص نسخ ونسخ الكتاب بخبر الواحد لا يجوز لم يجعل قراءة الفاتحة في الصلاة فرضاً لأن إطلاق قوله تعالى: ﴿فَاقْرَؤُواْ مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ [المزمل:٢٠]، وعمومه يقتضي الجواز بدون الفاتحة فكان تقييد القراءة بالفاتحة نسخاً لذلك الإطلاق فلا يجوز بخبر الواحد وهو قوله عليه السلام: «لا صلاة إلا بفاتحة الكتاب» **(ولهذا قال أبو حنيفة وأبو يوسف)** يعني ولأنه ليس لبعض الشيء حكم جملته قال أبو حنيفة وأبو يوسف رحمهما اللّه: شرب القليل من المثلث وهو ما ذَهب ثلثاه بالطبخ ثم صار مُسكراً لا يحرَّم وهو رواية عن محمد رحمه اللّه لأن المحرم في غير الخمر هو السكر بالنص وهو قوله عليه السلام: «حرمت الخَمر لِعَينها والسُّكر من كل شَراب» وذلك يحصل بشرب الكثير منه دون القليل فكان شرب القَليل مباشرة بعض علة السكر وليس لبعض العلة حكم العلة فلا فلا يكون داخلاً تحت التحريم. وقال محمد رحمه اللّه في رواية: يُكره شربه وفي رواية يُحرَّم شربه. وهو قول مالك والشافعي رحمهما اللّه لما روي أنه عليه السلام قال: «كُل مُسكر حَرام»(٢) وفي رواية: «ما أسكر كثيره فقليله حرام»(٣) وفي رواية: «ما أسكر الجرة منه فالجرعة منه حَرام» ولأن المثلث بعدما اشتد خمر لأن الخمر إنما سميت بهذا الاسم لمخامرتها العقل لا لكونها نيا وهي موجودة في سائر الأشربة المسكرة. وقد نقل عن النبي ﷺ أنه قال: «كل مُسكر خَمر» ولو سماه

---

(١) أخرجه أبو داود في الطهارة حديث رقم ٨٤، والترمذي في الطهارة حديث رقم ١٤٧، وابن ماجه في الطهارة حديث رقم ٣٨٤، والإمام أحمد في المسند ١/٤٠٢.

(٢) أخرجه البخاري في الأدب باب رقم ٨٠، ومسلم في الأشربة حديث رقم ٧٣، والنسائي في الأشربة باب رقم ٥٣، وابن ماجة في الأشربة باب رقم ٩.

(٣) أخرجه الترمذي في الأشربة باب رقم: ١٨٦٥ وأبو داود في الأشربة باب رقم ٣٦٨١ والإمام أحمد في المسند ٣/٣٤٣ وابن ماجة حديث رقم: ٣٣٩٣. وابن ماجة في الأشربة حديث رقم ٣٣٩٤.

بوجه. وكذلك الجنب والمحدث لا يستعملان الماء القليل عندنا لأنه بعض

أحد من أهل اللغة لكان يستدل بقوله على إثبات هذا الاسم له فإذا سماه صاحب الشرع به وهو أفصح العرب كان أَوْلى. والجواب عنه أن الجمع إذا أمكن بين الآثار فهو أولى من الأخذ ببعضها والإعراض عن البعض وقد أمكن هاهنا بأن يحمل هذا الحديث على الشرب على قصد السكر فإن شرب القليل والكثير على هذا القصد حَرام. والحديث الأول على الشرب لاستمراء الطعام فإن القليل بهذا القصد حَرام وبدونه لا يحرَّم كالمشي على قصد الزنا يكون حراماً وعلى قصد الطاعة يكون طاعة. أو بأن يُحمل على أن التحريم كان في الابتداء لتحقيق الزجر كتحريم الانتباذ في الدباء والحنتم ثم ثبت الرخصة بعد ذلك في شرب القليل منه. والمراد بقوله عليه السلام: «كل مسكر خمر» تشبيه بالخمر في حكم خاص وهو الحد فقد بُعث مبيناً للأحكام دون الأسامي. والمعقول الذي ذكروه قياسٌ في اللغة فلا يُقبل. قال أبو الفضل رحمه اللّه في إشارات الأسرار: «واعلم أن من وقع في أبي حنيفة رحمه اللّه في هذه المسألة وشنع عليه في أنه أباح مثل هذا الشراب ولم يَسلك فيه طريقة الاحتياط فهذا من القائل سفه وقلة ديانة إذ الأصل أن تحريم ما أحله اللّه تعالى بمنزلة تحليل ما حرمه لا فرقان بينهما. ومَتى لم يقم لأبي حنيفة رحمه اللّه دليل يدل على حرمته وبلغته الآثار المشهورة عن الصحابة والتابعين رضي اللّه عنهم أنهم كانوا يشربونه ويسقون الأضياف ويجلدون على السكر منه كيف يسوغ له في الشرع الفتوى بالحرمة وفيه تعرض لحدود الدين من تحريم شيء لم يرد به الشرع وأمر التقوى والأخذ بالثقة يرجع إلى العمل به دون الفتوى التي هي بيان حدود الدين. ولهذا قال محمد بن مقاتل الرازي: لو أعطيت الدنيا بحذافيرها ما شربته ولو أعطيت الدنيا بحذافيرها ما أفتيت بأنه حرام.

قوله: (وكذلك) أي وكما أن شرب القليل من المثلث لا يحرَّم لأنه بعض العلة لا يجب على الجنب والمحدث استعمال الماء القليل لصحة التيمم. وصُورته إذا وجد المحدث ماءً لا يكفي الوضوء أو الجنب ماءً لا يكفي الاغتسال يجوز له التيمم عندنا وفي أحد قولي الشافعي رحمه اللّه لا يجوز قبل استعماله لأن اللّه تعالى قال: ﴿فَلَمْ تَجِدُواْ مَاءً فَتَيَمَّمُواْ﴾ [النساء: ٤٣] و[المائدة:٦]، ذكره منكراً في موضع النفي من غير اعتبار قدر منه فيكون عدمه شرطاً لجوازه فما لم يوجد الشرط لا يكون التراب طهوراً ثم استعمال هذا القدر مفيد للطهارة حقيقة وحكماً بدليل انه لو استعمله ثم أصاب ماء آخر لم يجب عليه إعادة الأول فكان بمنزلة العاري إذا وجد ما يستر به بعض عورته يلزمه استعماله بقدره. وكذا إذا كان به نجاسة حقيقة فوجد ما يزيل بعضها يجب استعماله في ذلك القدر كذا هاهنا. ولنا أن عدم الطهور قد تحقق فيباح له التيمم وذلك لأن قولنا طهور لا يراد به

سلسلة الرسائل الجامعية (٨٧)

الكافي

شرح البزدوي (١)

تأليف

حسام الدين حسين بن علي بن حجاج السغناقي

المتوفى سنة (٧١٤هـ)

الجزء الأول

دراسة وتحقيق

فخر الدين سيد محمد قانت

مكتبة الرشد

الرياض

يبق مراداً بقي الباقي ثابتا بذلك النظم بعينه فلم يكن نسخًا ، وإذا ثبت قيد الإيمان لم تكن المؤمنة ثابتة بذلك النص الأول بنظمه بل بهذا القيد فيكون للإثبات ابتداء، ودليل الخصوص للإخراج لا للإثبات .

ولا يشكل أن النفي إذا ألحق بالجلد لم يبق الجلد حد ولهذا لم نجعل قراءة الفاتحة فرضًا لأنه زيادة ولم نجعل الطهارة في الطواف شرطا لأنه زيادة ، ولهذا قال أبوحنيفة وأبويوسف ـ رحمهما الله ـ إن القليل من المثلث لا يحرم لأنه بعض المسكر وليس لبعض العلة حكم العلة بوجه وكذلك الجنب والمحدث لا يستعملان الماء القليل عندنا لأنه بعض المطهر فلم يكن مطهرًا كاملاً ولأن دليل النسخ ما لوجاء مقارناً كان معارضًا والقيد يعارض الإطلاق بمنزلة سائر وجوه النسخ ونظير هذا الأصل اختلاف الشهود في قدر الثمن أن البيع لا يثبت ؛

وأما النصُ المطلقُ بعد ثبوت صفة التقييد لم يبق المطلقُ معمولاً أصلاً بل النصُ المقيدُ كان هو المعمولَ ، ألا ترى أن قولَه تعالى : ﴿ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ﴾[1] لما قُيد بصفة الإيمان لا تتأدى الكفارةُ بما يتناوله اسمُ الرقبة بل بما يتناوله اسم الرقبة المؤمنة ، فعرفنا أن التقييدَ في معنى النسخ لا التخصيص .

(ولا يشكل أن النفي إذا ألحق بالجلد) أي ولا يشتبه على أحد .

وقوله : (ولهذا) إيضاحٌ لما ادَّعاه من أن الزيادةَ على النص نسخ .

(ولأن دليلَ النسخ ما لوجاء مقارنًا كان ناسخًا) أي لأن دليلَ النسخ شيء لوجاء مقارنا كان معارضًا ، وكذلك الإطلاقُ مع التقييد .

---

(١) سورة النساء، آية : ٩٢ .

تسهيل الوصول

الى

علم الاصول

(تأليف)

الاستاذ صاحب الفضيلة الشيخ محمد عبد الرحمن

عيد المحلاوى الحنفى القاضى بالمحكمة العليا الشرعية

حفظه الله

طبع بمطبعة

مصطفى البابى الحلبى واولاده بمصر

(ربيع اول - ١٣٤١ هـ)

١٧٨

تسهيل الوصول

الى

علم الاصول

(تأليف)

الاستاذ صاحب الفضيلة الشيخ محمد عبد الرحمن

عيد المحلاوى الحنفى القاضى بالمحكمة العليا الشرعية

حفظه الله

طبع بمطبعة

مصطفى البابى الحلبى واولاده بمصر

(ربيع اول - ١٣٤١ هـ)

﴿ الثالث ﴾ منسوخ التلاوة فقط دون الحكم مثل القرآت المشهورة التي لم تثبت بالتواتر كقراءة ابن مسعود فصيام ثلاثة أيام متتابعات وقراءة سعد بن وقاص وله أخ أو أخت من أم فلكل واحد منهما السدس نسخت تلاوتها في حياة النبي عليه السلام بصرف القلوب عن حفظها الا قلوب ذينك الراويين ليبقى الحكم بتلاوتهما ولا تثبت التلاوة بروايتهما لعدم النقل المتواتر الذي يثبت به القرآن

﴿ الرابع ﴾ نسخ وصف الحكم بان ينسخ اطلاقه ويبقى أصله كزيادة مسح الخفين على غسل الرجلين الثابت بالكتاب فان الكتاب يقتضي أن يكون الغسل هو الوظيفة للرجلين سواء كان لابسا للخف أولا ٭ والحديث المشهور نسخ هذا الاطلاق وقال انما الغسل اذا لم يكن لابس الخفين فهذه الزيادة ترفع حكم اطلاق النص وهو نسخ عندنا وعند الشافعي تخصيص لانسخ حتى أثبت زيادة النفي على الجلد بخبر الواحد وهو قوله عليه السلام البكر بالبكر جلد مائة وتغريب عام وزيادة قيد الايمان في كفارة اليمين والظهار بالقياس على كفارة القتل المقيدة بالايمان وعندنا لايجوز نسخ الكتاب بخبر الواحد والقياس لان الكتاب مقطوع به فلا ينسخ الا بقاطع وخبر الواحد والقياس كل منهما يفيد الظن ٭ وقد رد الحنفية بذلك أخبارا صحيحة لما اقتضت زيادة على القرآن والزيادة نسخ ولا يجوز نسخ القرآن بخبر الواحد فردوا أحاديث تعيين الفاتحة في الصلاة وماورد في الشاهد واليمين وماورد في اشتراط النية في الوضوء ولما لم يكن عند الشافعية نسخا قبلوه لان الزيادة عندهم لم ترفع حكم مقتضى المزيد وهو جواز الاقتصار عليه فلا تكون نسخا بل هي بمثابة التخصيص لان الرقبة لفظ عام يتناول المؤمنة والكافرة فاخراج الكافرة تخصيص لانسخ فان النسخ رفع الحكم وفي الزيادة تقرير فان الحاق الايمان بالرقبة لايخرجها من استحقاق الاعتاق في الكفارة وكذا الحاق النفي بالجلد لايخرجه عن كونه مشروعا ٭ ولنا صدق حد النسخ عليه لان النص يقتضي كون الجلد حدا ومن التحق النفي به لايبقى حدا لانه صار بعض الحد وبعضه لا يكون حدا فكان نسخا وكذلك النص يقتضي التكفير باي رقبة فتقييده بالمؤمنة يؤدي الى ابطال ما ثبت بالكتاب اذ المطلق يوجب العمل باطلاقه فاذا قيد صار شيأ آخر وصار المطلق بعضه وبالبعض لا يثبت حكمه فكان نسخا ولا يرد علينا اننا زدنا الفاتحة والتعديل بخبر الواحد حتى وجبا لاننا لم نزدهما على وجه

باسمه تعالیٰ

جامع الترمذي

وهو الجامع المختصر من السنن عن رسول الله صلى الله عليه وسلم
ومعرفة الصحيح والمعلول وما عليه العمل"

للامام الحافظ الحجة ابو عيسى محمد بن عيسى بن سورة بن موسى الترمذي رحمه الله م ٢٧٩ هـ

الجزء الاول

المحشى
بالحواشي المفيدة القديمة لمولانا المحدث احمد علي السهارنبوري رحمه الله
ومعه

العرف الشذي

لمولانا المحدث محمد انور شاه الكشميري رحمه الله المتوفى ١٣٥٢ هـ

وفي اوله **التقرير للترمذي**

لشيخ الهند مولانا محمود حسن رحمه الله

وفي آخره **شمائل الترمذي**

وقد اضفنا بآخر الصفحة تعليقاً لتقابل نسخ الترمذي وتحقيقها واعتمدنا فيه على تحقيق الدكتور بشار عواد معروف





اعتنى بها
الطاف اينڈ سنز، كراتشي پاکستان
للنشر و التوزيع

Fax : (92) 21 - 32512774
E-mail : altaf123@hotmail.com

«أعرابيا» لا يضر أبا حنيفة، لأنه عليه السلام أولى بالمؤمنين بالفضل، كما جاء «إنا نستحق بمكارم الأخلاق».

قوله: «ولا خلابة»(حديث ١٢٥٠)ههنا مسئلتان: الأولى، هل العاقل البالغ الحر يحجر عليه أم لا ؟ فقلنا: لا، و قال الشافعي بالحجر على السفيه، واستدل بحديث الباب أنه عليه السلام منعه عن البيع والشراء، و هذا الاستدلال لا يصح، لأن حجره عليه السلام عليه كان شفقة و مروة عليه، و على ماله، لما جاء أقاربه يشتكون إلى النبي ﷺ، لا حكما و قضاء، فلما قال: لا أصبر يا رسول الله لما أجازه عليه السلام مع أنه مصرح أنه عليه السلام أجازه بعد عدم صبره، و للقاضي أن يصون قضاءه مهما أمكن، لا أن يقضي ساعة، و ينقض تارة، و شأن القضاة أعلى و أرفع منه، فضلا عن قضاء النبي ﷺ، والثانية أنه هل ثبت بمجرد قوله لا خلابة الخيار؟ فقال بعض أهل العلم: تثبت وإلا لضاع التقييد به، و يلغو الكلام، و قال الجمهور، منهم الشافعي، و أبو حنيفة: لا يثبت بمجرد هذا القول، و الحديث بظاهره يخالفهم، فأجاب الشراح بأن ثبوت الخيار بهذا القول فقط من خصوصيات ذلك الرجل، و الأولى في الجواب أن يقال: إنه جاء في رواية الحاكم: «لا خلابة، ولي الخيار ثلاثة أيام» فثبت الخيار بهذا الكلام، لا بمجرد القول أي بلا خلابة، وأما القول بأنه لو لم يثبت الخيار بهذا الألفاظ للزم إلغاء التقييد، و تضييع الكلام، فلا نسلمه، لأن فوائد التقييد ليست بمنحصرة فيما قالوا حتى يلزم من نفي إلغاء التقييد و تضييع الكلام؛ بل للتقييد فوائد لا تعد و لا تحصى، و أعلى الفوائد ههنا أنه إذا كان المشترى مثلا من من لا يعرف فنون البيع، و يقول وقت الشراء والبيع لخصمه: إني غير واقف بفنون المعاملة، ولا أعلم موجبات الخسران والمنافع، واتكلت على دينك، و فوضت أمري في تلك المعاملة اليك، و أنت تعلم بمنا فعي و مضاري، فاعمل لي معاملة الصديقين، الخائفين من الله تعالى، فلا محالة يتأثر البائع من هذا الكلام، و يعامل معه معاملة المخلصين الصديقين، يدفع عنه مضاره، و يجلب إليه منافعه، فلهذه الفائدة قاله ﷺ: «قل: لا خلابة» فلا يلزم إلغاء الكلام، وهذا الجواب مع قطع النظر عما روينا من رواية الحاكم، فإنه جواب آخر.

قوله: «باب في المصراة»(حديث ١٢٥١) ذهب الإمام الشافعي إلى ظاهر الحديث، و قلنا برجوع النقصان، والحديث بظاهره يخالفنا، فأجيب عنه بوجوه: الأول ما أجاب صاحب نور الأنوار بأن: راوى الحديث أبو هريرة، وهو غير مجتهد، و رواية غير المجتهد متروك في مقابلة القياس. و قال شيخنا مد الله ظله: هذا الجواب من قبيل توجيه الكلام بما لا يرضى به قائله، فإن من دأب الإمام أبي حنيفة أنه يترك القياس في مقابلة قول الصحابي، فضلا عن أن يبين حديث النبي ﷺ، كما صرح به المحققون من علمائنا.

الثاني ما أجاب ابن عمر بأن: الحديث منسوخ، و ناسخه قوله ﷺ: «البيعان بالخيار ما لم يتفرقا»، فلما حكم عليه السلام بانقطاع الخيار إلا لمن استثناه بقوله «إلا بيع الخيار»، فعلم أنه لا خيار لأحد، و رده الإمام الطحاوي: أن بيع المصراة داخل في ما استثناه عليه السلام بقوله: «إلا بيع الخيار»، لأن المصراة من جملة العيوب، ورد المبيع بخيار العيب مشروع في الشريعة، لا يقول أحد بنسخه.

الثالث ما أجاب عيسى بن أبان: بأن حكم حديث المصراة في وقت ما كان العقوبات يؤخذ بها الأموال، كما روي عن النبي ﷺ في الزكاة: «من أدى طائعا فله أجرها، وإلا أخذناها منه، و شطر ماله غرمة من غرمات ربنا عزوجل»، و كما قال في سارق الثمرة التي لم يحرز: «فإنه يضرب جلدات و يغرم مثليها»، ثم لما نسخ الله الربوا، و ردت الأشياء إلى أمثالها، إن كان مثليا، فمثل، و إن كان من ذوات القيم، فقيمة، فنسخ حكم المصراة أيضا، والعقوبة فيه هي أن يبقى اللبن عند المشتري، و يرد إلى البائع صاعا من طعام، و لا ينظر إلى أن صاعا من طعام هل يساوي اللبن أم لا؟ فلو كان اللبن زائدا من الطعام، و أضعافا مضاعفة، فيسلم إلى المشتري عقوبة للبائع الفاعل هذا الفعل الشنيع، ولم يرض أبو جعفر بهذا الجواب أيضا.

الرابع ما أجاب الطحاوي: بأن الحديث منسوخ، ووجه النسخ أنه يخالف النصوص الصريحة من كلام الله تعالى و رسوله ﷺ، و القياس؛ بل الأقيسة.

أما كلام الله تعالى، فلقوله تعالى: ﴿فاعتدوا عليه بمثل ما اعتدى عليكم﴾ وأما كلام النبي ﷺ، فقوله ﷺ و نهيه عن بيع الدين بالدين، و في المصراة بيع الدين بالدين، وجهه أن المشتري إذا حلب اللبن يومين أو ثلاثة أيام، و أهلكه، ثم رد الشاة على بائعه،

ووجب الصاع من الطعام دينا في ذمته بدل اللبن الذي هلكه، فكان دينا عليه، فهذا بيع الدين بالدين، و قدنهى عنه ﷺ، و كذا يخالف قوله ﷺ: «الخراج بالضمان، والغنم بالغرم» فعلى مذهب الشافعي يلزم خلاف هذه النصوص، لأن الشاة لو هلكت مثلا في تلك الأيام الثلثة، لهلكت من مال المشتري، و هذا بالاتفاق بينهم. فلما كان الضمان والغرم على المشتري، فيجب أن يكون الخراج، والغنم له عملا بالنصوص. كما لو اشترى رجل عبدا، و اشتغله، ثم رده على بائعه فغلته لمشتري، و كذا لو اشترى شاة، و أحلب لبنها أياما، ثم ردت على البائع بعيب آخر، فاللبن للمشتري بلاشيئ، فكذا فيما نحن فيه، نقول: اللبن للمشتري بلا شيئ، و كذا يخالف قاعدة الضمان، لأن الضمان بالمثل، أعم من أن يكون صوريا أو معنويا، فصاع الطعام ليس مثلا صوريا للبن، و هذا ظاهر، و لا معنويا، لأن المثل المعنوي عبارة عن قيمة الشيئ، وصاع الطعام لا يساوي قيمة اللبن على كل حال، فإنه لم يفرق في الحديث أن الصاع عوض لبن يوم أو يومين، أو عوض لبن شاة أو بقرة، والمشترى قد تكون شاة، و قد تكون بقرة، و قد تكون ناقة، والصاع لا يساوي قيمة لبن كل شاة، للتفاوت بين ألبانها بالقلة والكثرة، فضلا أن يساوي لبن ثلاثة أيام، أو لبن الناقة والبقرة، وأيضا الحديث مخالف لمذهب الشافعي أيضا، لأن مذهبه أن يرد صاع التمر أو الشعير فقط لا غير، و في الحديث أمر مطلق سوى السمراء في رواية أبي هريرة التي احتج بها، و أيضا الحديث مخالف لقواعد خيار العيب يتحقق فيها ثلثة صور: الأولى: أن يظهر عند المشتري عيب كان عند البائع بدون أن يحدث عند المشتري عيب، يتيعن الرد.

الثاني: أن يظهر عند المشتري عيب كان عندالبائع، و قد حدث عيب في يد المشتري أيضا، ففي هذه الصورة لهما خيار، إما الرجوع بالنقصان، أو الرد.

الثالث: أن يزيد المشتري في المبيع، مثلا اشتري ثوبا فخاط أو أصبغه، ففي هذه الصورة إن لم تراضيا على الرد، فليس للبائع أن يأخذ، لأن امتناع الرد ههنا لحق بعد؛ بل يتيعن الرجوع بالنقصان، فصورة الشاة صورة ثانية، لأنه حدث عيب عند المشتري، وهو إخراج اللبن عن الضرع، و كان معيبا بعيب كان عند البائع، فحكمها الرجوع بالنقصان، أو الرد إن تراضيا، لا الرد ورد صاع من التمرة، والشعير.

فبسبب ما ذكرناه من الوجوه تركنا حديث المصراة، والله أعلم، أو يقال: إن الحكم برد الشاة ورد تمر، أو صاع شعير معها ليس قضاء ووجوبا، بل تبرعا و مصالحة، يعني لما ظهر عيب عند المشتري، ورد المعيبة، فعليه أن يرد معها صاعا من طعام بدل ما انتفع بلبنها، لئلا يضيع مال أخيه المؤمن، فلا يخالف بهذا المعنى أبو حنيفة.

قوله: «باب في اشتراط ظهر الدابة عند البيع» (حديث ١٢٥٣) جوز أحمد و إسحق الاشتراط في البيع نظرا إلى ظاهر الحديث، و قال الإمام مالك: إن كان المسافة يسيرا قليلا، فيجوز، وإلا فلا، وقال الإمام أبو حنيفة بعدم جواز الاشتراط مطلقا، لأنه عليه السلام نهى عن بيع و شرطين، و جاء في بعض الروايات نهيه ﷺ عن بيع و شرط، و كذا نهيه عليه السلام عن صفقة في صفقتين، والروايات الواردة في هذا الباب متخالفة و متعارضة ظاهرا، جمعها البخاري في مصنفه، علم من بعضها أن النبي ﷺ أباح ظهره بعد البيع، و علم من بعضها أن النبي ﷺ أجاز على طلب جابر، و علم من بعضها الاشتراط، فعين أبو حنيفة واحدة منها، و تأول في الباقيات، بأن جابرا لما أراد البيع اختلج في صدره أني كيف أصل المدينة، فقال له عليه السلام: «سأبيح لك ظهرها»، أو يقال: إن النبي ﷺ أعطاه عارية بعد البيع، كماقال جابر في رواية: أفقوني ظهرها.

قوله: «باب في الانتفاع بالرهن» (حديث ١٢٥٤) عند أبي حنيفة لا يجوز للمرتهن أن ينتفع بالمرهون، و ظاهر الحديث يخالف أبا حنيفة، فأجاب الطحاوي بأنه: لا دليل في هذا الحديث على جواز الانتفاع بالمرهون، لأن فيه على الذي يشرب و يركب نفقة، ولم يبين من الذي يركبه و يشرب اللبن، ولو سلم كما جاء في بعض الروايات مصرحا، فنقول: إن هذا حكم من قبل نسخ الربوا، فقد نهى عليه السلام بقوله: «كل قرض جر نفعا فهو حرام»، و كذا نهى عن بيع المعدوم، و فيما نحن فيه يلزم بيع المعدوم،

مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

جَامِعُ التِّرْمِذِيّ

خلبله

وفی آخره

شَمَائِلُ التِّرْمِذِيّ

لِلْإِمَامِ الْعَلَّامِ أَبِي عِيسَى مُحَمَّدِ بْنِ عِيسَى بْنِ سَوْرَةَ التِّرْمِذِيّ

المُحشّٰی

بِالْحَوَاشِي الْمُفِيدَةِ الْقَدِيمَةِ لِمَوْلَانَا الْمُحَدِّثِ أَحْمَدَ عَلِي السَّهَارَنْفُورِي

مَعَ

الْعَرْفُ الشَّذِي

لِلْعَلَّامَةِ الْمُحَدِّثِ الْكَبِيرِ مَوْلَانَا مُحَمَّد أَنْوَر شَاه ابْن مُعَظَّم شَاه الْكَشْمِيرِي

وبهامشه

نَفْعُ قُوتِ الْمُغْتَذِي

لِلْعَلَّامَةِ السَّيِّد عَلِي بْن السَّيِّد سُلَيْمَان الدَّمْنَتِي الْبَجَمْعَوِي الْمَغْرِبِي الشَّاذِلِي الْمَالِكِي

وفي أوله

التَّقْرِيرُ لِلتِّرْمِذِي

لِلْعَلَّامَةِ الشَّهِيرِ شَيْخِ الْهِنْدِ مَوْلَانَا مَحْمُود حَسَن بْن مَوْلَانَا ذُو الْفَقَار عَلِي الدِّيُوبَنْدِي



مکتبہ رحمانیہ

اقرأ سنٹر۔ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

ما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا

جامع الترمذي

وفي آخره

شمائل الترمذي

للإمام العلام أبي عيسى محمد بن عيسى بن سورة الترمذي

المحشى

بالحواشي المفيدة القديمة لمولانا المحدث أحمد علي السهارنفوري

مع

العرف الشذي

للعلامة المحدث الكبير مولانا محمد أنور شاه ابن معظم شاه الكشميري

وبهامشه

نفع قوت المغتذي

للعلامة السيد علي بن السيد سليمان الدمنتي البجمعوي المغربي الشاذلي المالكي

وفي أوله

التقرير للترمذي

للعلامة الشهير شيخ الهند مولانا محمود حسن بن مولانا ذو الفقار علي الديوبندي

مكتبہ رحمانیہ

اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

لولم يثبت الخيار بهذا الالفاظ لزم الغاء التقييد وتضييع الكلام فلا نسلمه لان فوائد التقييد ليست بمنحصرة فيما قالوا حتى يلزم
من نفيه الغاء التقييد وتضييع الكلام بل للتقييد فوائد لا تعد ولا تحصى واعلى الفوائد ههنا انه اذا كان المشترى مثلا من من لا
يعرف فنون البيع ويقول وقت الشراء والبيع لخصمه انى غير واقف بفنون المعاملة ولا اعلم موجبات الخسران والنافع واتكلت
على دينك وفوضت امرى فى تلك المعاملة اليك وانت تعلم بمنافعى ومضارى فاعمل بى معاملة الصديقين الخائفين من الله
تعالى فلا محالة يتأثر البائع من هذا الكلام ويعامل معه معاملة المخلصين الصديقين يدفع عنه مضاره ويجلب اليه منافعه
فلهذه الفائدة قاله عليه السلام قل لاخلابة فلا يلزم الغاء الكلام وهذا الجواب مع قطع النظر عما رويناه من رواية الحاكم فانه
جواب اخر **قوله** باب فى المصراة ذهب الامام الشافعیؒ الى ظاهر الحديث وقلنا برجوع النقصان والحديث بظاهرة يخالفنا فاجيب
عنه بوجوه الاول ما اجاب صاحب نور الانوار بان راوى الحديث ابوهريرةؓ وهو غير مجتهد ورواية غير المجتهد متروك فى
مقابلة القياس وقال شيخنا مدالله ظله هذا الجواب من قبيل توجيه الكلام بما لا يرضى به قائله فان من داب الامام ابى حنيفةؒ
انه يترك القياس فى مقابلة قول الصحابى فضلا عن ان يبين حديث النبى عليه السلام كما صرح به المحققون من علمائنا الثانى
ما اجاب ابن عمرؒ بان الحديث منسوخ وناسخه قوله صلى الله عليه وسلم البيعان بالخيار مالم يتفرقا فلما حكم عليه السلام
بانقطاع الخيار الا لمن استثناه بقوله الا بيع الخيار فعلم انه لا خيار لاحد ورده الامام الطحاویؒ ان بيع المصراة داخل فى ما استثناه
عليه السلام بقوله الا بيع الخيار لان المصراة من جملة العيوب ورد المبيع بخيار العيب مشروع فى الشريعة لا يقول احد بنسخه الثالث
ما اجاب عيسى بن ابان بان حكم حديث المصراة فى وقت ما كانت العقوبات يوخذ بها الاموال كما روى عن النبى عليه السلام
فى الزكوة من ادى طائعا فله اجرها والا اخذناها منه وشطر ماله غرمة من غرمات ربنا عز وجل وكما قال فى سارق الثمرة التى
لم تحرز فانه يضرب جلدات ويغرم مثليها ثم لما نسخ الله الربو وردت الاشياء الى امثالها ان كان مثليا فمثل وان كان من ذوات
القيم فقيمة فنسخ حكم المصراة ايضا والعقوبة فيه هى ان يبقى اللبن عند المشترى ويرد الى البائع صاعا من طعام ولا ينظر الى
ان صاعا من طعام هل يساوى اللبن ام لا فلو كان اللبن زائدا من الطعام واضعافا مضاعفة فيسلم الى المشترى عقوبة
للبائع الفاعل هذا الفعل الشنيع ولم يرض ابوجعفر بهذا الجواب ايضا الرابع ما اجاب الطحاویؒ بان الحديث منسوخ ووجه النسخ
انه يخالف النصوص الصريحة من كلام الله تعالى ورسوله صلعم والقياس بل الاقيسة اما كلام الله تعالى فلقوله تعالى
فاعتدوا عليه بمثل ما اعتدى عليكم واما كلام النبى عليه السلام فقوله عليه السلام ونهيه عن بيع الدين بالدين
وفى المصراة بيع الدين بالدين ووجهه ان المشترى اذا حلب اللبن يومين اوثلثة ايام واهلكه ثم رد الشاة على بائعه ووجب
الصاع من الطعام دينا فى ذمته بدل اللبن الذى هلكه فكان دينا عليه فهذا بيع الدين بالدين وقد نهى عنه صلى الله عليه
وسلم وكذا يخالف قول صلعم الخراج بالضمان والغنم بالغرم فعلى مذهب الشافعیؒ يلزم خلاف هذه النصوص لان الشاة ولو
هلكت مثلا فى تلك الايام الثلثة لهلكت من مال المشترى وهذا بالاتفاق بينهم فلما كان الضمان والغرم على المشترى فيجب
ان يكون الخراج والغنم له عملا بالنصوص كما لو اشترى رجل عبدا واستغله ثم رده على بائعه فغلته للمشترى وكذا لو اشترى شاة واحلب لبنها اياما
ثم ردت على البائع بعيب اخر فاللبن للمشترى بلاشئ فكذا فيما نحن فيه نقول اللبن للمشترى بلاشئ وكذا يخالف قاعدة الضمان لان الضمان بالمثل
اعم من ان يكون صوريا او معنويا فصاع الطعام ليس مثلا صوريا للبن وهذا ظاهر ولا معنويا لان المثل المعنوى عبارة عن
قيمة الشئ وصاع الطعام لا يساوى قيمة اللبن على كل حال فانه لم يفرق فى الحديث ان الصاع عوض لبن يوم او يومين او عوض
لبن شاة او بقرة والمشترى قد تكون شاة وقد تكون بقرة وقد تكون ناقة والصاع لا يساوى قيمة لبن كل شاة للتفاوت بين
البانها بالقلة والكثرة فضلا ان يساوى لبن ثلثة ايام او لبن الناقة والبقرة وايضا الحديث مخالف لمذهب الشافعیؒ ايضا لان
مذهبه ان يرد صاع التمر او الشعير فقط لا غير وفى الحديث امر مطلق سوى السمراء فى رواية ابى هريرةؓ التى احتج بها وايضا
الحديث مخالف لقواعد خيار العيب يتحقق فيها ثلثة صور الاولى ان يظهر عند المشترى عيب كان عند البائع بدون ان يحدث
عند المشترى عيب يتعين الرد الثانى ان يظهر عند المشترى عيب كان عند البائع وقد حدث عيب فى يد المشترى ايضا ففى هذه
الصورة لهما خيار ان الرجوع بالنقصان اوالرد الثالث ان يزيد المشترى فى المبيع مثلا اشترى ثوبا فخاط او اصبغه ففى هذه الصورة
ان لم تراضيا على الرد فليس للبائع ان ياخذ لان امتناع الرد ههنا لحق بعد بل يتعين الرجوع بالنقصان فصورة الشاة صورة ثانية
لانه حدث عيب عند المشترى وهو اخراج اللبن عن الضرع وكان معيبا بعيب كان عند البائع فحكمها الرجوع بالنقصان اوالرد ان
تراضيا لا الرد ورد صاع من التمرة والشعير فبسبب ما ذكرناه من الوجوه تركنا حديث المصراة والله اعلم او يقال ان الحكم برد
الشاة ورد تمر او صاع شعير معها ليس قضاء ووجوبا بل تبرعا ومصالحة يعنى لما ظهر عيب عند المشترى ورد المعيبة فعليه
ان يرد معها صاعا من طعام بدل ما انتفع بلبنها لئلا يضيع مال اخيه المؤمن فلا يخالف بهذا المعنى ابوحنيفةؒ **قوله** باب فى
اشتراط ظهر الدابة عند البيع جوز احمدؒ واسحقؒ الاشتراط فى البيع نظرا الى ظاهر الحديث وقال الامام مالك ان كان المسافة يسيرا
قليلا فيجوز والا فلا وقال الامام ابوحنيفةؒ بعدم جواز الاشتراط مطلقا لانه عليه السلام نهى عن بيع وشرطين وجاء فى بعض

جامع الترمذی

وفی اٰخرہ

شمائل الترمذی

للامام العلام ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی

المحشّٰی

بالحواشی المفیدۃ القدیمۃ لمولانا المحدث احمد علی السہارنفوری

العرف الشذی

للعلامۃ المحدث الکبیر مولانا محمد انور شاہ ابن معظم شاہ الکشمیری

وبھامشہ

نفع قوت المغتذی

للعلامۃ السید علی بن السید سلیمان الدمنتی البجمعوی المغربی الشاذلی المالکی

الثواب الجلی من المسلک الذکی

لمولانا محمد اشرف علی التھانوی

وفی اوّلہ **التقریر للترمذی** لشیخ الھند

قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

بسم الله الرحمن الرحيم

جامع الترمذی

وفی اخره

شمائل الترمذی

للامام العلام ابی عیسی محمد بن عیسی بن سورة الترمذی

المحشی

بالحواشی المفیدة القدیمة لمولانا المحدث احمد علی السهارنفوری

مع

العرف الشذی

للعلامة المحدث الکبیر مولانا محمد انور شاه ابن معظم شاه الکشمیری

وبهامشه

نفع قوت المغتذی

للعلامة السید علی بن السید سلیمان الدمنتی البجمعوی المغربی الشاذلی المالکی

الثوب الحلی من المسك الذکی

لمولانا محمد اشرف علی التهانوی

وفی اوله

التقریر للترمذی

للعلامة الشهیر شیخ الهند مولانا محمود حسن بن مولانا ذو الفقار علی الدیوبندی

قدیمی کتب خانه آرام باغ کراچی

وخالف ابوحنيفة فيه الجمهور وكثيرًا من الناس من المتقدمين والمتاخرين صنفوا رسائل فی ترديد مذهبه فی هذه المسئلة ورجح مولانا شاه ولی الله المحدث دهلوی قدس سره فی رسائل مذهب الشافعیؒ من جهة الاحاديث والنصوص وكذلك قال شيخنا مد ظله يترجح مذهبه وقال الحق والانصاف ان الترجيح للشافعیؒ فی هذه المسئلة ونحن مقلدون يجب علينا تقليد امامنا ابی حنيفة والله اعلم **قوله** لا يتفرقن عن بيع الاعن تراض لا يخالفنا كما قدمنا من تقرير مذهبه يعنی ينبغی ان لا يتفرق المتعاقدان الاعن رضاء تام فان لم يرض احدهما فعلی الاخران يفسخ تبرعا واحسانا وان كان بعد انعقاد العقد وكذا قوله عليه السلام اعرابيا لا يفترا باحنيفة لانه عليه السلام اولی بالمومنين بالفضل كما جاء انا نستحق بمكارم الاخلاق **قوله** ولاخلابة ههنا مسئلتان الاولی هل العاقل البالغ الحر يحجر عليه ام لا فقلنا لا وقال الشافعیؒ بالحجر علی السفيه واستدل بحديث الباب انه عليه السلام منعه عن البيع والشراء وهذا الاستدلال لا يصح لان حجره عليه السلام عليه كان شفقة ومروة عليه وعلی ماله لما جاء اقاربه يشتكون الی النبی عليه السلام لا حكما وقضاء فلما قال لا اصبر يا رسول الله لما اجازه عليه السلام له مع انه مصرح انه عليه السلام اجازه بعد عدم صبره وللقاضی ان يصون قضائه مهما امكن لا ان يقضی ساعة و ينقض تارة و شان القضاة اعلی وارفع منه فضلا عن قضاء النبی عليه السلام والثانية انه هل ثبت بمجرد قوله لاخلابة الخيار فقال بعض اهل العلم يثبت والا لضاع التقييد به ويلغو الكلام وقال الجمهور منهم الشافعیؒ وابوحنيفة لا يثبت بمجرد هذا القول والحديث بظاهره يخالفهم فاجاب الشراح بان ثبوت الخيار بهذا القول فقط من خصوصيات ذلك الرجل والاولی فی الجواب ان يقال انه جاء فی رواية الحاكم لاخلابة ولی الخيار ثلثة ايام فثبت الخيار بهذا الكلام لا بمجرد القول ای بلاخلابة واما القول بانه لو لم يثبت الخيار بهذا الالفاظ للزم الغاء التقييد وتضييع الكلام فلا نسلمه لان فوائد التقييد ليست بمنحصرة فيما قالوا حتی يلزم من نفيه الغاء التقييد وتضييع الكلام بل للتقييد فوائد لا تعد ولا تحصی واعلی الفوائد ههنا انه اذا كان المشتری مثلا من من لا يعرف فنون البيع ويقول وقت الشراء والبيع لخصمه انی غير واقف بفنون المعاملة ولا اعلم موجبات الخسران والمنافع واتكلت علی دينك وفوضت امری فی تلك المعاملة اليك وانت تعلم بمنافعی ومضاری فاعمل بی معاملة الصديقين الخائفين من الله تعالی فلا محالة يتأثر البائع من هذا الكلام ويعامل معه معاملة المخلصين الصديقين يدفع عنه مضاره ويجلب اليه منافعه فلهذه الفائدة قال عليه السلام قل لاخلابة فلا يلزم الغاء الكلام وهذا الجواب مع قطع النظر عما روينا من رواية الحاكم فانه جواب آخر **قوله** باب فی المصراة ذهب الامام الشافعیؒ الی ظاهر الحديث وقلنا برجوع النقصان والحديث بظاهره يخالفنا فاجيب عنه بوجوه الاول ما اجاب صاحب نور الانوار بان راوی الحديث ابوهريرةؓ وهو غير مجتهد ورواية غير المجتهد متروك فی مقابلة القياس وقال شيخنا مد الله ظله هذا الجواب من قبيل توجيه الكلام بما لا يرضی به قائله فان من داب الامام ابی حنيفةؒ انه يترك القياس فی مقابلة قول الصحابی فضلا عن ان يبين حديث النبی عليه السلام كما صرح به المحققون من علمائنا الثانی ما اجاب ابن عمرؓ بان الحديث منسوخ وناسخه قوله صلی الله عليه وسلم البيعان بالخيار ما لم يتفرقا فلما حكم عليه السلام بانقطاع الخيار الا من استثناه بقوله الا بيع الخيار فعلم انه لا خيار لاحد ورده الامام الطحاویؒ ان بيع المصراة داخل فی ما استثناه عليه السلام بقوله الا بيع الخيار لان المصراة من جملة العيوب ورد المبيع بخيار العيب مشروع فی الشريعة لا يقول احد بنسخه الثالث ما اجاب عيسی بن ابان بان حكم حديث المصراة فی وقت ما كانت العقوبات يوخذ بها الاموال كما روی عن النبی عليه السلام فی الزكوٰة من ادی طائعا فله اجرها والا اخذناها منه وشطر ماله عزمة من غرمات ربنا عز وجل وكما قال فی سارق الثمرة التی لم تحرز انه يضرب جلدات ويغرم مثليها ثم لما نسخ الله الربوٰ ردت الاشياء الی امثالها ان كان مثليا فمثل وان كان من ذوات القيم فقيمة فنسخ حكم المصراة ايضًا والعقوبة فيه هی ان يبقی اللبن عند المشتری ويرد الی البائع صاعًا من طعام ولا ينظر الی ان صاعًا من طعام هل يساوی اللبن ام لا فلو كان اللبن زائدًا من الطعام واضعافًا مضاعفة فيسلم الی المشتری عقوبة للبائع الفاعل هذا الفعل الشنيع ولم يرض ابوجعفر بهذا الجواب ايضا الرابع ما اجاب الطحاویؒ بان الحديث منسوخ ووجه النسخ انه يخالف النصوص الصريحة من كلام الله تعالی ورسوله صلعم والقياس بل الاقيسة اما كلام الله تعالی فلقوله تعالی فاعتدوا عليه بمثل ما اعتدی عليكم واما كلام النبی عليه السلام فقوله عليه السلام ونهيه عن بيع الدين بالدين وفی المصراة بيع الدين بالدين ووجهه ان المشتری اذا حلب اللبن يومين او ثلثة ايام واهلكه ثم رد الشاة علی بائعه ووجب الصاع من الطعام دينا فی ذمته بدل اللبن الذی هلكه فكان دينا عليه فهذا بيع الدين بالدين وقد نهی عنه صلی الله عليه وسلم وكذا يخالف قوله صلعم الخراج بالضمان والغنم بالغرم فعلی مذهب الشافعیؒ يلزم خلاف هذه النصوص لان الشاة لو هلكت مثلا فی تلك الايام الثلثة لهلكت من مال المشتری وهذا بالاتفاق بينهم فلما كان الضمان والغرم علی المشتری فيجب ان يكون الخراج والغنم له عملًا بالنصوص كما لو اشتری رجل عبدا واستخدمه ثم رده علی بائعه فغلته للمشتری وكذا لو اشتری شاة واحلب لبنها اياما ثم ردت علی البائع بعيب آخر فاللبن للمشتری بلا شئی فكذا فيما نحن فيه نقول اللبن للمشتری بلا شئی وكذا يخالف قاعدة الضمان لان الضمان بالمثل اعم من ان يكون صوريا او معنويا فصاع الطعام ليس مثلا صوريا للبن وهذا ظاهر ولا معنويا لان المثل المعنوی عبارة عن قيمة الشئی وصاع الطعام لا يساوی قيمة اللبن علی كل حال فانه لم يفرق فی الحديث ان الصاع عوض لبن يوم او يومين او عوض لبن شاة او بقرة والمشتری قد تكون شاة وقد تكون بقرة وقد تكون ناقة والصاع لا يساوی قيمة لبن كل شاة للتفاوت بين البانها بالقلة والكثرة فضلا ان يساوی لبن ثلثة ايام او لبن الناقة والبقرة وايضًا الحديث مخالف لمذهب الشافعیؒ ۔۔۔ لان مذهبه ان يرد صاع التمر او الشعير فقط لا غير وفی الحديث امر مطلق سوی السمراء فی رواية ابی هريرةؓ التی احتج بها وايضًا الحديث مخالف لقواعد خيار العيب يتحقق فيها ثلثة صور الاولی ان يظهر عند المشتری عيب كان عند البائع بدون ان يحدث عند المشتری عيب يتعين الرد الثانی ان يظهر عند المشتری عيب كان عند البائع وقد حدث عيب فی يد المشتری ايضًا ففی هذه الصورة لهما خيار ان الرجوع بالنقصان او الرد الثالث ان يزيد المشتری فی المبيع مثلا اشتری ثوبا فخاطه او اصبغه ففی هذه الصورة ان لم تراضيا علی الرد فليس للبائع ان ياخذ لان امتناع الرد ههنا لحق بعد بل يتعين الرجوع بالنقصان فصورة الشاة صورة ثانية لانه حدث عيب عند المشتری وهو اخراج اللبن عن الضرع وكان معيبا بعيب كان عند البائع فحكمها الرجوع بالنقصان او الرد ان تراضيا لا الرد ورد صاع من التمرة والشعير فبسبب ما ذكرناه من الوجوه تركنا حديث المصراة والله اعلم او يقال ان الحكم برد الشاة ورد تمر او صاع شعير معها ليس قضاء ووجوبا بل تبرعًا ومصالحة يعنی لما ظهر عيب عند المشتری ورد المعيبة فعليه ان يرد معها صاعًا من طعام بدل ما انتفع بلبنها لئلا يضيع مال اخيه المؤمن فلا يخالف بهذا المعنی ابوحنيفة **قوله** باب فی اشتراط ظهر الدابة عند البيع جوز احمدؒ واسحٰقؒ الاشتراط فی البيع نظرا الی ظاهر الحديث وقال الامام مالكؒ ان كان المسافة يسيرا قليلا فيجوز والا فلا وقال الامام ابوحنيفة بعدم جواز الاشتراط مطلقا لانه عليه السلام نهی عن بيع وشرطين وجاء فی بعض الروايات نهيه عليه السلام عن بيع وشرط وكذا نهيه عليه السلام عن صفقة فی صفقتين والرواية الواردة فی هذا الباب متخالفة ومتعارضة ظاهرًا جمعها البخاریؒ فی مصنفه علم من بعضها ان النبی عليه السلام اباح ظهره بعد البيع وعلم من بعضها ان النبی عليه السلام اجاز علی طلب جابرؓ وعلم من بعضها الاشتراط فعين ابوحنيفة واحدة منها وتأول فی الباقيات بان جابرؓ لما اراد البيع اختلج فی صدره انی كيف اصل المدينة فقال له عليه السلام ساتبعك ظهرها او يقال ان النبی عليه السلام اعطاه عارية بعد البيع كما قال جابرؓ فی رواية افقرنی ظهرها **قوله** باب فی الانتفاع بالرهن

ترمذی ص ۲۳۴ ج ۱

باسمه تعالی

جامع الترمذي

وهو الجامع المختصر من السنن عن رسول الله صلى الله عليه وسلم
ومعرفة الصحيح والمعلول وما عليه العمل"
للامام الحافظ الحجة ابو عيسى محمد بن عيسى بن سورة بن موسى الترمذي رحمه الله م ٢٧٩ هـ

ألجزء الاول

المحشّٰى
بالحواشي المفيدة القديمة لمولانا المحدث احمد علي السهارنبوري رحمه الله
ومعه

العرف الشذي

لمولانا المحدث محمد انور شاه الكشميري رحمه الله المتوفى ١٣٥٢ هـ

وفي اوّله
التقرير للترمذي

لشيخ الهند مولانا محمود حسن رحمه الله

وفي آخره
شمائل الترمذي

وقد أضفنا بآخر الصفحة تعليقاً لتقابل نسخ الترمذي وتحقيقها واعتمدنا فيه على تحقيق
الدكتور بشار عواد معروف





اعتنى بها
الطاف اینڈ سنز، کراتشی پاکستان
للنشر و التوزيع
Fax : (92) 21 - 32512774
E-mail : altaf123@hotmail.com

٢٩ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُصَرَّاةِ

١٢٥١ - حَدَّثَنَا أبو كُرَيبٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ حَمَّادِ بنِ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بنِ زِيادٍ عَنْ أبي هُرَيرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنِ اشْتَرَى مُصَرَّاةً فَهُو بالخِيارِ إذا حَلَبَها، إنْ شاءَ رَدَّها ورَدَّ مَعَها صاعاً مِن تَمرٍ».

وفي البَابِ عَن أنَسٍ ورَجُلٍ مِن أصْحابِ النَّبيِّ ﷺ.

١٢٥٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أبو عامِرٍ، حَدَّثَنَا قُرَّةُ بنُ خالِدٍ عَن مُحَمَّدِ ابنِ سِيرينَ، عَن أبي هُرَيرَةَ عَنِ النَّبيِّ ﷺ: «مَنِ اشتَرَى مُصَرَّاةً[1] فَهُو بالخِيارِ ثَلاثةَ أيامٍ، فإنْ رَدَّها رَدَّ مَعَها صَاعاً مِن طَعامٍ لا سَمْراءَ» مَعنى لا سَمراءَ لا بُرَّ.

هَذا حَديثٌ حَسَنٌ صَحيحٌ. والعَمَلُ عَلَى هَذا الحَديثِ عِندَ أصْحابِنا. مِنهُم: الشَّافِعيُّ وأحمَدُ، وإسْحاقُ.

٣٠ - بَابُ مَا جَاءَ فِي اشتِراطِ ظَهرِ الدَّابَّةِ عِندَ البَيعِ

١٢٥٣ - حَدَّثَنَا ابنُ أبي عُمَرَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَن زَكَرِيَّا، عَنِ الشَّعبيِّ، عَن جابِرِ بنِ عَبدِ اللهِ أنَّهُ باعَ مِنَ النَّبيِّ ﷺ بَعيراً، واشتَرَطَ ظَهرَهُ إلَى أهلِهِ[2].

---

(١) **قوله:** "من اشترى مُصرّاةً" التصرية هو حبس اللبن فى ضروع الإبل والغنم لتباع كذلك، ويغترّ بهما المشترى، والمصرّاة هى التى تفعل بها ذلك وهى المحفلة.

(٢) **قوله:** "واشترط ظهره إلى أهله" تمسّك به أحمد على جواز بيع الدابّة باشتراط البائع لنفسه ركوبها، وقال مالك: يجوز إذا كانت المسافة قريبةً، وكذلك كان فى قصة جابر، وقال أبو حنيفة والشافعي: لا يجوز مطلقًا للحديث الوارد فى النهى عن بيع وشرط، والجواب عن حديث جابر: أنه لم يكن الشرط فى صلب العقد كما فى رواية، قال جابر: بعت من النبى صلّى الله عليه وسلم وأفقر لى ظهره إلى المدينة،

باب ما جاء في المصرّاة

قال الشافعي وأحمد ومالك وأبو يوسف: إن في المصراة يجوز رد المبيع وصاع تمر، بدل اللبن، وعن أبي يوسف روايتان تحت وفاقه إياهم بأنه إما أن يرد المبيع وقيمة اللبن وإما أن يرده وصاع تمر، إحدى الروايتين في شرح أبي داود ومعالم السنن للخطابي، وثانيتهما في شرح مختصر الطحاوي للإسبيجابي، وقال أبو حنيفة: لا يجوز الرد، وأول من أجاب الطحاوي فعارض الحديث وأتى بحديث الخراج بالضمان وسنده قوي، أقول: إن هذا الجواب ليس بذاك القوي فإن في مسألة خيار العيب ثمانية أقسام، فإن الزيادة إما متولدة من المبيع أو غير متولدة، ثم إما منفصلة أو متصلة، وكلها إما قبل القبض أو بعده، وأما مصداق حديث « الخراج بالضمان » عندنا فهي الزيادة غير المتولدة، وأما ما نحن فيه فالزيادة منفصلة متولدة فلا يجدي في الجواب. واتبع المتأخرون الطحاوي وأما الزيادة المتولدة المنفصلة أو عكس هذه الصورة فلا يرد البيع فيهما، وفيما نحن فيه من الصورة الأولى، فأقول: إن المذكور في عامة كتبنا هو حكم القضاء وأما ديانة فالرد واجب فيحمل الحديث على الديانة والحكم يكون وجوباً، وأما حكم الرد ديانة فمذكور في الوجيز والتهذيب والحاوي القدسي، وجمعت هذا المضمون في البيتين:

بزيادة المنـــفصل المتولـــد أو عكسه متعيب لم يردد

ثم في التهذيب والوجيز والحاوي الجواز بالتراضي يحتمل فصار الخلاف في أنه حكم قضاءٍ أو ديانةٍ، والفرق في الديانة والقضاء عند الشافعية أيضاً، فإن في الصحيحين أن زوجة أبي سفيان استغاثت عنده عليه الصلاة والسلام بأنه لا يعطيني النفقة وأنه رجل شحيح، فأمره النبي - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أن تأخذ من ماله قدر نفقتها ونفقة العيال، فقال بعض الشافعية: أمْرُه عليه الصلاة والسلام فتوى، وقال بعضهم: إنه حكم القضاء.

وأما وجه ما ادعيت من وجوب الرد ديانة فما في الفتح أن الفسخ في الغرر الفعلي واجب، وحمل مولانا الحديث على الاستحباب على أن الإقالة مستحبة إذا ندم أحدهما.

وأما ما ذكر صاحب المنار وغيره من أن حديث المصراة يرويه أبو هريرة وهو غير فقيه، ورواية الذي ليس بفقيه غير معتبر إذا كانت خلاف القياس، والقياس يقتضي الفرق بين اللبن القليل والكثير، ولبن الناقة أو الشاة أو البقرة وغيرها من الأقيسة، فأقول: إن مثل هذا قابل الإسقاط من الكتب فإنه لا يقول به عالم وأيضاً هذه الضابطة لم ترو عن أبي حنيفة وأبي يوسف ومحمد، ولكنها منسوبة إلى عيسى بن أبان، وذلك صنف كتاباً في بيع المصراة فذكر فيه كلاماً وزعمه الناس ضابطة فلا يقبل نسبتها إلى عيسى بن أبان أيضاً.

حكي أنه وقع مناظرة بين حنفي وشافعي في مسجد رصافة في بغداد في مسألة المصراة، فقال الحنفي: لم يكن أبو هريرة قابل الاجتهاد و لم يكن فقيهاً إذ سقطت عليه حية سوداء، فكان الحنفي يعدو لا تدعه الحية، فقيل له: استغفر من قولك، فاستغفر فتركته الحية، والله أعلم.

باب ما جاء في اشتراط ظهر الدابة

الشرط المفسد غير متحمل عند الثلاثة ومتحمل عند أحمد إذا كان واحدًا، وفي الهداية أن الشرط الذي فيه نفع أحد المتعاقدين أو المبيع

مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

جَامِعُ التِّرْمِذِيّ

خليله

وفي آخره

شَمَائِلُ التِّرْمِذِيّ

لِلْإِمَامِ الْعَلَّامِ أَبِي عِيسَى مُحَمَّدِ بْنِ عِيسَى بْنِ سَوْرَةَ التِّرْمِذِيّ

المحشى

بِالْحَوَاشِي الْمُفِيدَةِ الْقَدِيمَةِ لِمَوْلَانَا الْمُحَدِّثِ أَحْمَد عَلِي السَّهَارَنْفُورِي

مع

الْعَرْفُ الشَّذِيّ

لِلْعَلَّامَةِ الْمُحَدِّثِ الْكَبِيرِ مَوْلَانَا مُحَمَّد أَنْوَر شَاه ابْنِ مُعَظَّم شَاه الْكَشْمِيرِي

وبهامشه

نَفْعُ قُوتِ الْمُغْتَذِي

لِلْعَلَّامَةِ السَّيِّدِ عَلِيِّ بْنِ السَّيِّدِ سُلَيْمَانَ الدَّمْنَتِي الْبَجَمْعَوِي الْمَغْرِبِي الشَّاذِلِي الْمَالِكِي

وفي أوله

التَّقْرِيرُ لِلتِّرْمِذِي

لِلْعَلَّامَةِ الشَّهِيرِ شَيْخِ الْهِنْدِ مَوْلَانَا مَحْمُود حَسَن بْن مَوْلَانَا ذُو الْفِقَار عَلِي الدِّيُوبَنْدِي



مکتبہ رحمانیہ

اقرأ سنٹر۔ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

ما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا

جامع الترمذي

وفي آخره

شمائل الترمذي

للإمام العلام أبي عيسى محمد بن عيسى بن سورة الترمذي

المحشى

بالحواشي المفيدة القديمة لمولانا المحدث أحمد علي السهارنفوري

مع

العرف الشذي

للعلامة المحدث الكبير مولانا محمد أنور شاه ابن معظم شاه الكشميري

وبهامشه

نفع قوت المغتذي

للعلامة السيد علي بن السيد سليمان الدمنتي البجمعوي المغربي الشاذلي المالكي

وفي أوله

التقرير للترمذي

للعلامة الشهير شيخ الهند مولانا محمود حسن بن مولانا ذو الفقار علي الديوبندي

مكتبہ رحمانیہ

اقرأ سنٹر۔ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار لاہور

كان الفرقة بالكلام ولم يكن له خيار بعد البيع لم يكن لهذا الحديث معنى حيث قال ولا يحل له ان يفارقه خشية ان يستقيله **باب** ۸۴۲ **حدثنا** ۱۲۱۰ نصر بن على ثنا
ابو احمد ثنا يحيى بن ايوب قال سمعت ابا زرعة بن عمرو يحدث **عن** ابى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم قال لا يتفرقن عن بيع الا عن تراض هذا حديث غريب
حدثنا ۱۲۱۱ عمرو بن حفص الشيبانى ثنا ابن وهب عن ابن جريج عن ابى الزبير **عن** جابر ان النبى صلى الله عليه وسلم خير اعرابيا بعد البيع وهذا حديث حسن غريب
باب ۸۴۳ ما جاء فيمن يخدع فى البيع **حدثنا** ۱۲۱۲ يوسف ابن حماد البصرى ثنا عبد الاعلى بن عبد الاعلى عن سعيد عن قتادة **عن** انس ان رجلا كان فى عقدته
ضعف وكان يبايع وان اهله اتوا النبى صلى الله عليه وسلم فقالوا يا رسول الله احجر عليه فدعاه رسول الله صلى الله عليه وسلم فنهاه فقال يا رسول الله انى لا اصبر عن البيع فقال اذا
بايعت فقل هاء وهاء ولا خلابة **وفى** الباب عن ابن عمر حديث انس حديث حسن صحيح غريب **والعمل** على هذا الحديث عند بعض اهل العلم وقالوا الحجر على الرجل
الحر فى البيع والشراء اذا كان ضعيف العقل وهو قول احمد واسحق ولم ير بعضهم ان يحجر على الحر البالغ **باب** ۸۴۴ ما جاء فى المصراة **حدثنا** ۱۲۱۳ ابو كريب ثنا وكيع عن حماد
بن سلمة عن محمد بن زياد **عن** ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اشترى مصراة فهو بالخيار اذا حلبها ان شاء ردها ورد معها صاعا من تمر **وفى** الباب
عن انس ورجل من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم **حدثنا** ۱۲۱۴ محمد بن بشار ثنا ابو عامر ثنا قرة بن خالد عن محمد بن سيرين **عن** ابى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم من اشترى
مصراة فهو بالخيار ثلثة ايام فان ردها رد معها صاعا من طعام لا سمراء معنى لا سمراء لا بر هذا حديث حسن صحيح **والعمل** على هذا الحديث عند اصحابنا منهم الشافعى و
احمد واسحق **باب** ۸۴۵ ما جاء فى اشتراط ظهر الدابة عند البيع **حدثنا** ۱۲۱۵ ابن ابى عمر ثنا وكيع عن زكريا عن الشعبى **عن** جابر بن عبد الله انه باع من النبى صلى الله عليه وسلم

المدينة فقال مالك بن انس حديث الباب ليس عليه عملنا فعارضه ابن ابى ذئب فقال مالك اخرج عنى فقال ناقل القصة ان مالكا لم يحمد على ذلك ذكره المواكب فى كتبهم وبعد الليتيا والتى الالطف شرح ابى يوسف **قوله** لا ارا لما تفرقتما الخ تمسك الشافعية بهذا واصل قصتهما ما ذكر الطحاوى بانهما كانا فى السفينة فتبايعا اول الليل ثم عند الفجر اراد احدهما الفسخ فاذن ادعا انهما لم يتحركا عن مجلسهما ادعاء بعيد وذكر البيهقى فى السنن الكبرى ان ابن عيينة بلغ كوفة وروى حديث الباب فبلغ الخبر ابا حنيفة فقال ابو حنيفة ليس بشئ ارأيت اذا كانا فى السفينة فقال رجل ان الله يسأل ابا حنيفة اقول ما اراد ابو حنيفة معارضة الحديث بقياسه والعياذ بالله بل مراده ان شرح الحديث مثل ما قال ابو يوسف او غيره **قوله** ولا يحل له ان يفارق الخ قال الشافعية ان هذا يفيدنا. وقال الحنفية ان لفظ خشية ان يستقيله يفيدنا فان الاقالة لا يكون الا بعد صحة العقد وطلب الاقالة من سين الاستفعال يدل على ان المشترى او البائع ليس بمستبد فان المستقبل لابد من ان يقول لمتابعه اقلنى فيصدق الاستقالة فى هذا وان كان الفسخ بخيرته عه وايضا قوله ولا يحل له ان يفارقه ليس تغيير الما قبل بل جملة مستقلة **وليعلم** ان الاقالة عندنا ايضا مستحبة عند ندم احدهما ومسئلة اخرى لنا وهى ان الرجل اذا باع او اشترى ثم لقى الآخر بعد مدة طويلة فقال له انت بالخيار ففى هذا يكون خيارا قبل تفرق الابدان ومفتقرا على المجلس ولكن هذه المسئلة بعد العقد واما اذا قال هذا القول فى صلب العقد يصير مفسد البيع واذا قال بعد الفراغ ففى مختلفة بين صاحب البحر وابن همام ولكن ظاهر الحديث على الخيار من جانب الشارع وفيما ذكرت التخيير من جانب المكلف. **قوله** خير اعرابيا الخ تمسك به المجازون اقول تفصيل الحديث انه عليه السلام اشترى الابل ثم قال له عليه السلام عليك ان تدبر فى صفقتك ان اردت استرجع ثم بلغ الاعرابى بعد مدة طويلة عنده عليه السلام فقال هل عرفتنى يا رسول الله قال رسول الله صلى الله عليه وسلم نعم فاقول ان قوله عليه السلام كان من مروته ومصداق خلقه العظيم لا انه حق شرعى **باب** من يخدع فى البيع اسم هذا الرجل حبان ابن منقذ قال ابو حنيفة لا حجر الا على ثلثة وعند صاحبيه على خمسة وهو قول الصاحبين. **قوله** فنهاه الخ اى نهى عن البيع لا انه حجره. واعلم ان الحجر انما يكون من الاقوال لا فى الافعال. **قوله** لا خلابة الخ قيل انه ليس عليه حكم شرعى بل كان يقول عند البيع لان الناس كانوا متدينين وقيل انه مدار الحكم الشرعى ويكون لهذا الرجل خاصة ان رد البيع ان لم يرض وهذا مختار الشافعى واشار اليه محمد فى موطاه وفى مستدرك الحاكم زيادة لا خلابة ولى الخيار ثلثة ايام الخ فاذن يكون هذا خيار الشرط. (**فائدة**) اخرج مسلم حديث حبان بن منقذ وفيه ان فى لسانه كانت لكنة فدل على ان المدار على المقاصد وان كانت الالفاظ قاصرة قصور شئ **باب** ما جاء فى المصراة قال الشافعى واحمد ومالك وابو يوسف ان فى المصراة يجوز رد المبيع وصاع تمر بدل اللبن وعن ابى يوسف روايتان تحت دفاقه اياهم بانه اما ان يرد المبيع وقيمة اللبن واما ان يرده وصاع تمر احدى الروايتين فى شرح ابى داؤد ومعالم السنن للخطابى وثانيتهما فى شرح مختصر الطحاوى للاسبيجابى وقال ابو حنيفة لا يجوز الرد و اول من اجاب الطحاوى فعارض الحديث واتى بحديث الخراج بالضمان وسنده قوى اقول ان هذا الجواب ليس بذاك القوى فان فى مسئلة خيار العيب ثمانية اقسام فان الزيادة اما متولدة من المبيع او غير متولدة ثم اما منفصلة او متصلة وكلها اما قبل القبض او بعده واما مصداق حديث الخراج بالضمان عندنا ففى الزيادة غير المتولدة واما ما نحن فيه فالزيادة منفصلة متولدة فلا يجدى فى الجواب واتبع المتاخرون الطحاوى واما الزيادة المتولدة المنفصلة او عكس هذه الصورة فلا يرد المبيع فيهما وفيما نحن فيه من الصورة الاولى فاقول ان المذكور فى عامة كتبنا هو حكم القضاء واما ديانة فالرد واجب فيحمل الحديث على الديانة والحكم يكون وجوبا واما حكم الرد ديانة فمذكور فى الوجيز والتهذيب والحاوى القدسى وجمعت هذا المضمون فى البيتين عه بزيادة المنفصل المتولد، او عكسه متعيب لم يردد: ثم فى التهذيب والوجيز والحاوى الجواز بالتراضى يحل فصار الخلاف فى انه حكم قضاء او ديانة والفرق فى الديانة والقضاء عند الشافعية ايضا فان فى الصحيحين ان زوجة ابى سفيان استغاثت عنده عليه السلام بانه لا يعطينى النفقة وانه رجل شحيح فامره النبى صلى الله عليه وسلم ان تاخذ من ماله قدر نفقتها ونفقة العيال فقال بعض الشافعية امره عليه السلام فتوى وقال بعضهم انه حكم القضاء واما وجه ما ادعيت من وجوب الرد ديانة فما فى الفتح ان الفسخ فى الغرر الفعلى واجب وحمل مولانا الحديث على الاستحباب على ان الاقالة مستحبة اذا ندم احدهما واما ما ذكر صاحب المنار وغيره من ان حديث المصراة يرويه ابو هريرة وهو غير فقيه ورواية الذى ليس بفقيه غير معتبر اذا كانت خلاف القياس والقياس يقتضى بالفرق بين اللبن القليل والكثير ولبن الناقة او الشاة او البقرة وغيرها من الاقيسة فاقول ان مثل هذا قابل الاسقاط من الكتب فانه لا يقول به عالم وايضا هذه الضابطة لم تروعن ابى حنيفة وابى يوسف ومحمد ولكنها منسوبة الى عيسى بن ابان وذلك صنف كتابا فى بيع المصراة فذكر فيه كلاما وزعم الناس ضابطة فلا يقبل نسبتها الى عيسى بن ابان ايضا حكى انه وقع مناظرة بين حنفى وشافعى فى مسجد رصافة فى بغداد فى مسئلة المصراة فقال الحنفى لم يكن ابو هريرة قابل الاجتهاد ولم يكن فقيها اذا سقطت عليه حية سوداء فكان الحنفى يعدو ولا تدعه الحية فقيل له استغفر من قولك فاستغفر فتركته الحية والله اعلم **باب** ما جاء فى اشتراط ظهر الدابة. الشرط المفسد غير متحمل عند الثلثة ومتحمل عند احمد اذا كان واحدا وفى الهداية ان الشرط الذى فيه نفع احد المتعاقدين او المبيع وهو من اهل الاستحقاق غير جائز وواقعة الباب واقعة ليلة البعير واكثرهم الى انها فى غزوة ذات الرقاع وفى السير انها فى السنة

عه وحمل الطحاوى هذه القطعة على الاقالة فانها لابد فيها من ان يخاطب من يستقيله فامر الشريعة ان لا يغيب الرجل عنه خشية ان يستقيله ۱۲ عه سيما اذا كان الحديث مرويا عن ابن مسعود ايضا الذى اصل الفقه الحنفى ۱۲

لـه **قوله** قال محمد نرى ان هذا كان لذلك الرجل خاصة قال النووى واختلف العلماء فى هذا الحديث فجعله بعضهم خاصا فى حقه وانه الاخيار بغبن لغيره وعليه ابو حنيفة والشافعى وقيل للمغبون الخيار لهذا الحديث بشرط ان يبلغ الغبن ثلث القيمة ۱۲ موطا وشرحه للقارى

سـه **قوله** من اشترى مصراة التصرية هو جنس بين فى ضروع الابل والغنم لتباع كذلك وليغتر بها المشترى والمصراة هى التى تفعل بها ذلك وهى المحفلة ۱۲ **قوت المغتذى**

(ان رجلا كان فى عقدته ضعف) اى ضعف عقله وهو حبان بن منقذ او ابو منقذ بن عمرو (فقل ها ولا خلابة) قال حق روى ها بمده وقصره لے لا آخذ العطاء والخلابة بسقط خاء فلام فموحدة كتجارة الخديعة

جامع الترمذی

وفی آخرہ

شمائل الترمذی

للامام العلام ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی

المحشّٰی

بالحواشی المفیدۃ القدیمۃ لمولانا المحدث احمد علی السہارنفوری

العرف الشذی

للعلامۃ المحدث الکبیر مولانا محمد انور شاہ ابن معظم شاہ الکشمیری

وبهامشه

نفع قوت المغتذی

للعلامۃ السید علی بن السید سلیمان الدمنتی البجمعوی المغربی الشاذلی المالکی

الثواب الجلی من المسلک الذکی

لمولانا محمد اشرف علی التھانوی

وفی اوّلہ **التقریر للترمذی** لشیخ الهند

قدیمی کتب خانہ
آرام باغ کراچی

بسم الله الرحمن الرحيم

جامع الترمذي

وفي اخره

شمائل الترمذي

للامام العلام ابي عيسى محمد بن عيسى بن سورة الترمذي

المحشى

بالحواشي المفيدة القديمة لمولانا المحدث احمد على السهارنفوري

مع

العرف الشذي

للعلامة المحدث الكبير مولانا محمد انور شاه ابن معظم شاه الكشميري

وبهامشه

نفع قوت المغتذي

للعلامة السيد على بن السيد سليمان الدمنتي البجمعوي المغربي الشاذلي المالكي

الثواب الجلي من المسك الذكي

لمولانا محمد اشرف على التهانوي

وفي اوله

التقرير للترمذي

للعلامة الشهير شيخ الهند مولانا محمود حسن بن مولانا ذو الفقار على الديوبندي

قديمي كتب خانه آرام باغ كراچي

قد رُوی من غیر وجه عن جابر والعمل علی هذا عند بعض اهل العلم من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم وغیرهم یرون الشرط جائزًا فی البیع اذا کان شرطًا واحدًا و
هو قول احمد واسحٰق وقال بعض اهل العلم لا یجوز الشرط فی البیع ولا یتمّ البیع اذا کان فیه شرط **باب الانتفاع بالرهن** حدثنا ابو کُریب یوسف بن عیسٰی قالا ثنا وکیع
اى الابل التى يحمل عليها وبركب ۱۲
عن زکریا عن عامر عن ابی هُرَیرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الظَّهرُ یُرکب اذا کان مرهونًا ولبن الدَّرِّ یشرب اذا کان مرهونًا وعلی الَّذی یرکب ویشرب

حدیث الباب من لفظ ید ابید فمراده التعیین لما فی مسلم عینا بعین، واما النقدان فلا تعین فیهما الا بالقبض بالبراجم فی المجلس، واما قبض راس المال فی السلم فایضا ضروری عندنا لکنه لا یجب فی مجلس العقد بل قبل تفرق الابدان. **قوله** قول مالک بن الخ لعل قوله فی السلت یا لحنطة لانی الحنطة بالحنطة فانه کیف یقول خلاف الحدیث الصریح. **باب بیع الصرف** ـ ما یکون فیه الثمن والمبیع النقدان ویجب القبض من الطرفین باجماع الامة ونسب الی ابن عباس انه کان یقول بجواز التفاضل فی الربویة وتمسک بحدیث البخاری لا ربوا الا فی النسئة. وقال الجمهور ان معناه لا ربوا الذی یخرب البلاد ای اشد الربوا الا فی النسئة فان الربوا متفاضلا نادر لا نه لم ثم روی ان ابن عباس رجع عن مختاره حین بلغه اجماع الامة واستغفر الله تعالٰے. واعلم ان العبرة فی بیع الصرف للوزن لا للضرب فلا یوخذ غیر المضروب بما هو اقل منه مضروبا. **قوله** الورق بالورق ربوا الخ لفظ ربوا بالالف والواوُ فی الکتابة وبالتنوین علی البار فی القراءة واما وجه کتابة الواو فلان فی مثل الزکوٰة والربوا والصلوٰة لغة صَلَوٰةٌ زَکَوٰةٌ ورِبَوٰا بالواو السکونة للجهولة فی عرف العجم قراءة. **قوله** فابیع بالدنانیر الخ. ای التصرف فی الثمن قبل القبض وهذا جائز عندنا واما التصرف فی المبیع قبل القبض ففی غیر المنقول جائز عند الشیخین لا عنده ولکن التمیز بین المبیع والثمن متعذر سیما فی الصرف والمبیع المقایضة وانی قد جمعت جزئیات من کتب الفقه ونظمتها ومنه هذین الشعرین مرابحة ـــ تعرف المثلی صاح ثمنا بمدخول باء وکذا معینا ÷ وهو فی النقد بیع فاعتنی ÷ کغیر مدخول ولا معین ÷ وذکرها الفقهاء ان الثمن مدخول الباء ولکن هذه الضابطة لا تجدی ولزومها من العوام متعذر واما الضابطة التی نظمتها فی الاشعار فاخذتها من مرابحة رد المحتار وغیرها **قوله** هاء الخ اسم فعل بمعنی خذ. **باب** ابتیاع النخل بعد التابیر والعبد وله مال. قال الشافعی ان الثمرة قبل التابیر للمشتری وبعده للبائع فعمل بالمفهوم والمنطوق وقال ابوحنیفة ان الثمرة للبائع فی الحالین الا اذا صرح المشتری بانها لی واجاب اکثر الاحناف بان المفهوم عندنا غیر معتبر ولکن هذا الجواب لا یعلق بالقلب واما قول انها اذا کانت للبائع بعد التابیر یکن له قبل التابیر بالاولی فلا احد ان یمنعه بان البائع عمل فی الثمرة اذا کان البیع بعد التابیر واما فی صورة البیع قبل التابیر فلم یعمل لشیٔ وتصدی العینی الی المعارضة. اقول ان معارضة الخاص بالعام لا یقبله الذوق السلیم والصحیح فی الجواب من جانب ابی حنیفة ما ذکر الطیبی وابو عمر فی التمهید بان التابیر کنایة عن ظهور الثمرة فمفهومه ان یکون الثمرة قبل الظهور للمشتری ای فی عام البیع وبعد هذا العام فلا یذهب الوهم الی نزاع وهکذا مذهب ابی حنیفة فصار الحدیث لطیفا علی مذهبنا ایضا. **باب البیعان بالخیار ما لم یتفرقا.** قال مالک وابوحنیفة لیس خیار المجلس اذا انعقد البیع قال الشافعی واحمد بخیار المجلس. **قوله** ما لم یتفرقا او یختارا الخ. او اما عاطفة او بمعنی الا ان او الی ان فاذا کانت عاطفة یعطف علی یتفرقا تحت النفی واذا کانت بمعنی الی ان او الا ای یکون استثناءً او غایة وفی یختار تفاسیر احدها ما قال الشافعیة ان یقول احد المتبایعان اختر اختر قبل ختم المجلس لختم الخیار فلا یمتد الخیار الی آخر المجلس وثانیها خیار الشرط وخیار الشرط عندنا ایضا معتبر وهذا الی ثلثة ایام عند ابی حنیفة ولا تحدید عند الصاحبین واما قول البیعان بالخیار ما لم یتفرقا فقال الشافعی واحمد انه خیار المجلس واما شرح ابی یوسف فهو ان التفرق هو تفرق الابدان کما قال الشافعی واحمد والغرض من الحدیث ان المجلس جامع المتفرقات فیضم القبول بالایجاب ویکون المراد ان المشتری له ان یقبل او لا یقبل وللبائع قبل القبول ان یرجع عن ایجابه فالاختیار هو هذا ما ذکره الطحاوی وشرح محمد کما فی موطاه ص ۳۴۰ قال ما لم یتفرقا من منطق البیع ثم فی شرح قول محمد اقوال احدها ان التفرق اقوالا هو الفراغ عن الایجاب والقبول فاذن لا خیار وان کان المجلس باقیا وهذا احسن فانه یکون من حیث اللفظ والاعلی تفرق الابدان ومن حیث الحکم مراده تفرق الاقوال ای تفرق الابدان کنایة عن تفرق الاقوال ای الفراغ عن الایجاب والقبول والوجه ان فی الفراغ عن الایجاب والقبول تمکن تفرق الابدان والشرح الثانی لقول محمد شرح ابن همام والارجح فی شرح قول الهدایة ما قال ملا الهداد الجونپوری وقال الشافعیة ان شرحنا راجح علی شرح محمد فان التفرق من التفعل یکون فی الابدان والافتراق من الافتعال یکون فی الاقوال اقول ان فی شرح ابی یوسف واحد شرحی محمد لتفرق الابدان وایضا یاتی التفرق فی الاقوال کما فی احد لفظی حدیث ستفرق امتی الی بضع وسبعین فرقة فان فی لفظ منه من الافتعال وفی لفظ من التفعل ولیس فیه الا تفرق الاقوال وفی القرآن العزیز الا ان یتفرقا فی تفرق الاقوال والاحسن شرح ابی یوسف وهو الطف وقال فاضل حنفی ان شرح هو بعین ما قال الشافعیة ویکون الخیار خیار استحبابا لا وجوبا واختاره مولانا قدس سره اقول یؤیده ما فی ابن ماجة والبخاری لفظ او یقول اختر ثلثا وحمله الشافعیة ایضا علی الاستحباب فان التثلیث عندهم لیس بضروری وقول ذلک الفاضل لیس بمخالف لمسائل الاحناف فان فی اقالة الهدایة استحباب الاقالة فی کل وقت ان ندم احدهما وقال بعض الشافعیة ان ابن عمرؓ راوی المرفوع وفعله موافق لمذهبنا واما شرح ذلک الفاضل فنقله الحافظ ولم یرض به ولکنه لم یرده ایضا اقول ان مذهب الشافعیة ان العبرة لما روی لا لما رأی فکیف یستدل عندهم بفعل ابن عمرؓ وایضا اقول ان فعل ابن عمر ترک الواجب عندهم وترک المستحب عندنا فان مذهبهم ان لا یقوم من المجلس خشیة ان یستقیله وهذا الحق لازم عندنا وهذا الحق مستحب فاذن الاقرب هو قولنا اولهم حکی انه وقع المناظرة فی المسئلة بین مالک وابن ابی ذئب فقیه المدینة فقال مالک بن انس حدیث الباب لیس علیه عملنا فعارضه ابن ابی ذئب فقال مالک اخرج عنی فقال ناقل القصة ان مالکا لم یحمد علی ذلک ذکره الموالک فی کتبهم وبعد اللتیا والتی الالطف شرح ابی یوسف **قوله** لا اراکما تفرقتما الخ تمسک الشافعیة بهذا واصل قصتهما ما ذکر الطحاوی بانهما کانا فی السفینة فتبایعا اول اللیل ثم عند الفجر اراد احدهما الفسخ فاذن ادعاء انهما لم یتحرکا عن مجلسهما ادعاء بعید وذکر البیهقی فی السنن الکبری ان ابن عیینة بلغ کوفة وروی حدیث الباب فبلغ الخبر ابا حنیفة فقال ابو حنیفة لیس لشیٔ ارأیت اذا کانا فی السفینة فقال رجل ان الله یسأل ابا حنیفة اقول ما اراد ابوحنیفة معارضة الحدیث بقیاسه والعیاذ بالله بل مراده ان شرح الحدیث مثل ما قال ابو یوسف او غیره. **قوله** ولا یحل له ان یفارق الخ قال الشافعیة ان هذا یفیدنا. وقال الحنفیة ان لفظ خشیة ان یستقیله یفیدنا فان الاقالة لا یکون الا بعد صحة العقد وطلب الاقالة من سین الاستقعال یدل علی ان المشتری او البائع لیس بمستبد فان المستقبل لا بد من ان یقول لمتبایعه اقلنی فیصدق الاستقالة فی هذا وان کان الفسخ بخیرته وایضا قوله ولا یحل له ان یفارقه الخ لیس تفسیرا لما قبله بل جملة مستقلة. ولیعلم ان الاقالة عندنا ایضا مستحبة عند ندم احدهما ومسئلة اخری لنا وهی ان الرجل اذا باع او اشتری ثم لقی الآخر بعد مدة طویلة فقال له انت بالخیار ففی هذا یکون خیار قبل تفرق الابدان ومفتقرا علی المجلس ولکن هذه المسئلة بعد العقد واما اذا قال هذا القول فی صلب العقد یصیر مفسد البیع واذا قال بعد الفراغ فهی مختلفة بین صاحب البحر وابن همام ولکن ظاهر الحدیث علی الخیار من جانب الشارع وفیما ذکرت التخییر من جانب المکلف. **قوله** خیر اعرابیا الخ تمسک به الحجازیون اقول تفصیل الحدیث انه علیه السلام اشتری الابل ثم قال له علیه السلام علیک ان تدبر فی صفقتک ان اردت استرجع ثم بلغ الاعرابی بعد مدة طویلة عنده علیه السلام فقال هل عرفتنی یا رسول الله قال رسول الله صلی الله علیه وسلم نعم فاقول ان قوله علیه السلام کان من مروته ومصداق خلقه العظیم لا انه حق شرعی.
باب من یخدع فی البیع. اسم هذا الرجل حبان بن منقذ قال ابوحنیفة لا حجر الا علی ثلثة وعند صاحبیه علی خمسة وهو قول الصاحبین. **قوله** فنهاه الخ ای نهی عن البیع لانه حجره. واعلم ان الحجر انما یکون من الاقوال لا فی الافعال. **قوله** لا خلابة الخ قیل انه لیس علیه حکم شرعی بل کان یقول عند البیع لان الناس کانوا متدینین وقیل انه مدار الحکم الشرعی ویکون لهذا الرجل خاصة ان رد البیع ان لم یرض وهذا مختار الشافعی واشار الیه محمد فی موطاه وفی مستدرک الحاکم زیادة لا خلابة ولی الخیار ثلثة ایام الخ فاذن یکون هذا خیار الشرط (فائدة) اخرج مسلم حدیث حبان بن منقذ وفیه ان فی لسانه کانت لکنة فدل علی ان المدار علی المقاصد وان کانت الالفاظ قاصرة قصور شیٔ. **باب ما جاء فی المصراة** الخ قال الشافعی واحمد ومالک وابو یوسف ان فی المصراة یجوز رد المبیع وصاع تمر بدل اللبن وعن ابی یوسف روایتان تحت وفاقهم ایاهم بانه اما ان یرد المبیع وقیمة اللبن واما ان یرده وصاع تمر احدی الروایتین فی شرح ابی داود ومعالم السنن للخطابی وثانیتهما فی شرح مختصر الطحاوی للاسبیجابی وقال ابوحنیفة لا یجوز الرد واول من اجاب الطحاوی فعارض الحدیث واتی بحدیث الخراج بالضمان وسنده قوی اقول ان هذا الجواب لیس بذاک القوی فان فی مسئلة خیار العیب ثمانیة اقسام فان الزیادة اما متولدة من المبیع او غیر متولدة ثم اما منفصلة او متصلة وکلها اما قبل القبض او بعده واما مصداق حدیث الخراج بالضمان عندنا فهی الزیادة غیر المتولدة واما ما نحن فیه فالزیادة منفصلة متولدة فلا یجدی فی الجواب واتبع المتأخرون الطحاوی واما الزیادة المتولدة المنفصلة او عکس هذه الصورة فلا یرد البیع فیها وفیما نحن فیه من الصورة الاولی فاقول ان المذکور فی عامة کتبنا هو حکم

لہ قوله وعلی الذی یرکب ای سواء کان راهنا او مرتهنا وهذا الحدیث یدل علی ان للمرتهن ان ینتفع بالرهن وینفق علیه والجمهور علی خلافه وقالوا هذا الحدیث منسوخ بحدیث لا یغلق الرهن الرهن من صاحبه الذی رهنه وعلیه غرمه رواه الشافعی کذا فی اللمعات ۱۲ ع وحمل الطحاوی هذه القطعة علی الاقالة فانها لا بد فیها من ان یخاطب من یستقیل فامر الشریعة ان لا یغیب الرجل عنه خشیة ان یستقیله ۱۲ (التواب الحلی) سه قلت اذا لم یکن مشروطا او معروفا ۞ ۞

۳۶

نفقته هذا حدیث حسن صحیح لانعرفه مرفوعا الا من حدیث عامر الشعبی عن ابی هریرة وقد روی غیر واحد هذا الحدیث عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی هریرة موقوفاً والعمل علی هذا عند بعض اهل العلم وهو قول احمد و اسحٰق وقال بعض اهل العلم لیس له ان ینتفع من الرهن بشیٔ **باب ماجاء فی شراء القلادة وفیها ذهب وخرز حدثنا** قتیبة ثنا اللیث عن ابی شجاع سعید بن یزید عن خالد بن ابی عمران عن حنش الصنعانی **عن** فضالة بن عبید قال اشتریت یوم خیبر قلادة باثنی عشر دینارا فیها ذهب و خرز ففصّلتها فوجدت فیها اکثر من اثنی عشر دینارا فذکرت ذلک للنبی صلی الله علیه وسلم فقال لاتباع حتی تفصّل **حدثنا** قتیبة ثنا ابن المبارک عن ابی شجاع سعید بن یزید بهذا الاسناد نحوه هذا حدیث حسن صحیح والعمل علی هذا عند بعض اهل العلم من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم وغیرهم لم یروا ان یباع سیف محلّی او منطقة مفضّضة او مثل هذا بدراهم حتی یمیّز و یفصّل وهو قول ابن المبارک والشافعی واحمد و اسحٰق وقد رخص بعض اهل العلم فی ذلک من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم وغیرهم **باب ما جاء فی اشتراط الولاء والزجر عن ذلک حدثنا** محمد بن بشار ثنا عبد الرحمٰن بن مهدی ثنا سفیان عن منصور عن ابراهیم عن الاسود **عن** عائشة انها ارادت ان تشتری بریرة فاشترطوا الولاء فقال النبی صلی الله علیه وسلم اشتریها[1] فانما الولاء لمن اعطی الثمن اولمن ولی النعمة **وفی الباب** عن ابن عمر حدیث عائشة حدیث حسن صحیح والعمل علی هذا عند اهل العلم قال منصور بن المعتمر یکنٰی ابا عتّاب **حدثنا** ابوبکر العطّار البصری عن علی بن المدینی قال سمعت یحیی بن سعید یقول اذا حدّثت عن منصور فقد ملأت یدک من الخیر لاترد غیره ثم قال یحیی ما اجد فی ابراهیم النخعی ومجاهد اثبت من منصور و اخبرنی محمد عن عبد الله بن ابی الاسود قال قال عبد الرحمٰن بن مهدی منصور اثبت اهل الکوفة **باب حدثنا** ابوکریب ثنا ابوبکر بن عیاش عن ابی حصین عن حبیب بن ابی ثابت **عن** حکیم بن حزام ان رسول الله صلی الله علیه وسلم بعث حکیم بن حزام یشتری له اضحیة بدینار فاشتری اضحیة فاربح فیها دینارا فاشتری اخری مکانها فجاء بالاضحیة والدینار الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال ضحّ بالشاة وتصدق بالدینار[2] حدیث حکیم بن حزام لانعرفه الا من هذا الوجه وحبیب بن ابی ثابت لم یسمع عندی من حکیم بن حزام **حدثنا** احمد بن سعید الدارمی ثنا حبّان ثنا هارون بن موسیٰ ثنا الزبیر بن خرّیت عن ابی لبید **عن** عروة البارقی قال دفع الی رسول الله صلی الله علیه وسلم دینارا لاشتری له شاة فاشتریت له شاتین فبعت احدهما بدینار وجئت بالشاة والدینار الی النبی صلی الله علیه وسلم فذکر له ما کان من امره فقال بارک الله لک فی صفقة یمینک فکان بعد ذلک یخرج الی کناسة[3] الکوفة فیربح الربح العظیم فکان من اکثر اهل الکوفة مالا **حدثنا** احمد بن سعید ثنا حبّان ثنا سعید بن زید ثنا الزبیر بن خرّیت عن ابی لبید فذکر نحوه وقد ذهب بعض اهل العلم الی هذا الحدیث و قالوا به وهو قول احمد و اسحٰق ولم یاخذ بعض اهل العلم بهذا

القضاء واما دیانة فالرد واجب فیحمل الحدیث علی الدیانة والحکم یکون وجوبا واما حکم الرد دیانة فمذکور فی الوجیز والتهذیب والحاوی القدسی وجمعت هذا المضمون فی البیتین ۵ بزیادة المنفصل المنزل لدکو او عکسه متعیب لم یرد کم فی التهذیب والوجیز والحاوی الجواز بالتراضی یحل فصار الخلاف فی انه حکم قضاء او دیانة والفرق فی الدیانة والقضاء عند الشافعیة ایضا فان فی الصحیحین ان زوجة ابی سفیان استغاثت عنده علیه السلام بانه لایعطینی النفقة وانه رجل شحیح فامر النبی صلی الله علیه وسلم ان تاخذ من ماله قدر نفقتها ونفقة العیال فقال بعض الشافعیة امره علیه السلام فتوی وقال بعضهم انه حکم القضاء و اما وجه ما ادعیت من وجوب الرد دیانة فما فی الفتح ان الفسخ فی الغرر الفعلی واجب وحمل مولانا الحدیث علی الاستحباب علی ان الاقالة مستحبة اذا ندم احدهما واما ما ذکر صاحب المنار وغیره من ان حدیث المصراة یرویه ابوهریرة وهو غیر فقیه وروایة الذی لیس بفقیه غیر معتبر اذا کانت خلاف القیاس والقیاس یقتضی بالفرق بین اللبن القلیل والکثیر ولبن الناقة او الشاة او البقرة وغیرها من الاقیسة فاقول ان مثل هذا قائل الاسقاط من الکتب فانه لایقول به عالم وایضا هذه الضابطة لم ترد عن ابی حنیفة وابی یوسف ومحمد ولکنها منسوبة الی عیسی بن ابان وذلک صنف کتابا فی بیع المصراة فذکر فیه کلاما وزعم الناس ضابطة فلا یقبل نسبتها الی عیسی بن ابان ایضا حکی انه وقع مناظرة بین حنفی وشافعی فی مسجد رصافة فی بغداد فی مسئلة المصراة فقال الحنفی لم یکن ابوهریرة قابل الاجتهاد ولم یکن فقیها اذا اسقطت علیه حیة سوداء فکان الحنفی یعدو ولاتدعه الحیة فقیل له استغفر من قولک فاستغفر فترکته الحیة والله اعلم **باب** ماجاء فی اشتراط ظهر الدابة. الشرط المفسد غیر متحمل عند الثلثة و متحمل عند احمد اذا کان واحدا وفی الهدایة ان الشرط الذی فیه نفع احد المتعاقدین او المبیع وهو من اهل الاستحقاق غیر جائز وواقعة الباب واقعة لیلة البعیر واکثرهم الی انها فی غزوة ذات الرقاع وفی البحر انها فی السنة الرابعة او الخامسة واختلفت الروایات فی قیمة البعیر ذکرها البخاری ولایمکن التوفیق بینها وتحمل علی اختلاف الاوقات فان تکرار البیع فی الطرق ثابت واجاب الطحاوی بان الشرط لم یکن فی صلب العقد بل بعده اقول ان فی المسئلة تفصیلا بان الشرط ان کان فی مجلس العقد فیلحق الشرط بالعقد وان کان بعده فلا فان نقل شرط او استعاره کان بعد العقد اقول یفصل فی المسئلة بانه ان کان المراد الحاق الشرط بالعقد یکون فاسدا والا فلا وان کان الشرط فی صلب العقد فانه کالمواعید لاکالشروط ذکر فی جامع الفصولین انه اذا اشتری حمل حطب واشترط نقله الی بیته صح البیع ویجب علیه نقله فانه کالوعد واداء الوعد فی المعاوضات واجب اقول ان فی المسئلة زیادة تفصیل فان فی روایة ان الشرط یلحق بالعقد وفی روایة انه لایلحق وفی قول انه ان کان قبل تبدل المجلس فیلحق والا فلا یلحق وفی البدایة جواز الاشتراط بشروط متعارفة اقول ان الحدیث لم یخالفنا اذا فصلنا المسائل بهذا التفصیل واقول ایضا ان غرضه علیه السلام لم یکن البیع حقیقة بل صورة وایصال النفع الی جابر رض کما تدل القصة انه علیه السلام اعطاه الثمن وزاد فیه ورد علیه الابل فاذا لم تکن بیعا واقعیا یحمل فیه لبعض التحمل یحکی انه اجتمع ابوحنیفة وابن شبرمة وابن ابی لیلی الکوفیون فی حج مکة فجاء رجل فسأل اباحنیفة عن مسئلة الباب فقال ان الشرط والبیع باطل ثم بلغ الی ابن شبرمة فسأله فقال ان الشرط والبیع صحیحان ثم بلغ الی ابن ابی لیلی فقال البیع صحیح والشرط باطل ثم عاد الرجل علی ابی حنیفة فقص ما قالا فقال لا اعلم ما زعما فروی حدیث ان النبی صلی الله علیه وسلم نهی عن بیع وشرط ثم عاد علی ابن شبرمة فقال ما قال فروی ابن شبرمة حدیث الباب ثم عاد علی ابن ابی لیلی فقال ما قال فقال لا اعلم ما زعما فروی حدیث بریرة رض. اقول ان المطابق بالسؤال هو جواب ابی حنیفة واما ابن ابی لیلی فعمل بالقیاس واما ابن شبرمة فالکلام فی استدلاله مر وما دام لم یکن سوال الرجل الا عن بیع وشرط وما ورد فیه الاحادیث نهی عن بیع وشرط **باب** الانتفاع بالرهن. قال الثلثة لایجوز الانتفاع بالمرهون وقال احمد یجوز الانتفاع وقال ابوحنیفة ان منافع المرهون وزوائده امر هونة واما اجرة حفظه وبیته فما کان له دخل فی ابقاء المرهون فهو علی الراهن واما غیره من الذی لیس بدخیل فی بقاءه فعلی المرتهن ویجوز الانتفاع عندنا اذا اجازه الراهن ولاتکون الاجارة او الانتفاع مشروطا او معروفا. قوله وعلی الذی یرکب الخ قد اطنب الحافظ ابن تیمیة الکلام ان من محاسن الشریعة الغراء اجازة الانتفاع من المرهون واجاب بعض المحشین بان المراد من الذی یرکب او یشرب هو الراهن اقول کیف یجری هذا وقد صرح الراوی بالمرتهن فی بعض الروایات اقول یمکن لنا ان نجیب بان هذا اذا لم یکن مشروطا او معروفا ویمکن ان یقال ان المرهون لیس هو مصطلح الفقهاء بل المراد المنیحة وقد ثبت فی القاموس الراهن بمعنی المانح ولینظر الی ما فی الطحاوی ص ۲۵۳، ج ۲. وما فی حدیث ابی داود من الزکوة قریب من حدیث ابی هریرة ولیراجع الی ما فی تخریج الزیلعی فانه یجدی شیئاً آخر. **باب** شراء القلادة وفیها ذهب وخرز. قال الثلثة لایجوز هذا البیع الا عند تفصیل الذهب من القلادة وقال ابوحنیفة یجوز البیع بلا فصل ایضا اذا علم یقینا ان البدل ازید مما فی القلادة فانه یصیر الذهب مقابل الذهب والزائد بدل القلادة واما شرط الزیادة فلکیلا یلزم الربوا وقال النووی ان اباحنیفة خالف النص اقول لاینبغی مثل هذه الاقاویل فانه اذا

---

[1] قوله اشتریها الخ قد یتوهم ان هذا متضمن للخداع والتغریر فکیف اذن رسول الله صلی الله علیه وسلم لاهله بذلک والجواب انه کان جهلا باطلا منهم فلا اعتذار بذلک واشکل من ذلک ما ورد فی بعض الروایات خذیها واشترطی الولاء لهم فان الولاء لمن اعتق والجواب باشتراطه لهم تسلیم قولهم الباطل بارخاء العنان دون اثباته لهم کذا فی اللمعات ۱۲ [2] فی الحدیث دلیل علی ان بیع مال الغیر بلا اذنه موقوف علی اجازته فلما اجاز صح کما هو مذهب الحنفیة وحجة علی من لم یجوزه [3] قوله کناسة موضع فی الکوفة وفی روایة للبخاری فکان لو اشتری ترابا لربح فیه قال الشیخ هذا مبالغة فی ربحه او محمول علی حقیقته فان لبعض انواع التراب یباع ویشتری ۱۲ ۵ سیما اذا کان الحدیث مرویا عن ابن مسعود ایضا الذی اصل الفقه الحنفی ۱۲

أصول الشاشي

نظام الدين أبي علي أحمد بن محمد بن إسحاق الشاشي
المتوفى سنة ٣٤٤هـ

وبهامشه

عمدة الحواشي

شرح أصول الشاشي

للمولى محمد فيض الحسن الكنكوهي

ضبطه وصححه

عبد الله محمد الخليلي

تنبيه:
وضعنا «أصول الشاشي» في أعلى الصفحات، ووضعنا شرحه «عمدة الحواشي» في أسفل الصفحات على شكل حواشٍ، وفصلنا بينهما بخط

منشورات
محمد علي بيضون
لنشر كتب السنة والجماعة
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

بحث

كون المتواتر موجباً للعلم القطعيّ

فالمتواتر: ما نقله جماعة[1] عن جماعة لا يتصوّر[2] توافقهم على الكذب لكثرتهم، واتّصل[3] بك هكذا، أمثاله[4]: نقل القرآن، وإعداد الركعات، ومقادير الزكاة.

والمشهور: ما كان أوله كالآحاد ثمّ[5] اشتهر في العصر الثاني والثالث وتلقته الأمة بالقبول، فصار كالمتواتر حتى اتصل بك، وذلك مثل حديث المسح على الخف والرجم في باب الزنا.

ثم المتواتر: يوجب العلم القطعيّ، ويكون ردّه كفراً.

والمشهور: يوجب علم[6] الطمأنينة ويكون[7] ردّه بدعة.

---

(١) قوله (جماعة عن جماعة) الخ. . . فإن قلت لم أكتف هنا بشرطين: أحدهما: أن لا يتصور توافقهم على الكذب لكثرتهم. والثاني أن يتصل بك هكذا. ومعناه أن يدوم هذا الحد وهو الكثرة من أوله إلى أن اتصل بك بأن أوله كآخره وأوسطه كطرفيه. ولم يشترط تباين أماكنهم وأن لا يحصى عددهم وعدالتهم كما شرط بعضهم. وحاصل الجواب: إن الشرطين المذكورين متفق عليهما وتلك الشروط الثلاثة مختلف فيها، والجمهور على أنها ليست بشرط، فالمصنف رح تابع الجمهور دون البعض.

(٢) قوله (لا يتصور) الخ. . . أي يستحيل العقل اتفاقهم على الكذب لكثرتهم، ولا يشترط فيه العدد عند أهل التحقيق.

(٣) قوله (واتصل بك) قيد به لأنه في بيان المتواتر من السنة. وأما تعريف المتواتر بالنظر إلى ذاته، فلا يحتاج إلى هذا القيد كالخبر عن الملوك الخالية في الأزمنة الماضية والبلدان النائية.

(٤) قوله (مثاله) أي مثال (المتواتر المطلق) (دون المتواتر من السنة). لأن في وجود السنة المتواترة اختلافاً. قيل لم يوجد منها شيء. وقيل هي حديث إنما الأعمال بالنيات. وقيل حديث المبنية على المدعي واليمين على من أنكر.

(٥) قوله (ثم اشتهر) الخ. . . وإنما قيد بالاشتهار في العصر الثاني والثالث لأنه اعتبار لاشتهار في القرون التي بعد القرون الثلاثة. فإن عامة أخبار الآحاد اشتهرت في هذه القرون. ولا تسمى مشهورة. ولا يجوز بها الزيادة على كتاب الله تعالى مثل خبر الفاتحة والتسمية في الوضوء.

(٦) قوله (علم الطمأنينة) أراد به: العلم مع ضرب شبهة صورة بحيث لا يكفر جاحده كما يكفر جاحد المتواتر، لأنه بقي هنا شبهة صورة باعتبار أنه من الآحاد في الأصل، إلا أن في إنكاره تخطية لأهل العصر الثاني في قبولهم إياه وتخطية العلماء يكون بدعة وضلالة.

(٧) قوله (ويكون رده بدعة) أي إنكار المشهور بدعة لأن في إنكاره تخطية العلماء وهي مذمومة شرعاً.

bestrurdubooks.wordpress.com

اُصُولُ الشّاشی

فی اُصُولِ الفِقہ

اردو

اصولِ فقہ کی مشہور کتاب اصول الشاشی کا مستند اردو ترجمہ



تصنیف

حضرت علامہ نظام الدین شاشی

رحمۃ اللہ علیہ



ترجمہ

جناب مولانا محمد مشتاق احمد انبیٹھوی

مکتبۃ العلم

اردو بازار، لاہور

(042) 37211788

پس حدیث متواترہ وہ ہے جس کو ایسے راویوں کی جماعت نے نقل کیا ہو جن کا جھوٹ پر اتفاق کرنا عادۃً ناممکن ہو بوجہ ان کی کثرت کے اوّل سے آخر اسناد تک برابر تواتر ہی کی تعریف اس میں پائی جائے۔ جیسا کہ قرآن شریف رسول اللہ ﷺ سے ہمارے زمانہ تک متواتر منقول یا اعداد رکعات فرائض خمسہ یا مقاویز زکوٰۃ۔

مشہور حدیث وہ ہے کہ ابتداء میں اس کا سلسلہ اسناد و حدیث آحاد کے مانند ہو پھر عصر ثانی تابعین یا عصر ثالث تبع تابعین میں شہرت پا گئی ہو اور امت محمدیہ کے علماء نے اس کو قبول کر لیا ہو وہ قرن ثانی اور ثالث میں گویا متواتر ہو جاتی ہے اور بدستور تیسرے زمانہ تک وہی شہرت اور تواتر اس میں رہا ہے مثلاً موزوں پر مسح کرنے کی حدیث اور زنا کی سزا میں رجم کا ہونا یہ دونوں مشہور کے درجہ میں ہیں۔

حدیث متواتر سے علم قطعی حاصل ہوتا ہے، جس کے انکار سے کفر لازم آجاتا ہے اور حدیث مشہور سے علم طمانیت حاصل ہوتا ہے، اس کا رد کرنے والا بدعتی ہے اور باتفاق علماء، عمل دونوں پر کرنا لازم ہوگا۔

حدیث آحاد کی بحث خبر واحد وہ ہے جس کو ایک راوی دوسرے ایک راوی سے نقل کرے یا ایک راوی جماعت سے روایت کرے یا جماعت راویوں کی ایک راوی سے روایت کرے۔

جب کوئی حدیث حد مشہور تک نہیں پہنچے گی خواہ اس کے راویوں کی تعداد کسی قدر ہو وہ آحاد ہے اس سے احکام شرعیہ میں عمل کرنا واجب ہے۔ بشرطیکہ راوی اس حدیث آحاد کا مسلمان اور عادل یعنی متقی اور ضابط یعنی حافظہ میں اس کے نقصان نہ ہو اور صاحبِ عقل و تمیز ہو۔ مخاطب سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک انہیں شرائط سے متصل ہو یا مصنفین کتب احادیث مثلاً حضرت امام بخاریؒ سے حضور سرور عالم ﷺ تک سلسلہ اسناد متصل ہو۔

راوی دو قسم پر ہے ایک وہ جو معروف ہو، اجتہاد اور علم میں جیسے خلفاء اربعہ

عنوانات، فہرست، تسہیل،
کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ

اجمل الحواشی

علیٰ

اصول الشاشی

تالیف

حضرت مولانا جمیل احمد سکروڈھوی

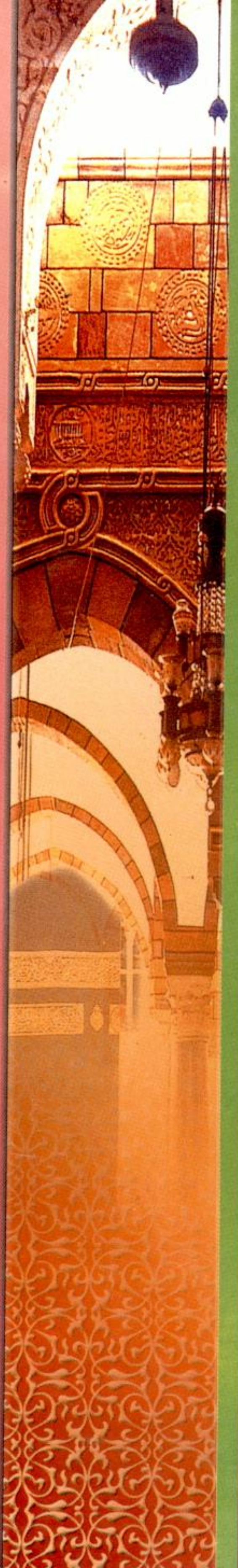
استاذ دار العلوم (وقف) دیوبند

تسہیل و عنوانات

مولانا محمد شفیق صاحب

فاضل جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

دار الاشاعت کراچی



اضافہ عنوانات، فہرست، تسہیل، کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ پہلی بار

اجمل الحواشی

علیٰ

اصُول الشاشی

تالیف

حضرت مولانا جمیل احمد سکروڈھوی

استاذ دار العلوم (وقف) دیوبند

تسہیل وعنوانات

مولانا محمد شفیق صاحب

فاضل جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

دار الاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ

کراچی پاکستان 2213768

فَصَارَ كَالْمُتَوَاتِرِ حَتّٰى اِتَّصَلَ بِكَ وَذٰلِكَ مِثْلَ حَدِيْثِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفِّ وَالرَّجْمِ فِيْ بَابِ الزِّنَا ثُمَّ الْمُتَوَاتِرُ يُوْجِبُ الْعِلْمَ الْقَطْعِيَّ وَيَكُوْنُ رَدُّهُ كُفْرًا وَالْمَشْهُوْرُ يُوْجِبُ عِلْمَ الطُّمَانِيْنَةِ وَيَكُوْنُ رَدُّهُ بِدْعَةً وَلَا خِلَافَ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ فِيْ لُزُوْمِ الْعَمَلِ بِهِمَا وَاِنَّمَا الْكَلَامُ فِي الْاٰحَادِ فَنَقُوْلُ خَبَرُ الْوَاحِدِ هُوَ مَانَقَلَهُ وَاحِدٌ عَنْ وَاحِدٍ اَوْ وَاحِدٌ عَنْ جَمَاعَةٍ اَوْ جَمَاعَةٌ عَنْ وَاحِدٍ وَلَاعِبْرَةَ لِلْعَدَدِ اِذَا لَمْ تَبْلُغْ حَدَّ الْمَشْهُوْرِ وَهُوَ يُوْجِبُ الْعَمَلَ بِهٖ فِي الْاَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ بِشَرْطِ اِسْلَامِ الرَّاوِيْ وَعَدَالَتِهٖ وَضَبْطِهٖ وَعَقْلِهٖ وَاِتِّصَالِهٖ بِكَ ذٰلِكَ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بِهٰذَا الشَّرْطِ.

ترجمہ:............اور مشہور وہ ہے جس کا اول احاد کی طرح ہو پھر دوسرے اور تیسرے دور میں مشہور ہوگئی ہو اور امت نے اس کو قبول عام بخشا ہو پس متواتر کے مانند ہوگئی ہوحتیٰ کہ تیرے ساتھ متصل ہوا، اور یہ حدیث مسح علی الخفین اور باب زنا میں رجم کے مانند ہے پھر متواتر علم قطعی کو واجب کرتا ہے اور اس کا رد کرنا کفر ہوتا ہے اور مشہور علم طمانیت کو ثابت کرتا ہے اور اس کا رد کرنا بدعت ہوتا ہے اور ان دونوں پر عمل کے لازم ہونے میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے اور کلام آحاد میں ہے۔ چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ خبر واحد وہ ہے جس کو ایک، ایک سے نقل کرے یا ایک، جماعت سے یا جماعت ایک سے نقل کرے اور عدد کا اعتبار نہیں ہے جب مشہور کی حد کو نہ پہنچے اور خبر واحد احکام شرعیہ میں عمل کو ثابت کرتی ہے بشرطیکہ راوی مسلمان ہو، عادل ہو، ضابط ہو اور عاقل ہو اور وہ مذکورہ شرط کے ساتھ اس خبر کو رسول اللہ ﷺ سے راویت کر کے تجھ سے متصل کردے۔

تشریح:............خبر مشہور وہ خبر ہے جس کا اول آحاد کی طرح ہو یعنی عہد صحابہ میں یہ خبر نہ تو حد تواتر کو پہنچی ہو اور نہ حد شہرت کو البتہ دوسرے دور میں یعنی تابعین کے دور میں اور تیسرے دور میں یعنی تبع تابعین کے دور میں اس خبر نے شہرت حاصل کرلی ہو اور امت نے اس کو عام طور پر قبول کرلیا ہو چنانچہ دوسرے دور کے بعد یہ خبر متواتر کے مانند ہوگئی ہو یعنی اس کو نقل کرنے والے اتنی کثیر تعداد میں ہوگئے ہوں کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق کرنا ناممکن ہوحتیٰ کہ مخاطب یعنی آخری راوی کے ساتھ اسی تواتر کے ساتھ متصل ہو۔ مصنفؒ نے دوسرے اور تیسرے دور میں مشہور ہونے کو خبر مشہور کے لئے اس لئے شرط قرار دیا ہے کہ اس کے بعد کی شہرت معتبر نہیں ہے کیونکہ قرون ثلٰثہ کے بعد تمام ہی اخبار آحاد مشہور ہوگئی ہیں۔ مصنفؒ نے فرمایا ہے کہ مسح علی الخفین کی حدیث اور جس حدیث سے رجم ثابت ہوا ہے یہ دونوں خبر مشہور ہیں۔ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ خبر متواتر علم قطعی یقینی کو ثابت کرتی ہے یعنی خبر متواتر میں جھوٹ کا احتمال محال ہوتا ہے لہٰذا خبر متواتر کا انکار کفر ہوگا۔ اور خبر مشہور طمانینت کو ثابت کرتی ہے اور اس کا انکار بدعت ہوتا ہے، علم طمانینت یقین سے قریب ہوتا ہے اور ظن غالب سے اوپر ہوتا ہے۔ مصنفؒ کہتے ہیں کہ خبر متواتر اور خبر مشہور دونوں پر عمل کرنا واجب ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ البتہ خبر واحد پر عمل کے واجب ہونے میں کلام ہے اور علماء کا اختلاف ہے۔ چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ خبر واحد یہ ہے کہ ایک راوی ایک سے روایت کرے یا جماعت ایک سے روایت کرے یا ایک جماعت سے روایت کرے بشرطیکہ خبر مشہور کی حد کو نہ پہنچی ہو۔ مصنفؒ کہتے ہیں کہ اگر خبر مشہور کے عدد کو نہ پہنچی ہو تو وہ ''خبر'' واحد ہی کہلائے گی اس میں کثرت عدد کا اعتبار نہ ہوگا یعنی اگر عدد کی کثرت ہو یعنی روایت کرنے والے کثیر ہوں مگر مشہور کی حد کو نہ پہنچے ہوں تو وہ خبر واحد ہی کہلائے گی اور خبر واحد احکام شرعیہ میں عمل کو ثابت کرتی ہے یعنی احکام شرعیہ میں خبر واحد